تفسیر نور الثقلین

جلد نہم

مفسر

محدث جلیل العلامۃ النحبیر الشیخ عبد علی الحویزی

مترجم

شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون : 35425372

نام کتاب	:	تفسیر نور الثقلین
مفسر	:	محدث جلیل العلامۃ النحبیر الشیخ عبد علی الحویزی
مترجم	:	شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	شیر محمد عابد مولائی، چودھری محمد عمران حیدر جعفری
فنی معاونت	:	معصومہ بتول جعفری ، زہراء بتول جعفری
تزئین	:	محدثہ بتول جعفری
اشاعت	:	مارچ 2012ء
صفحات	:	440
ہدیہ		

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ ، دکان نمبر 20 ، فرسٹ فلور، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور۔فون: 37225252

تفسیر نورالثقلین

ترتیب

سورۂ نصر کے مطالب ومضامین

علم اور انسان

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں۔ نور ظلمت سے بہتر ہے اور علم جہالت سے بہتر و برتر ہے۔ علم ہی کے ذریعے انسان، انسان بنتا ہے اور منزلِ کمال پر پہنچتا ہے۔ علم کا سمندر بے کنار ہے۔ اس کی بیکرانیوں کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی اتھاہ گہرائیوں و گیرائیوں کا سوائے خدا کے کسی اور کو علم نہیں ہے۔ علم کی عزت و عظمت اس قدر مسلّم ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اُس ذات سے فرمایا: قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ جس پر اپنا قرآن نازل فرمایا اور اُس قرآن کی تعریف میں فرمایا: وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

سرتاج انبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "اگر کوئی دن مجھ پر اس طرح گزرے کہ میرے علم میں اضافہ نہ ہوسکے تو وہ دن میرے لیے مبارک نہیں ہے"۔

جامع الاخبار میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا:

اے ابوذرؓ! ایسی محفل جس میں علمی بحثیں ہو رہی ہوں اس میں ایک گھنٹے کی شرکت اُن ہزار راتوں کی بیداری سے برتر ہے کہ جس کی ہر رات میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کی جائے اور پھر یہ بھی فرمایا: ایسی محفل قرآن کی تلاوت سے بہتر ہے۔

جنابِ ابوذرؓ نے ازراہِ حیرت سوال کیا: یارسولؐ اللہ! کیا علمی بحثیں تمام قرآن کی تلاوت سے بھی بہتر ہیں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذرؓ! ایسی مجلس جس میں علمی بحث و مذاکرہ ہو، بارگاہِ خداوندی میں بارہ ہزار ختمِ قرآن سے بہتر ہے۔ آپؐ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ علمی بحث و مباحثہ کی اہمیت کا ادراک کرو کیونکہ اس کے ذریعے تم حرام اور حلال کے احکام کو حاصل کرسکو گے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! اللہ کے نزدیک ایک ایسی مجلس جس میں علمی مذاکرہ ہو رہا ہو، اس میں ایک گھنٹہ بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے، جس کے ہر دن میں روزہ رکھا گیا ہو، اور ہر رات بندگیِ خدا میں خرچ کی گئی ہو۔

تم میں سے جو شخص ہماری احادیث کو بیان کرے اور حلال وحرام اور دیگر احکام کو جانتا ہو، پس اہلِ ایمان کو اس کی حکومت پر راضی ہونا چاہیے۔ میں نے اس کو تمھارے اُوپر حق حکومت دیا ہے۔ پس جب وہ ہمارے احکام بیان کرے اور انھیں قبول نہ کیا جائے تو اس سے اللہ کے حکم کی توہین ہوئی اور ہماری تردید، اور یہ شرک ہے۔ فقہاء میں سے ہر وہ شخص جو اپنے نفس کو گناہوں سے بچانے والا، اپنے دین کی نگہبانی کرنے والا ہو، اور خواہشاتِ نفس کا مخالف ہو اور اللہ کا فرمانبردار ہو، عوام کو چاہیے کہ اس کی تقلید کریں۔

فضائلِ قرآن

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ○ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ○ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ: ۷۷تا۷۹)

"یہ قرآن بہت بڑی عزت وعظمت والا ہے جو ایک محفوظ کتاب ہے جسے صرف پاک و پاکیزہ لوگ ہی مَس کر سکتے ہیں۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ ...... (الانعام: ۱۵۵)

"اور یہ ایک مبارک کتاب ہے"۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر: ۲۱)

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اُتارتے تو آپ اُسے اللہ کے خوف سے جھک کر ریزہ ریزہ ہوتا ضرور دیکھتے"۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المائدہ: ۱۵-۱۶)

"تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے۔ اللہ جس کے ذریعے ان لوگوں کو امن وسلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں اور وہ اپنے حکم سے انھیں ظلمات سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے"۔

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ

علم اور انسان

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں۔ نور ظلمت سے بہتر ہے اور علم جہالت سے بہتر و برتر ہے۔ علم ہی کے ذریعے انسان، انسان بنتا ہے اور منزلِ کمال پر پہنچتا ہے۔ علم کا سمندر بے کنار ہے۔ اس کی بیکرانیوں کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی اتھاہ گہرائیوں و گیرائیوں کا سوائے خدا کے کسی اور کو علم نہیں ہے۔ علم کی عزت و عظمت اس قدر مسلّم ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اُس ذات سے فرمایا: قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ جس پر اپنا قرآن نازل فرمایا اور اُس قرآن کی تعریف میں فرمایا: وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

سرتاج انبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "اگر کوئی دن مجھ پر اس طرح گزرے کہ میرے علم میں اضافہ نہ ہوسکے تو وہ دن میرے لیے مبارک نہیں ہے"۔

جامع الاخبار میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا:

اے ابوذرؓ! ایسی محفل جس میں علمی بحثیں ہو رہی ہوں اس میں ایک گھنٹے کی شرکت اُن ہزار راتوں کی بیداری سے برتر ہے کہ جس کی ہر رات میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کی جائے اور پھر یہ بھی فرمایا: ایسی محفل قرآن کی تلاوت سے بہتر ہے۔

جناب ابوذرؓ نے ازراہِ حیرت سوال کیا: یارسولؐ اللہ! کیا علمی بحثیں تمام قرآن کی تلاوت سے بھی بہتر ہیں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذرؓ! ایسی مجلس جس میں علمی بحث و مذاکرہ ہو، بارگاہِ خداوندی میں بارہ ہزار ختم قرآن سے بہتر ہے۔ آپؐ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ علمی بحث و مباحثہ کی اہمیت کا اِدراک کرو کیونکہ اس کے ذریعے تم حرام اور حلال کے احکام کو حاصل کرسکو گے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! اللہ کے نزدیک ایک ایسی مجلس جس میں علمی مذاکرہ ہو رہا ہو، اس میں ایک گھنٹہ بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے، جس کے ہر دن میں روزہ رکھا گیا ہو، اور ہر رات بندگی خدا میں خرچ کی گئی ہو۔

روضۃ الواعظین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام آپؐ کی رسالت کے ملکوتی فیض سے مستفید ہو رہے تھے۔ انصار کا ایک آدمی آپؐ کے حضور آیا اور عرض کی:

یارسولؐ اللہ! اگر ایک طرف تشییع جنازہ ہو اور دوسری طرف عالم کی علمی محفل لگی ہوئی ہو تو فرمائیں کہ آپؐ کے حضور کون سا کام بہتر ہے؟

آپؐ نے جواب میں فرمایا: اگر اس جنازے کے اہتمام کے لیے دوسرے لوگ موجود ہوں تو میرے نزدیک عالم کی علمی محفل بہتر و برتر ہے۔ یہ محفل ایک ہزار تشییع جنازہ سے، ایک ہزار مریض کی عیادت کرنے سے، ایک ہزار شب بیداری سے، ایک ہزار دن روزہ رکھنے سے غرباء و فقراء میں ایک ہزار درہم خرچ کرنے سے اور ایک ہزار حج سے اور ایک ہزار جہاد کرنے سے افضل ہے۔

ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین آوازیں اللہ کے عرش سے ٹکراتی ہیں:

- ......علما کے قلم کی آواز
- ......مجاہدین کے پاؤں کی چاپ
- ...... پاک دامن عورتوں کے چرخے کی آواز

یعنی ہر مقام پر علم اور علما کو اہمیت حاصل ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص یہ پسند کرے کہ میں ایسے لوگوں کی زیارت کروں کہ جنھیں اللہ نے جہنم سے آزاد کیا ہے۔ پس وہ علم کے طلبا کی زیارت کرے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب کوئی طالب علم عالم کے دروازہ پر جاتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ ہر قدم کے عوض جنت میں ایک شہر تعمیر ہوتا ہے۔ جب وہ تحصیلِ علم کی نیت سے اپنے گھر سے روانہ ہوتا ہے تو زمین اس کے لیے استغفار کرتی ہے۔ ہر صبح و شام بخشش کے دروازے اُس پر کھلے رہتے ہیں اور ملائکہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ جہنم سے خدا کے آزاد کردہ بندے ہیں۔ جو شخص احیائے اسلام کے لیے تحصیلِ علم کے دوران فوت ہو جائے تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فاصلہ ہوگا۔

عالم کو عابد پر ایسے ستر درجات سے فضیلت حاصل ہے کہ ہر دو درجہ کے درمیان کی مسافت ایک تیز رفتار گھوڑے کے ستر سال کا سفر ہو۔ یہ فضیلت اس لیے ہے کہ شیطان لوگوں میں بدعات پھیلاتا ہے تو عالم ان بدعات کا قلع قمع کرتا ہے۔

عابد تو صرف اپنی عبادت ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے پس علم کو اس کے محل سے طلب کرو اور اُس کے اہل سے حاصل کرو کیونکہ اللہ کی خوشنودی کے لیے علم کا سیکھنا اور اُس کا حاصل کرنا عبادت ہے۔ اس کا مذاکرہ تسبیح کا ثواب رکھتا ہے اور اُس پر عمل کرنا جہاد ہے۔ اس کا اَن پڑھ کو تعلیم دینا صدقہ ہے اور اُس کے اہل تک پہنچانا قربِ خداوندی کا ذریعہ ہے کیونکہ اس کے ذریعے حلال وحرام کی شناخت ہوتی ہے اور یہی سبیل جنت کا مینارہ ہے۔ وحشت کا مونس اور غربت وتنہائی کا ساتھی ہے۔ خلوت میں ہم کلام ہونے والا خوشی وغمی میں سہارا و ہمدم ہے۔ دشمنوں کے مقابلے میں ہتھیار اور دوستوں کی بزم میں زینت و وقار ہے۔ اس کی بدولت خدا قوموں کو بلندی عطا کرتا ہے اور انھیں اُمورِ خیر کی قیادت عطا کرتا ہے تاکہ ان کے اقوال اخذ کیے جائیں اور اُن کے افعال کی اقتداء کی جائے اور اُن کی بات آخری اور قطعی ہو۔ ملائکہ ان کی دوستی میں رغبت وعشق رکھتے ہیں اور اُن سے اپنے پروں کو مَس کرتے ہیں اور ان کی نمازوں میں برکت کا موجب بنتے ہیں۔ ان کے لیے ہر خشکی وتری حتیٰ کہ دریائی مخلوق اور صحرائی جانور بھی استغفار کرتے ہیں۔ علم ہی سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ جہالت کے مقابلے میں آنکھوں کے لیے روشنی ہے، تاریکی جہالت سے ہے۔ یہ علم انسان کو اغیار کی منازل، ابرار کی مجالس اور دنیا وآخرت کے بلند درجات عطا کرتا ہے، اس کا مذاکرہ روزوں کے برابر اور اس کا درس عبادت کے برابر ہے۔ اس کی بدولت اللہ کی اطاعت وعبادت وصلہ رحمی اور حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

علم عمل کا مقتدا ہے اور اس کا مقتدی عمل نیک لوگوں کے نصیب ہوتا ہے۔ بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ پس اس کے لیے طوبیٰ ہے جو اس نعمت سے محروم نہ رہے۔

امالی شیخ صدوق میں حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی مومن مرجائے اور کوئی ایک ورق چھوڑ جائے جس پر علمی باتیں مکتوب ہوں تو وہی کاغذ بروزِ محشر اس کے اور جہنم کے درمیان حائل ہوجائے گا اور اُس کے ہر ہر حرف کے بدلے میں خدا اُسے ایک فرشتہ عطا کرے گا جو پوری دنیا سے سات گنا بڑا ہوگا۔

کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: وہ عالم جس کے علم سے استفادہ کیا جائے ستر ہزار عابد سے افضل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

تم میں سے جو شخص ہماری احادیث کو بیان کرے اور حلال وحرام اور دیگر احکام کو جانتا ہو، پس اہلِ ایمان کو اس کی حکومت پر راضی ہونا چاہیے۔ میں نے اس کو تمھارے اُوپر حق حکومت دیا ہے۔ پس جب وہ ہمارے احکام بیان کرے اور انھیں قبول نہ کیا جائے تو اس سے اللہ کے حکم کی توہین ہوئی اور ہماری تردید، اور یہ شرک ہے۔ فقہاء میں سے ہر وہ شخص جو اپنے نفس کو گناہوں سے بچانے والا، اپنے دین کی نگہبانی کرنے والا ہو، اور خواہشات نفس کا مخالف ہو اور اللہ کا فرمانبردار ہو، عوام کو چاہیے کہ اس کی تقلید کریں۔

فضائلِ قرآن

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ○ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ○ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ (الواقعہ: ۷۷تا۷۹)

''یہ قرآن بہت بڑی عزت وعظمت والا ہے جو ایک محفوظ کتاب ہے جسے صرف پاک وپاکیزہ لوگ ہی مَس کرسکتے ہیں۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ ...... (الانعام: ۱۵۵)

''اور یہ ایک مبارک کتاب ہے''۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر: ۲۱)

''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اُتارتے تو آپ اُسے اللہ کے خوف سے جھک کر ریزہ ریزہ ہوتا ضرور دیکھتے''۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (المائدہ: ۱۵-۱۶)

''تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔ اللہ جس کے ذریعے ان لوگوں کو امن وسلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں اور وہ اپنے حکم سے انھیں ظلمات سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے''۔

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ

بِہٖ (البقرہ:۲۳۱)

''اور اللہ نے جو نعمت تم پر نازل کی ہے اُسے یاد رکھو اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمھاری نصیحت کے لیے اُس نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی''۔

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ○ (بنی اسرائیل:۹)

''یہ قرآن یقیناً اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھی ہے اور ان مومنین کو جو نیک اعمال سرانجام دیتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ اُن کے لیے بڑا اجر ہے''۔

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ...... (بنی اسرائیل:۸۲)

''اور ہم قرآن میں سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو اہلِ ایمان کے لیے شفاء اور رحمت ہے''۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ○ (النحل:۸۹)

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب ہر چیز کو بڑی تفصیل سے بیان کرنے والی اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت بنا کر نازل کی ہے''۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَ لَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا ○ (بنی اسرائیل:۸۸)

''کہہ دیجیے اگر انسان اور جن سب مل کر اس قرآن کی مثل لانے کی کوشش کریں تو وہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں''۔

ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ ھُدًی وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ (آل عمران:۱۳۸)

''یہ عام لوگوں کے لیے ایک واضح بیان ہے اور اہلِ تقویٰ کے لیے ہدایت و نصیحت ہے''۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کا تعارف ان ملکوتی الفاظ میں کیا:

ان هذا القرآن هو النور المبين والحبل المتين والعروة الوثقى والدرجه العليا والشفاء الاشفى والفضيلة الكبرىٰ والسعادة العظمىٰ من استضاء به نوره الله ومن اعتقد به في أمور عصمه الله ومن تمسك به انقذه الله، ومن لم يفارق احكامه رفعه الله ومن استشفى به شفاه الله ومن اثره على ما سواه هداه الله ومن طلب الهدىٰ في غيره اضله الله ومن جعله شعاره ودثاره اسعده الله ومن جعله امامه الذى يقتدى به ومعوله الذى ينتهى اليه اواه الله الى جنات النعيم والعيش السليم

"بے شک یہ قرآن چمکتی دمکتی روشنی ہے اور مضبوط ومحکم رسّی ہے اور مضبوط وسیلہ ہے، بلند وبالا مرتبہ ہے، شفاء ہی شفاء ہے، ارفع واعلیٰ فضیلت ہے اور بزرگ ترین فضیلت ہے۔ جو اس کے ذریعے اپنی کائنات کو روشن کرنا چاہے اللہ اس کی کائنات کو روشن ومنور کردیتا ہے۔ جس نے اس سے تعلق جوڑا، اللہ نے اُسے محفوظ رکھا، جس نے اِس سے تمسک کیا اللہ نے اُسے نجات دے دی اور جس نے اس کے احکام پر عمل کیا۔ اللہ نے اُسے رفعت عطا کی اور جس نے اس سے شفا طلب کی اللہ نے اُسے شفا دی، اور جس نے قرآن کو دوسروں سے افضل ٹھہرایا، اللہ نے اُسے ہدایت بخشی، اور جس نے قرآن کے علاوہ کہیں اور سے ہدایت چاہی اللہ نے اُسے گمراہ کیا، اور جس نے اُسے اپنا شعار اور لازمۂ حیات قرار دیا، اللہ نے اُسے بزرگ ترین سعادت بخشی، اور جس نے اُسے اپنا وہ رہبر بنایا جس کی وہ اتباع کرتا ہے اور اپنی وہ پناہ گاہ بنایا جس کی طرف وہ رُخ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے نعمتوں والی بہشت اور پُرسکون زندگی سے ہمکنار کرے گا"۔ (تفسیر امام حسن عسکری، ص ۴۵۰)

امیر المومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام اور قرآن کریم

حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے قرآن کریم کے تعارف میں ایک خطبے میں فرمایا:

هو الناصح الذى لا يغش — "یہ قرآن وہ خیر خواہ ہے جو کبھی دھوکا نہیں کرتا"۔

والهادى الذى لا يضل — "ایسا ہادی ہے جو کبھی راہ گم نہیں کرتا"۔

والمحدث الذی لا یکذب

''ایسا بیان کنندہ ہے جو جھوٹ نہیں کہتا''۔

وما جالس ھذا القرآن احد الاقام منه وبه زیادة او نقصان زیادة فی ھدیً او نقصان من عمیً

''جو قرآن سے ہم محفل ہوا وہ زیادتی یا کمی لے کر اُٹھا یعنی ہدایت میں زیادتی اور گمراہی میں کمی''۔

واعلموا انه لیس علی احد بعد القرآن من فاقه ولا لاحد قبل القرآن من غنیً

''یقین جانئے کہ قرآن حاصل کر لینے کے بعد کوئی فقر نہیں اور قرآن کے حصول سے قبل کوئی دولت مند نہیں''۔

فاستشفوه من ادوائکم

''اُس سے اپنی بیماریوں کی شفاء حاصل کرو''۔

واستعینوا به علی لاوائکم

''اور دفع مصائب کے لیے اس سے مدد طلب کرو''۔

فان فیه شفاء من البر الداء وھو الکفر والنفاق والغیّ والضلال

''تحقیق یہ سخت امراض کفر ونفاق وغی و گمراہی کا واحد علاج ہے''۔

فاسئلوا اللّٰه به وتوجھوا الیه بحبّه ولا تسألوا به خلقه انه ما توجّه العباد بمثله

''اللہ سے اسی کے ذریعے مانگو اور اس کی محبت لے کر بڑھو اور اس کے ذریعے اس کی مخلوق سے نہ مانگو کیونکہ بندوں کی خالق کی طرف توجہ کے لیے اس جیسا اور کوئی ذریعہ نہیں''۔

واعلموا انه شافع مشفّعٌ وقائل ومصدق وانه من شفع له القرآن یوم القیامة شفّع فیه

''یقین رکھو، یہ وہ شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول ہے اور یہ وہ بولنے والا ہے جس کی بات تصدیق شدہ ہے۔ بروز محشر جس کی قرآن نے شفاعت کردی اس کی شفاعت قبول ہوئی''۔

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۱)

ثم انزل علیه کتاباً نوراً لا تطفأ مصابیحه وسراجاً لّا یخبوا توقده وبحرًا لّا یدرك

''فرمایا: پھر اللہ نے ان پر وہ کتاب اُتاری جو ایک نور ہے جس کی قندیلیں خاموش نہیں ہوتیں اور جس

قعره ومنهاجاً لاَّ يضل نهجه وشعاعاً لاَّ يظلم ضوئهٗ وفرقَاناً لاَّ يخمد برهانه وتبياناً لاَّ تهدم اركانهٗ وشفاً لاَّ تُخشى اسقامهٗ وعزًّا لا تهزمُ انصارهٗ وحقًّا لاَّ تخذِلُ اعوانهٗ فهو معدنُ الايمانِ وبحبوحتهٗ وينابيع العلم وبحوره ورياضُ العدلِ وغدراتهٗ واثافيُّ الاسلام وبنيانهٗ واوديةُ الحقِ وغيطانهٗ وبحرًا لَا ينزِفُهٗ المنتزِفونَ وعيونٌ لاَّ ينضِبُها المَاتِحُونَ ومَناهِلُ لَا يَغيضُهَا الوَارِدُونَ ومنازِلُ لَا يَضِل نهجهَا المُسافِرونَ واعلامٌ لَا يعمٰى عنها السَّائرون وآكام لا يجوز عنها القاصِدون جعله اللّٰهُ ريًّا لعطشِ العلماء وربيعًا لقلوب الفقهاء ومنهاجاً لطرقِ الصلحا ودواءً ليس بعدهٗ داءٌ ونورًا ليس معه ظلمَةٌ وحبلًا وثِيقًا عروتُهٗ ومعقِلًا منيعًا ذروتُهٗ وعزًّا لمَن تولّاهٗ وسلماً لمن دخله وهُدًى لمن ائتمَّ بهِ وعُذرًا لِمنِ انتحَلَهٗ وبُرهاناً لِمَن تَكَلَّمَ بهِ وَشَاهِداً لِمَن خَاصمَ بهِ وفلجاً لِمَن حَاجَّ بهِ

(نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۳)

کے چراغوں کی روشنی مدھم نہیں ہوتی اور ایسا بحر ہے جس کی تہہ نا قابلِ رسا ہے اور ایسا رستہ ہے جس کے چلنے والا بھٹکتا نہیں۔ وہ ایسی شعاع ہے جس کی روشنی پر تاریکی کا غلبہ نہیں ہوسکتا۔ ایسا فرقان ہے جس کی دلیل مغلوب نہیں۔ ایسا بیان ہے جس کی طاقت کمزور نہیں۔ ایسی شفا ہے جس کے بعد بیماری کا خطرہ نہیں۔ ایسا غلبہ ہے جس کے انصار ہارتے نہیں۔ ایسا حق ہے جس کے معاون چھوڑ نہیں جاتے۔ وہ ایمان کا قلب وجگر علم کے چشمے اور سمندر عدل کے باغات و آبشاریں، اسلام کی اساس و بنیادیں اور حق کی وادیاں اور قرارگاہیں ہیں، ایسا بحر ہے جس کو استفادہ کرنے والے ختم نہیں کرسکتے، ایسا چشمہ ہے جسے فائدہ پانے والے خشک نہیں کرسکتے۔ ایسا گھاٹ ہے جو پینے والوں سے کم نہیں ہوتا۔ ایسی منازل ہیں کہ مسافران کا راستہ بھولتے نہیں۔ ایسے نشان ہیں جن کو راہ گزر گم نہیں کرتا اور ایسی بلندیاں ہیں جن سے قصد کرنے والے تجاوز نہیں کرسکتے۔ خدا نے اس کو علماء کی پیاس کی سیرابی، فقہاء کے دلوں کی بہار اور نیکوں کے چلنے کا راستہ قرار دیا۔ یہ وہ دوا ہے جس کے ساتھ بیماری نہیں رہتی۔ وہ نور ہے جس کے ساتھ ظلمت نہیں رہتی۔ یہ مضبوط جوڑ والی رسی اور محفوظ چار دیواری والا قلعہ ہے اور محبت کے لیے

عزت، آنے والے کے لیے امن، مقتدی کے لیے
ہدایت اور نسبت حاصل کرنے والے کے لیے عذر
ہے اور جو اس کے ساتھ بولے، اس کے لیے برہان
اور جو اس کے بل بوتے پر کسی سے مقابلہ کرے،
اس کے لیے شاہد اور جو اس کے ذریعہ سے مناظرہ
کرے، اس کے لیے باعثِ کامیابی ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: مومن کو چاہیے کہ جب اُس پر موت آئے تو وہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر چکا ہو یا پڑھنے میں مصروف ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے ہر دو کے لیے ہر چیز حتیٰ کہ دریا کی مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں۔

نیز آپؐ نے فرمایا: قرآن اللہ کے بعد ہر شے سے افضل ہے، جس نے قرآن کی عزت کی گویا اُس نے اللہ کی عزت کی اور جس نے قرآن کی عزت نہ کی گویا اُس نے اللہ کی توہین کی۔

آپؐ کا یہ فرمان بھی ہے کہ قرآن پڑھنے والے کے والدین کو تاج کرامت عطا ہوگا، جس کا نور دس ہزار سال کی مسافت سے دکھائی دے گا اور اُنھیں بہشت کے ایسے حُلّے عطا ہوں گے کہ تمام دنیا اور اُس کی جملہ خوبیوں کا لاکھ گنا اس کی معمولی سی تار کے برابر نہ ہو سکے گا۔ جب اُس کے والدین یہ حُلّے اور تاج دیکھیں گے تو عرض کریں گے: اے اللہ! یہ عزت ہمیں کس صورت میں ملی حالانکہ ہمارے اعمال تو اس لائق نہ تھے تو اُس وقت اُسے فرشتے جواب دیں گے کہ یہ شرف تمھیں اس لیے ملا ہے کہ تم نے اپنے بچے کو قرآن مجید کی تعلیم دی تھی۔

حاملین قرآن کی صفات کی ایک جھلک

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

متقین رات کے وقت ان کے قدم عبادت کے لیے صف بستہ رہتے ہیں۔ ترتیل کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے ذریعے اپنے آپ کو خوف زدہ کرتے ہیں اور اُس کے حضور گریہ کرتے ہیں۔ وہ جب کسی خوف کی آیت

سے گزرتے ہیں تو اُن کے دلوں کی آنکھیں اور کان اُس طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے جگر کانپ کر رہ جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آواز اور اُس کے شعلوں کی بھڑک اور حدت ان کے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ وہ جب کسی ایسی آیت سے گزرتے ہیں جس میں شوقِ جنت کا پیغام ہو تو از روئے طمع اس طرف جھکتے ہیں اور اُن کے نفوس اس کے منتظر ہوتے ہیں کیونکہ وہ اُن کا ہدف ہے۔

ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ظاہر وباطن کے لحاظ سے خشوع کا زیادہ سزاوار حاملِ قرآن ہے۔ اے حاملِ قرآن! تو عاجزی اختیار کر، اللہ تجھے بلند کرے گا۔ تکبر سے دُور رہ، ورنہ خدا تجھے ذلیل کر دے گا۔

اے حاملِ قرآن! اللہ کے لیے ہی قرآن کو اپنی زینت بنا، اللہ تجھے زینت دے گا۔ لوگوں کے لیے قرآن کو اپنی زینت نہ بنا ورنہ خدا تجھے رُسوا و خراب کر دے گا۔ جو شخص پورے قرآن کا ختم کرے گا گویا اس کے پہلو میں نبوت آ گئی۔ جس کے پہلو میں قرآن ہو وہ جہلا کے ساتھ جہالت کا سا سلوک نہیں کرتا بلکہ عفو و درگزر، چشم پوشی اور حلم و بُردباری کو سامنے رکھتا ہے کیونکہ قرآن کی عظمت اس کے اندر ہے جسے قرآن کا علم عطا کیا گیا ہو اور پھر وہ کسی دوسرے کی نعمات کو اہمیت دے۔ گویا اُس نے اللہ کے عظیم کو حقیر اور اللہ کے حقیر کو عظیم سمجھا۔

امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اس اُمت کا قاریٔ قرآن اگر جہنم چلا جائے تو سمجھ لیجیے کہ وہ آیات قرآنیہ سے تمسخر کیا کرتا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: یہ اللہ کی عزت و جلال سے ہے کہ تین اقسام کے لوگ اس کی بارگاہ میں نہایت مکرم و محترم ہیں:

① سفید ریش مسلمان

② امام عادل

③ حاملِ قرآن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے: "قیامت کے دن نور کے منبر نصب کیے جائیں گے۔ ہر منبر کے پاس ایک نورانی سواری ہو گی۔ پھر اللہ کی طرف سے منادی ندا بلند کرے گا: کہاں ہیں حاملِ کتاب؟ تو اُس وقت ان سے کہا جائے گا جب تک خدا اپنی مخلوق کے حساب سے فارغ نہ ہو، تم بلاخوف و خطر ان منبروں پر بیٹھو اس کے بعد اُنھی سواریوں پر سوار ہو کر

جنت کی طرف چلے جاؤ۔

مکتبِ رسولؐ کے تلامذہ کا قرآن سے عشق

رسول اللہ ﷺ کے شاگردوں کے دلوں میں قرآنِ کریم نے وہ عظمت حاصل کرلی تھی کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ایک واقعہ تاریخ اسلام میں موجود ہے جو اس امر پر دال ہے۔

ایک دفعہ مسلمانوں اور کفار و مشرکین کے درمیان جنگ ہوئی تو مسلمانوں نے ایک عورت کو اپنا اسیر بنا لیا تھا۔ اس کا شوہر اس جنگ کے دوران موجود نہیں تھا۔ جب اُس کے شوہر کو اپنی بیوی کی اسیری کا علم ہوا تو اُس نے قسم کھائی کہ وہ محمد (ﷺ) کے اصحاب سے ضرور بدلہ لے گا۔ چنانچہ وہ لشکرِ اسلام کے تعاقب میں چل پڑا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کرلیا تھا کہ وہ رات ایک درے میں گزاریں گے۔ جب رات ہوئی تو آپؐ نے حضرت عمار اور حضرت عباد بن بشر انصاری کو درے کی حفاظت پر مامور کیا۔ ان دونوں نے آپس میں یہ طے کرلیا کہ آدھی رات عباد ڈیوٹی دیں گے اور باقی آدھی رات عمار حفاظت کریں گے۔ جناب عمار سو گئے اور جناب عباد ڈیوٹی کرنے لگے۔ انھوں نے نماز پڑھنا شروع کردی تاکہ ڈیوٹی بھی ہوتی رہے اور اللہ کی بندگی بھی ہوتی رہے۔ وہ کافر جو مسلمانوں کے تعاقب میں تھا وہ بھی درے تک پہنچ گیا۔ جب اُس کی نگاہ عباد پر پڑی کہ وہ نماز میں مصروف ہے تو اُس نے انھیں اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ وہ تیر ان کے جسم میں پیوست ہوگیا۔ عباد نے فوراً تیر اپنے جسم سے نکالا اور اپنی نماز کو جاری رکھا۔ اُس کافر نے ان کی طرف ایک اور تیر پھینکا وہ بھی انھیں آلگا لیکن پھرتی کے ساتھ وہ تیر بھی نکال پھینکا اور نماز کو جاری رکھا۔ پھر اس نے ایک اور تیر سے ان پر وار کیا۔ وہ تیر بھی اُن کے جسم میں پیوست ہوگیا۔ جب تیسری بار ایسا ہوا تو عباد نے فوراً رکوع و سجود کو مکمل کیا اور عمار کو بیدار کیا۔ جب عمار بیدار ہوئے تو کافر بھاگ نکلا۔ عمار نے عباد کو خون میں لت پت دیکھا تو وجہ پوچھی۔ عباد نے سارا واقعہ سنایا تو انھوں نے کہا: مجھے تم نے فوراً کیوں آگاہ نہیں کیا تھا؟

عباد نے جواب دیا: میں اس وقت قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تلاوت کو منقطع کروں۔ لیکن جب تیر میری طرف مسلسل آنے لگے تو میں نے نماز جلدی کے ساتھ مکمل کی اور تمھیں بیدار کیا۔ بخدا! اگر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی اور قوم کی حفاظت میں کوتاہی کا خوف نہ ہوتا تو چاہے میری جان چلی جاتی میں قرآن کی سورت کی تلاوت کو قطع نہ کرتا۔

آدابِ قرأت

قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے کے آداب ہیں۔ قرآن پڑھنے والا باطنی طور پر خداوند تعالیٰ سے گفتگو کر رہا ہوتا ہے، لہٰذا اُسے یہ خیال کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ جس ذات سے ہم کلام ہے اس کے مناسب جو آداب ہیں ان کو بھی سامنے رکھے تاکہ یہودیوں کی مثال سامنے نہ آئے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعہ:۵)

"جن لوگوں کو تورات دی گئی پھر وہ لوگ اس کے حامل نہ بنے۔ ان کا تورات اُٹھانا مثل کتابوں سے بارشدہ گدھے کے ہے"۔

دنیا رزق کے پیچھے بھاگتی ہے لیکن رزق، عالم کو تلاش کرتا ہے۔ جی ہاں! عالم کے لیے بھی لازم ہے کہ جو رزق اُسے اللہ کی طرف سے مل جائے اس پر وہ صابر وشاکر رہے۔

وہ علماء بدترین ہیں جو رزق کی خاطر اُمرا کے دروازوں کا طواف کرتے ہیں اور نعمتِ علم کی توہین کرتے ہیں۔ وہ امراء عظیم ہیں جو دین کی خاطر علما کے دروازوں کا طواف کر کے علم کی شان کو دوبالا کرتے ہیں۔

جب انسان قرآن حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو قربت کی نیت کے ساتھ ارادہ کرے اور اپنے اللہ کی رضا کے لیے قرآن کو حاصل کرے۔

منیۃ المرید میں شہید ثانی سے روایت ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی آدمی نے علم سیکھا۔ ایک عرصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں رہا۔ پھر اجازت لے کر اپنے وطن کی طرف چلا آیا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے وصیت کی کہ وہ دنیاداروں کے دروازوں پر جا کر علم کی توہین نہ کرے۔ اُس نے آپ کی نصیحت کو سنا اور قبول کیا اور اس پر پابند رہنے کا وعدہ کیا۔ آپ نے اُسے یہ بھی فرمایا کہ وہ جلد ان کے پاس واپس آجائے۔ وہ آدمی چلا گیا۔ کافی عرصہ گزرا وہ آدمی واپس نہ آیا۔ حضرت جبرئیلؑ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس آدمی کے بارے میں دریافت کیا تو جنابِ جبرئیلؑ نے بتایا۔ وہ آدمی بندر بن کر یعنی مسخ ہو کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اس کی یہ مصیبت دُور کردے تو ذاتِ احدیت کی طرف سے پیغام آیا: اے موسیٰؑ! میں نے علم جیسی عظیم نعمت اُسے عطا کی تھی لیکن اُس نے جہلا کے دروازوں کا طواف کر کے میری نعمت کی توہین کی۔ اس لیے میں نے اُسے اس عذاب میں معذب کردیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے اُس کی مخلوق کے لیے عہد ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عہد پر نظر کرے اور روزانہ اس کی پچاس آیات کی تلاوت کرے۔

اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ قدس میں سوال کیا: میں آپ پر قربان جاؤں، میں قرآن کا حافظ ہوں۔ کیا زبانی پڑھتا رہوں یا قرآن پر دیکھ کر پڑھوں۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں، قرآن پر دیکھ کر تلاوت کیا کرو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ قرآن میں نظر کرنا بھی عبادت ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو قرآن کو دیکھ کر پڑھتا ہے تو اس کی بصارت میں اضافہ ہوگا اور اُس کے والدین سے تخفیف عذاب ہوگی، اگرچہ وہ کافر ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اپنے گھروں کو قرآن کی تلاوت سے روشن کرو اور یہود و نصاریٰ کی طرح انھیں قبریں نہ بناؤ کہ انھوں نے بھی اپنے گرجوں میں نمازیں پڑھیں اور گھروں کو محروم چھوڑا۔ جب گھر میں تلاوتِ قرآن زیادہ ہو تو اس میں برکت زیادہ اور رزق وسیع ہو جاتا ہے اور وہ گھر اہلِ آسمان کے لیے ستاروں کی طرح چمکتا ہے۔ آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ قرآن والے، اللہ والے ہیں اور اُس کے خاص بندے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث روایت ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالتؐ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرور فتنے واقع ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! دفاع کیسے ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کے ذریعے، اس میں گذشتہ اور آیندہ کی خبریں ہیں اور موجودہ دور کے احکام موجود ہیں۔ یہ قرآن وہ فیصل ہے جس میں مسخرہ پن نہیں، اسے خواہشات، کج نہیں کرسکتیں۔ اس سے علما سیر نہیں ہوسکتے۔ یہ کثرتِ تلاوت سے پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ اگر اُسے کوئی سرکش چھوڑے گا تو خدا اُسے پست کردے گا۔ جو ہدایت کو اس کے غیر سے طلب کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور صراطِ مستقیم ہے جو اس پر عمل کرے گا ثواب پائے گا، جو اس کے ساتھ حکم کرے گا وہ عادل ہے، جس نے اس کی طرف دعوت دی گویا اُس نے سیدھے راستے کی طرف بلایا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: قیامت کے دن تین بارگاہِ خداوندی میں اپنا شکوہ پیش کریں گے:

① مسجد، جس میں نماز پڑھنے والا نہ ہو۔

② عالم جو جاہلوں کے درمیان ہو، اُس سے کوئی علم نہ سیکھتا ہو۔

④ وہ قرآن جسے الماری میں رکھ دیا گیا ہو اور اُس کی تلاوت کوئی نہ کرتا ہو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص نماز کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کے لیے ہر ہر حرف کے بدلے میں ایک سو نیکی کا ثواب ہے اور جو بیٹھ کر نماز میں قرآن پڑھے اس کے لیے پچاس نیکیوں کا ثواب ہے، اور جو شخص نماز معمول کے مطابق پڑھے تو اُسے ہر ہر حرف کے عوض میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اس میں کیا ہرج ہے کہ ایک تاجر جو سارا دن کاروباری معروفیات میں گزار دیتا ہے کہ وہ رات کو سونے سے پہلے قرآن کی کوئی سورت پڑھ لے، تاکہ اس کے نامۂ اعمال میں ہر ہر آیت کے بدلے میں دس دس نیکیاں لکھ دی جائیں اور دس دس برائیاں مٹا دی جائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

① علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

② والدین کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھنا عبادت ہے۔

③ قرآن کے صحیفہ میں دیکھنا عبادت ہے۔

④ خانہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجھے قرآن کا گھر میں رکھنا محبوب ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے اللہ شیاطین کو دُور کرتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

① جو شخص ہر شب قرآنِ مجید کی دس آیات کی تلاوت کرے اس کا شمار غافلین سے نہ ہوگا۔

② جو شخص ہر رات قرآن مجید کی پچاس آیات کی تلاوت کرے اس کا شمار ذاکرین میں سے ہوگا۔

③ جو شخص ہر رات قرآن مجید کی ایک سو آیات کی تلاوت کرے وہ قنوت کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے۔

④ جو شخص ہر شب دو سو آیات پڑھے اس کا شمار خشوع کرنے والوں میں سے ہوگا۔

⑤ اور جو شخص ہر شب تین سو آیات پڑھے وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہے۔

⑥ جو شخص ہر رات پانچ سو آیات پڑھے اس کا شمار کوشش کرنے والوں میں سے ہوگا۔

⑦ اور جو شخص ہر رات ایک ہزار آیات کی تلاوت کرے اس کے نامۂ اعمال میں ایک قنطار سونے کا درج ہوگا

یعنی جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا ہو (ایک قنطار ہزار مثقال کے برابر ہے اور ہر مثقال چوبیس قیراط کے برابر ہے اور ہر قیراط کم از کم کوہِ اُحد اور زیادہ سے زیادہ زمین و آسمان کے مابین فاصلہ کے برابر ہوگا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے: ہر انسان کو تعقیبات نمازِ صبح کے بعد پچاس آیات تلاوت کرنی چاہیے۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے قرآن کی تلاوت کرنے والے اور اُس کے سننے والے کا بے حد ثواب بیان فرمایا تو ایک شخص جو قبیلہ اسد میں تھا اُس نے عرض کیا: حضور! یہ ثواب تو اس کا ہے جو پڑھا لکھا ہے، جو اَن پڑھ ہو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اسدی! خداوند جواد بھی ہے اور کریم بھی ہے، اُسے جس طرح پڑھنا آتا ہے اُسی طرح پڑھے۔ اُسے بھی ویسا ثواب مل جائے گا۔

جامع الاخبار میں حدیث ہے جو جناب سلمان فارسیؓ سے منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے سلمان! قرآن مجید کی تلاوت ضرور کیا کرو کیونکہ یہ گناہوں کا کفارہ، جہنم کی ڈھال اور عذاب کے لیے امان ہے۔ پڑھنے والے کے لیے ہر آیت کے بدلے میں سو شہید کا ثواب ہے۔ ہر سورت کے بدلے میں اُسے نبی مرسل کا ثواب ملتا ہے۔ پڑھنے والے پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ جنت اس کی مشتاق اور خدا اُس سے خوش ہوتا ہے۔ مومن جب قرآن پڑھتا ہے تو خدا اُس پر نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر آیت کے بدلے میں اُسے ایک ہزار حور عطا فرماتا ہے اور ہر ہر حرف کے بدلے میں اس کے لیے صراط پر نور ہوتا ہے۔ جب وہ قرآن مجید ختم کرتا ہے تو اُسے تین سو تیرہ ایسے نبیوں کا ثواب ملتا ہے جنھوں نے اللہ کے احکام کی تبلیغ کی اور اس طرح ہے جیسے اُس نے تمام گذشتہ انبیاء کی کتابوں کی تلاوت کی۔ اللہ اُس کے جسم پر جہنم کو حرام کرتا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے ابھی حرکت نہیں کرتا کہ خدا اُس کے اور اُس کے والدین کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور قرآن کے ہر سورہ کے مقابلہ میں جنت الفردوس میں اس کو ایک شہر عطا ہوتا ہے جس کی بنا سبز مروارید سے ہے اور ہر شہر میں ایک ایک ہزار محل جو ایک ایک لاکھ کمروں پر مشتمل ہے اور ہر کمرہ ایک لاکھ بیت پر مشتمل ہے اور ہر بیت کا ایک لاکھ دروازہ رحمت کا ہے، ہر دروازہ پر ایک لاکھ دربان اور ہر دربان کے ہاتھ میں مختلف اقسام کے ہدایا و تحائف ہیں اور ہر دربان کے سر پر استبرق کا رومال ہے جو دنیا اور اس کی تمام نعمات سے افضل ہے۔ ہر بیت کے اندر ایک ایک لاکھ عنبر کی مسندیں لگی ہوئی ہیں۔ ہر مسند پر ایک ایک لاکھ تخت ہیں اور ہر تخت پر ایک لاکھ بستر لگے ہوئے ہیں کہ ہر دو بستروں کے درمیان ایک ہزار گز کا فاصلہ ہے اور ہر بستر پر ایک ہزار حور موجود ہے۔ آپؐ نے اپنے کلام کو جاری

رکھتے ہوئے فرمایا: جب کوئی قرآن مجید پڑھتا ہے تو اُس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر ہر حرف کے بدلہ میں ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اُس کے لیے تسبیح کرتا رہتا ہے۔

مفہوم ترتیل قرآن مجید

کافی میں محمد بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ قدس میں عرض کیا: کیا میں ایک رات میں ختم قرآن کرلیا کروں؟

معصوم علیہ السلام نے فرمایا: مجھے یہ بہتر نہیں لگتا کہ تو ایک ماہ سے کم عرصہ میں ختم قرآن کرے۔

ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، کیا ماہِ رمضان المبارک کی ایک شب میں ختم قرآن کرسکتا ہوں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا دو راتوں میں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: کیا تین راتوں میں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں یہ ٹھیک ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے تکلم فرمایا۔ اے ابو محمد! یہ ماہِ رمضان المبارک کا اعزاز ہے، کوئی اور دوسرا مہینہ اس کی مثل نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ایک ماہ یا اس سے کم میں ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کو جلد بازی سے نہیں بلکہ ترتیل کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ جب ایسی آیت سے گزرو کہ جس میں جنت کا تذکرہ ہو تو وہاں رُک جاؤ اور بارگاہ احدیت میں جنت کا سوال کرو اور جب ایسی آیت سے گزرو کہ جس میں دوزخ کا ذکر ہو تو وہاں دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی دعا مانگو۔

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے (وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا) کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: جناب امیر علیہ السلام کا فرمان ہے:

قرآن کے الفاظ کو صحیح اور واضح کرکے پڑھو۔ اشعار کی طرح بہت تیزی سے نہ پڑھو اور بہت آہستہ کرکے ریت کے ذرات کی طرح منتشر بھی نہ کرو لیکن اپنے پتھر دلوں کو اس سے خوفزدہ کرو۔ سورہ کا خاتمہ مقصد نہ ہو بلکہ ہدف، استفادہ ہونا

چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: قرآن کو خوب صورت آواز سے مزین کرو کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کے حُسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام قرآن کریم کی ترتیل کچھ ایسے انداز میں فرماتے تھے کہ راستہ چلنے والوں کے قدم رُک جاتے تھے۔

علمِ تفسیر

یہ وہ حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں، دین اسلام کی اصل و اساس قرآن مجید ہی ہے۔ سرتاج انبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث شریفہ بھی شریعتِ اسلامی میں ایک اساسی حیثیت رکھتی ہیں لیکن معصومینؑ نے خود بارہا اللہ کی شریف مخلوق کو پیغام دیا کہ ہماری احادیث میں سے جو احادیث قرآن مجید کے مطابق نہ ہوں اُنھیں دیوار پر مارو، وہ ہماری احادیث نہیں ہیں۔ وہ ہماری طرف منسوب کردی گئی ہیں اور جو حدیث قرآن کے مطابق ہوں اُنھیں لے لو کیونکہ وہ ہماری ہیں۔

بہرکیف مطالب دینیہ اور علومِ اسلامیہ کا مدار اور اصل و اساس قرآن کریم ہے۔

صاحب مجمع البیان نے علمِ تفسیر کے بارے میں لکھا ہے:

اَلتَّفسِیرُ کَشفُ المُرَادِ عَنِ اللَّفظِ المُشکِلِ وَالتَّاوِیلُ رَدُّ المُحتَمَلَینِ اِلٰی مَا یُطَابِقُ الظَّاہِرِ

"تفسیر کا معنی ہے لفظ مشکل کی مراد کو واضح کرنا، تاویل کا معنی ہے دو احتمالوں میں سے ایک کے ظاہر کی مطابقت کی طرف لانا"۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے تفسیر کی چار قسمیں منقول ہیں:

① وہ تفسیر جس کی جہالت سے بچنے کے لیے کوئی شخص معذور نہیں جیسے توحید کے دلائل۔

② وہ تفسیر جسے اہلِ زباں اندازِ بیان سے سمجھ سکتے ہیں جیسے حقائق لغویہ اور محاورات عرفیہ۔

③ وہ تفسیر جسے صرف علما ہی سمجھ سکتے ہیں جیسے تاویلِ متشابہات۔

۴ وہ تفسیر جس کو صرف ذاتِ علام الغیوب کے کوئی نہیں جان سکتا، جیسے قیامت کا آنا۔

علامہ طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان نے تفسیر کو چار قسموں میں تقسیم فرمایا ہے:

۱ یہ کہ نہ الفاظ مجمل ہوں اور نہ معانی میں ایک سے زیادہ کا احتمال ہو جیسے آیہ قصاص اور ادلہ توحید۔ اس قسم کی تفسیر کو ہر واقفِ عربیت جان سکتا ہے۔

۲ وہ معانی جن میں اجمال پایا جاتا ہے، ان کی تفسیر کو صرف معصومینؑ ہی جان سکتے ہیں جیسے نماز اور زکوٰۃ کا طریقہ وغیرہ۔

۳ وہ مقام جہاں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہو تو اس مقام پر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صرف ایک احتمال مراد ہو اور باقی احتمالات کی قطعاً نفی ہو اور دوسرا یہ کہ سب احتمالات مراد لیے جا سکتے ہوں۔

پہلی صورت میں اپنی رائے سے ایک معنی کی تعیین کرنا بغیر دلیل قطعی حرام و ممنوع ہو۔ اور دوسری صورت میں ایک احتمال کو یقین و قطع کے طور پر لے لینا بغیر نصِ صریح کے ناجائز ہے اور اس بارے میں اقوال مفسرین پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، جب تک اس کی تاویل پر اجماع متحقق نہ ہو۔ پس اس سے جو کچھ حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ لغوی معانی اور عرفی محاورات میں جہاں اجمال یا معانی کثیرہ کا احتمال نہ ہو یا محکمات قرآن جہاں کسی تاویل کی گنجائش تک نہ ہو، کے علاوہ میں پورے قرآن کی تفسیر و تاویل محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نشاندہی کے بغیر تفسیر بالرائے ہے۔ اپنے قیاسات و استحسانات کو عمل میں لانا جائز نہیں ہے اور اپنی ذاتی رائے کی بنا پر قطعی اور یقینی طور پر ایک معنی کی تخصیص یا توجیہ و تاویل ممنوع ہے۔

ایک خوبصورت محفل

مدینہ منورہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ملکوتی محفل پوری کائنات کو اپنے نور سے منور کر رہی تھی۔ اس کی تجلیاں مشرق و مغرب کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں کہ کوفہ سے ایک آدمی آیا جو اپنی نگاہ میں اور اپنی قوم کی نگاہ میں ایک بہت بڑا عالم و رہبر تھا۔ دنیا اُسے ایک بہت بڑا مقام دیتی تھی۔ وہ اپنی قوم کا مفتی تھا، محدث تھا، مفسر تھا۔ وہ بھرپور اعتماد کے ساتھ اور اپنے تبحر علمی پر نازاں صورت میں اس محفل میں داخل ہوا۔ تو امام علیہ السلام نے اُس سے پوچھا: کیا تو عراق کا مفتی ہے؟

اُس نے جواب دیا: جی ہاں۔

پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا: تو کس چیز سے فتویٰ دیتا ہے؟

اُس نے جواب دیا: قرآن مجید سے فتویٰ دیتا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو کتاب اللہ کے ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کو جانتا ہے؟

اُس نے کہا: ہاں جانتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ○ (السبا: ۱۸)

''ہم نے اس میں چلنا مقدر کیا، پس تم اس میں دن رات امن سے سیر کرو''۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت میں کسی زمین کی طرف اشارہ ہے جس میں انسان شب و روز باامن سفر کرے اور کسی دشمن، چور، ڈاکو بلکہ حشرات الارض یا درندوں وغیرہ کا کوئی خوف و خطر اُسے لاحق نہ ہو؟ وہ کہنے لگا: حضور مکہ و مدینہ کے درمیان والی سرزمین مراد ہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے حاضرین محفل سے فرمایا: خدارا سچ بتایئے جب تم مکہ اور مدینہ کی طرف سفر کرتے ہو تو تم کو جانی یا مالی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا؟

وہ کہنے لگے: کیوں نہیں، بڑے بڑے خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے اُس مفتی عراق سے فرمایا: تم پر افسوس ہے، اللہ تو غلط بات نہیں کہتا یہ تم نے کیا کہہ دیا؟ اُس سے کوئی جواب نہ بن سکا، خاموش بیٹھا رہا۔

آپ علیہ السلام نے اُس پر ایک اور سوال کیا: خدا فرماتا ہے: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو بھی اس میں داخل ہوگا امن کے ساتھ رہے گا) بتایئے اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟

اُس نے جواب دیا: اس سے بیت اللہ مراد ہے۔

آپ علیہ السلام نے حاضرین کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا عبداللہ ابن زبیر کے بارے میں تم لوگ جانتے ہو؟ کہ وہ اس مقام پر قتل نہیں ہوئے تھے؟ سب نے جواب دیا: جی ہاں بے شک وہ اسی مقام پر قتل ہوئے تھے۔ آپ نے اس کی طرف اپنا رُخ انور کیا اور فرمایا: تم پر افسوس ہے۔ اللہ نے تو سچ فرمایا ہے اور تو نے یہ کیا کہہ دیا ہے؟

وہ خاموش رہا، کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد وہ بول پڑا کہ میں کتاب اللہ کو اتنا زیادہ نہیں جانتا بلکہ میں تو قیاس سے فتویٰ جاری کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تیرے قیاس میں قتل اور زنا میں سے کون سا گناہ سخت ہے؟

اُس نے جواب دیا: قتل سخت ترین گناہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر قتل کے لیے گواہ دو اور زنا کے لیے گواہ چار ضروری کیوں ہیں حالانکہ قیاس کے اعتبار سے معاملہ برعکس ہونا چاہیے، یعنی قتل کے لیے چار اور زنا کے لیے دو گواہ ہوں۔

پھر آپ علیہ السلام نے اس پر ایک اور سوال کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟

اُس نے جواب دیا: روزہ سے نماز افضل ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: حائض عورت پر نماز کی قضا معاف ہے اور روزہ کی قضا واجب کیوں ہے؟ حالانکہ نماز افضل ہے۔اس کی قضا معاف نہ ہوتی اور روزہ کی قضا معاف ہوتی۔ پھر آپ علیہ السلام نے ایک اور سوال کیا: پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟

اس نے کہا: پیشاب زیادہ نجس ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: قیاس کی رُو سے پھر پیشاب کے لیے غسل واجب ہونا چاہیے اور منی کے لیے صرف استنجا ہی کافی ہونا چاہیے تھا حالانکہ فقہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

جب وہ امام علیہ السلام کی پُرزور علمی گفتگو سے عاجز آ گیا تو کہنے لگا: میں خود صاحب رائے ہوں۔

جب اُس نے یہ بات کی تو آپؑ نے اُس سے دریافت کیا: ایک شخص نے اپنی اور اپنے غلام کی ایک ہی دن میں شادی کی اور ایک ہی رات میں دونوں نے اپنی اپنی بیوی سے ہم بستری کی۔ پھر وہ دونوں سفر کو چلے گئے۔ دونوں عورتیں ایک ہی مکان میں تھیں۔ ان دونوں کے ہاں ایک ہی دن میں لڑکے پیدا ہوئے۔ اتفاق سے مکان کی چھت گری اور وہ دونوں عورتیں اس مکان کے گرنے سے دب کر مرگئیں اور وہ دونوں لڑکے مرنے سے بچ گئے۔ اب یہ بتا ان دونوں بچوں میں سے وارث کون ہوگا؟ اور میراث کون؟ (اس استدلالی اور محکم گفتگو کے سامنے لب ہلانے کی گنجائش تک نہ رہی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا)۔ جب اُسے بولنے کی طاقت ملی تو کہنے لگا: میں تو صرف حدود ہی کو جانتا ہوں۔ معصوم نے اس پر ایک اور سوال کر دیا: اگر نابینا کسی بینا کی آنکھ پھوڑ دے یا کوئی اپاہج کسی تندرست آدمی کا پاؤں کاٹ دے تو تیری رائے میں مجرم پر حد کیسے جاری ہوگی؟

وہ حیران و پریشان ہو کر بولا: میں تو صرف بعثت انبیاؑ کے مسائل اچھی طرح جانتا ہوں اور بس۔

یہ سن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا تو یہ بتا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو

فرمایا:(فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى) "فرعون کے ساتھ نرم لہجے میں باتیں کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے" کیا لعل کا استعمال مقامِ شک پر ہوتا ہے؟ اُس نے جواب دیا: جی ہاں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا خدا کو شک تھا؟

اس آدمی نے جواب دیا: جی مجھے اس کا علم نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ابھی تو تم نے دعویٰ کیا ہے کہ میں قرآن سے فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ تو وارث کتاب نہیں ہے اور تو اپنے آپ کو صاحبِ قیاس کہتا ہے حالانکہ پہلا قیاس جس نے کیا وہ ابلیس تھا۔ اور یہ یاد رکھ خدا کا دین قیاس کی بنیادوں پر قائم نہیں ہے۔ پھر تو دعویٰ کرتا ہے کہ میں خود صاحبِ رائے ہوں حالانکہ رائے کا حق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ رائے صرف انہی کی حقیقت ہے۔ باقی لوگوں کی رائے میں غلطی کی گنجائش ہے جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے: (اُحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ) اے رسولؐ! ان لوگوں کے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کیا کرو جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے"۔

تم نے ابھی کہا ہے کہ وہ حدود کا عالم ہے حالانکہ اسے کماحقہ وہ سمجھ سکتا ہے جس پر یہ حدود نازل ہوئیں۔ تم نے بعثتِ انبیاؑ کے علم کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ انبیاؑ تجھ سے اس چیز کو بہتر جانتے ہیں۔ اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ ابوحنیفہ، فرزندِ رسولؐ کے پاس گیا اور امام نے اس سے کوئی سوال نہ کیا کہ اُس کے علم سے مرعوب ہو گئے تو میں قطعاً تجھ پر کوئی سوال نہ کرتا۔ بس اب چلا جا، اگر قیاس کا عامل ہے تو اس پر عمل کیے جا۔

امام علیہ السلام کے سامنے اس صاحب نے کہا: اب خدا کے دین میں کبھی قیاس پر عمل نہیں کروں گا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: حُبِ جاہ کبھی تیرا پیچھا نہ چھوڑے گی جس طرح اُس نے تجھ سے پہلے لوگوں کا پیچھا نہ چھوڑا۔

قرآن اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ

عالمِ اسلام کے جتنے مکاتب ہیں اُن سب کی کتب میں متواتر احادیث موجود ہیں کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور باطن کا باطن ہے حتیٰ کہ ساتِ بواطن ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں ابن مسعود سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قرآن مجید سات قرأتوں یا سات قسموں میں اُترا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ تحقیق علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اس قرآن کے ظاہر و باطن دونوں کا علم ہے۔ بعض روایات میں یہ آیا ہے: (ان

القرآن ذلولٌ ذو وجوه فاحملوه علی احسن الوجوه) یعنی ”قرآن میں ایک یہ آسانی ہے کہ اس کے معانی میں کئی وجوہ پیدا ہوسکتی ہیں پس اسے اچھی جگہ پر محمول کرلیا کرو“۔

عیاشی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے حمران سے فرمایا: ظاہر قرآن سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے حق میں یہ قرآن نازل ہوا ہے اور باطن سے مراد وہ لوگ ہیں جو اُن جیسے اعمال سرانجام دیں، پس جو کچھ اُن کے متعلق اُترا ہے ان پر بھی صادق آتا ہے۔

عن غیبة النعمانی عن الصادقؑ انه قال فی حدیث له ذکر فیه انّ من مات عارفاً بحق علیٍ دون غیره من الأئمه مات میتةً جاهلیةً ان القرآن تاویله یجری کما یجری اللیل والنهار وکما تجری الشمس والقمر فاذا جاء تاویل منه وقع فمنه ما قد جا ومنه مالم یجی

”بروایت غیبت نعمانی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص امام علی علیہ السلام کے حق کا عارف ہوکر مرے اور باقی آئمہ کو نہ پہچانتا ہو تو وہ گویا جاہلیت کی موت مرا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: قرآن کی تاویل اس طرح جاری ہے جس طرح دن اور رات جاری ہیں اور جس طرح سورج اور چاند جاری ہیں۔ پس جب تاویل آجاتی ہے تو وہ چیز واقع ہوجاتی ہے۔ پس ان میں سے کچھ آچکی ہیں اور کچھ باقی ہیں جو ابھی نہیں آئیں“۔

معصومؑ کے فرمان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کی تاویل شب و روز اور شمس و قمر کی طرح قیامت تک جاری وساری ہے۔ اور تنزیلی تاویلی مصداق حکم میں برابر ہوا کرتے ہیں جس طرح پہلے لیل ونہار قیامت تک کہ لیل ونہار کے ساتھ حکم میں برابر ہیں۔

تفسیر فرات بن ابراہیم میں خیثمہ سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: قرآن تین حصوں پر اُترا ہے۔ ایک حصہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے بارے میں ہے اور ایک حصہ ہمارے دشمنوں اور ہمارے اسلاف کے دشمنوں کے بارے میں ہے اور ایک حصہ سنت اور امثال میں ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ جب کوئی آیت کسی قوم کے متعلق نازل ہوتی اور پھر اس قوم کی موت کے بعد وہ آیت بھی مُردہ ہوجاتی تو اس وقت تک قرآن باقی نہ رہتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ قرآن کا اوّل آخر پر جاری ہے کہ جب تک آسمان وزمین باقی ہیں اور ہر قوم کے لیے آیت موجود ہے کہ وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں

یا وہ اس آیت سے خیر کے مصداق ہیں یا شر کے۔

مکتب اہلِ بیتؑ اور قرآن

رسالہ اعتقادات میں حضرت ابن بابویہ نے نقل کیا ہے کہ ہمارا عقیدہ قرآن مجید کے بارے میں یہ ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اُس کی معرفت کا وسیلہ ہے۔ یہ اس کی تنزیل، اس کا قول اور اس کی کتاب ہے۔ اس کے پاس آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا۔ یہ علیم وحکیم کی نازل کردہ کتاب ہے اور یہ بیانِ حق ہے اور بے شک یہ قولِ فصل ہے۔ کوئی تمسخر و مزاح نہیں ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ اس کا پیدا کرنے والا، نازل کرنے والا اور محافظ و نگہبان اور کلام کرنے والا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ تحقیق یہ قرآن جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل کیا وہ وہی ہے جو ان دو تختیوں کے درمیان ہے اور وہی ہے جو عام لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں اور اس کی سورتوں کی تعداد لوگوں کے نزدیک ۱۱۴ ہے اور ہمارے نزدیک سورۃ الضحیٰ اور الم نشرح ایک سورہ شمار ہوتی ہے اور لایلف اور الم ترکیف دونوں ایک سورہ شمار ہوتی ہیں اور جو لوگ ہماری طرف اس سے زیادہ کی نسبت دیتے ہیں پس وہ جھوٹے ہیں۔

علامہ مجلسی اپنے رسالہ اعتقادات میں نقل کرتے ہیں: قرآن کی حقیقت پر ہمارے نزدیک ایمان لانا واجب ہے اور جو اس میں جو کچھ موجود ہے خواہ اس کی تفصیل معلوم نہ ہو اس پر اور اس کے مُنزل مِن اللہ ہونے پر اور اُس کے معجز ہونے پر ایمان لانا ہمارے نزدیک واجب ہے۔ اس کا انکار اور اس کی توہین ہمارے نزدیک کفر ہے۔ اس طرح ہر وہ کام جس سے قرآن کی توہین لازم آئے اُسے بلا ضرورت رقم کمانے کے لیے پیشہ بنانا یا نجس جگہ میں ڈالنا حرام اور کفر ہے۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا فرمان ہے: ہمیں قرآن مجید کے صحیح منقول ہونے کا ایسے علم ہے جیسے دُور کے بڑے شہروں اور بڑے حادثوں، عظیم یادگاروں اور مشہور کتابوں کے صحیح نقل ہونے کا علم ہے۔

علامہ طبرسی مجمع البیان میں تحریر فرماتے ہیں: قرآن مجید میں زیادتی کا قول باطل ہے۔ اس میں اجماع ہے۔ اس میں نہ کمی ہے اور نہ زیادتی ہے۔

نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۱ میں حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

''ہم نے لوگوں کو حاکم نہیں بنایا بلکہ ہم نے قرآن مجید کو ہی حاکم قرار دیا تھا اور یہ قرآن سوائے اس کے نہیں کہ دو تختیوں کے درمیان محفوظ خط ہے وہ خود نہیں بولتا بلکہ اُس کے لیے ترجمان کی ضرورت

ہے اور انسان ہی اس کی طرف سے بولا کرتے ہیں۔ جب قوم (معاویہ والوں) نے ہمیں دعوت دی کہ قرآن کو اپنے درمیان فیصل مقرر کریں تو ہم کتاب اللہ سے منہ موڑنے والا فریق نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی امر میں جھگڑا کرو تو اُس کے فیصلہ کے لیے معاملہ کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف پلٹا دو، پس اللہ کی طرف پلٹانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے نزاعات میں اس کی کتاب کو حاکم بنائیں"۔

تدوین قرآن

دورِ جاہلیت اور کتابت

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل جزیرہ نما عرب کتابت اور تحریر و تدریس سے بالکل اجنبی تھا۔ اس دور میں صرف ایک آدمی کتابت سے واقف تھا جس کا نام حرب بن اُمیہ بن عبدالشمس تھا۔ یہ آدمی اپنے سفروں کے دوران کتابت سیکھتا رہا۔ ایک اور آدمی کا نام بھی تاریخ نے اپنے ہاں محفوظ کیا ہے، اُن کا نام ہے بشر بن عبدالملک صاحب دومۃ الجندل، ان دونوں نے مکہ والوں کو کتابت سکھلائی۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان بعثت کیا تو اُس وقت مکہ میں سترہ آدمی کتابت سے واقف تھے۔

آمد اسلام اور کتابت

جونہی اسلام کا آغاز پہلی وحی سے ہوا تو اس میں قرأت، علم اور قلم کا تعارف کرایا گیا۔

اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ (سورۂ علق: ۳-۴)

"پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی"۔

رسول ثقلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں یہ پیغام موجود ہے:

اذا کان یوم القیامۃ وزن مداد العلماء بدماء الشہداء فیرجح مداد العلماء علی دماء الشہداء

"جب قیامت کا دن ہوگا تو علما کے قلم کی سیاہی کا وزن شہداء کے خون کے ساتھ کیا جائے گا تو علما

کے قلم کی سیاہی شہدا کے خون پر بھاری ثابت ہوگی"۔

ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے:

مداد العلما افضل من دماء الشهدا

"علما کے قلم کی سیاہی شہداء کے خون سے افضل ہے"۔

سامانِ کتابت

بعثت نبویؐ کے زمانے میں کتابت کے لیے درج ذیل اشیا پر لکھا جاتا تھا:

۱۔ العسب = کھجور کی کھال
۲۔ شظاظ = وہ لکڑی جس سے بورے کا منہ باندھا جاتا تھا
۳۔ قضیم = سفید رنگ کا چمڑا
۴۔ قراطیس = کاغذ
۵۔ رق = صاف و شفاف باریک چمڑا
۶۔ اشار = لکڑی کے چیرے ہوئے تختے
۷۔ کتف = بکری کے شانوں کی ہڈی
۸۔ لخاف = سفید صاف و شفاف باریک پتھر
۹۔ رقاع = چمڑے کے پارچے
۱۰۔ قتب = پالان کی لکڑی
۱۱۔ حریر = ریشمی کپڑا

کاتبانِ وحی

قرآنِ مجید کے اندر جتنا کلام ہے وہ وحی کے ذریعے رسول ثقلینؐ پر ۲۳ برسوں میں بتدریج نازل ہوا۔ جب وحی نازل ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کاتب کو بلا لیتے اور اُسے لکھنے کا حکم فرماتے۔ املا کرانے کے بعد کاتب سے فرماتے کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے، پڑھ کر سنائے، کاتب سنا دیتا۔ اگر کوئی غلطی ہوتی تو آپ اس کی اصلاح فرما دیتے۔

صاحب تاریخ دمشق نے کاتبانِ وحی کی تعداد ۲۳ نقل کی ہے۔ بعض مؤرخین نے ۴۳ یا ۴۵ بھی درج کی ہے۔ ان کاتبانِ وحی میں حضرت امام علی علیہ السلام کا نام اور حضرت زید بن ثابتؓ کا نام سب سے زیادہ ہے۔

حفظ قرآن

قرآن مجید کے جمع و حفظ کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لیا۔

ارشاد خداوندی ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ (القیامۃ: ۱۶-۱۷)

"اے (نبی کریمؐ) آپ وحی کو جلدی (یاد) کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا یقیناً ہمارے ذمہ ہے"۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۴)

"آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں اس سے پہلے کہ وحی کی تکمیل ہو اور کہہ دیا کریں کہ اے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما"۔

سورۂ اعلیٰ میں فرمایا: سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى (الاعلیٰ: ۶) "عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب وحی ہوتی تھی تو آپ وحی کی تکمیل سے قبل آیت کی تلاوت شروع کر دیتے تھے۔ پھر آپؐ سے فرما دیا گیا: آپؐ جلدی نہ کیا کریں، ہم آپؐ کو پڑھا دیں گے پھر آپؐ نہیں بھولیں گے"۔

جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اُسی وقت ضروری تھا کہ قرآن کے حفظ کا انتظام ہو جائے تو سب سے پہلے اس قرآن کی حفاظت کا پروگرام خداوند تعالیٰ نے خود لے لیا کہ قرآن کی حفاظت کرنا ہمارا کام ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے میں قرآن محفوظ تھا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے قرآن کی حفاظت کا عظیم الشان انتظام فرمایا۔ چند ایک حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۱ باقاعدہ حفظ کی تربیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کو محفوظ کرنے کے لیے حفظ کا اعلیٰ انتظام فرمایا۔ آپ نے اپنے اصحاب کو قرآن

کی تعلیم کے ساتھ قرآن مجید کے متن کے حفظ کی تربیت دی۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں حافظانِ قرآن کی تعداد اس کثرت کے ساتھ ہوگئی تھی کہ ان کا شمار مشکل تھا۔ بعض محققین نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں اور ان کے وصال کے قریبی زمانے میں حافظانِ قرآن کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے ثبوت کے لیے چند روایات یہ ہیں:

① رسول اللہ ﷺ نے چار ہجری میں قبیلہ بنی عامر کو قرآن کی تعلیم دینے کے لیے ۷۰ افراد کو روانہ فرمایا جو سب کے سب حافظانِ قرآن تھے۔ حافظانِ قرآن کا یہ قافلہ جب بئر معونہ پر پہنچا تو کافروں نے انھیں اپنے گھیرے میں لے کر سب کو شہید کر ڈالا۔ اس واقعے سے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپؐ ایک ماہ تک نماز کے قنوت میں قاتلوں پر لعنت کرتے رہے۔ یہیں سے نماز میں قنوت سنت قرار دی گئی۔

② اسی سال رسول اللہ ﷺ نے دس حافظانِ قرآن کو بنی عضل وقارہ میں قرآن کی تعلیم کے لیے روانہ فرمایا۔ جب یہ لوگ مقامِ رجیع پر پہنچے تو کفار نے انھیں شہید کر ڈالا۔

③ جب غزوۂ اُحد کا میدان لگا تو اس میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے جن میں اکثر حافظ قرآن تھے۔

ترتیب آیات و ترتیب نزول

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ موجودہ قرآن میں آیاتِ قرآنی جس ترتیب سے درج ہیں وہ ترتیبِ نزولی کے مطابق نہیں ہے۔ اس امر کے ثبوت کے لیے عرض ہے۔

① اسلام کے آغاز میں شوہر کی وفات کے بعد عورت کے لیے عدتِ وفات ایک سال تھی اور پورا سال اس کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہ تھا۔ عورت کو مرد کی میراث میں سے صرف ایک سال کا خرچ ملتا تھا۔ اس کا حکم اس صورت میں نازل ہوا تھا۔

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ (البقرہ:۲۴۰)

"اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں انھیں چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انھیں (گھریلو اخراجات) سے بہرہ مند رکھا جائے اور اُنھیں گھر سے نہ نکالا جائے"۔

مذکورہ بالا آیت کا حکم اسی سورہ کی اس سے پیش تر آنے والی ایک آیت کے ذریعے منسوخ ہوگیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَ الَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَ یَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ اَرۡبَعَۃَ اَشۡہُرٍ وَّ عَشۡرًا (البقرہ:۲۳۴)

"اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں"۔

ترتیبِ نزول کے مطابق منسوخ پہلے اور ناسخ بعد میں نازل ہوئی ہے، جب کہ یہ جو موجودہ ترتیب ہے اس میں ناسخ کا ذکر پہلے اور منسوخ کا ذکر بعد میں ہے۔

۲ ابن عباس، بلخی، سدی، جبائی نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ:۳) کے نزول کے بعد کوئی فرض حکم نازل نہیں ہوا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی منقول ہے۔

حالانکہ یہ آیت اب سورہ مائدہ میں درج ہے اور اس کے بعد بے شمار آیاتِ احکام محفوظ ہیں۔

قرآنی سورتوں کی ترتیب

قرآنی آیات کی ترتیبِ نزولی خود رسالت مآبؐ کے دور میں مکمل ہو چکی تھی اور یہ بات بھی واضح ہے کہ سورتوں کے نام اور اُن کی آیات کی تعداد بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مقرر ہو گئی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی سورت کے خاتمے کا اُس وقت علم ہو جاتا جب کسی اور سورہ کی ابتداء کے لیے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہو جاتی تھی۔

لیکن یہ امر اختلافی ہے کہ کیا ان سورتوں کی ترتیب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور میں دے دی تھی یا بعد میں اصحابِ رسولؐ نے انھیں ترتیب دیا۔ اس امر میں مختلف نظریات ہیں۔

ایک نظریہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں سلسلۂ وحی جاری تھا اس لیے قرآن مجید کو اُسی دور میں ایک مصحف کی شکل نہیں دی جا سکتی تھی چنانچہ اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پورا ہونا تھا۔ بعد میں لوگوں نے ان سورتوں کو

ترتیب دی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اصحاب کے پاس متعدد قرآن موجود تھے۔ ہر مصحف کی ترتیب دوسرے مصحف سے مختلف تھی۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام کے پاس جو مصحف تھا وہ ترتیب نزولی کے مطابق تھا۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ہو چکی تھی۔ جس طرح آیات کی ترتیب آپؐ نے خود اپنی نگرانی میں مقرر کی تھی اس طرح سورتوں کی ترتیب کو بھی آپؐ نے ہی مقرر فرمایا تھا۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بیان بھی یہی ہے کہ موجودہ شکل میں قرآن کی جمع آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مکمل ہو گئی تھی۔ ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کتابی شکل میں موجود تھا۔

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ کر مختلف ٹکڑوں سے قرآن کی جمع و تدوین کیا کرتے تھے۔

جی ہاں! یہ قرآن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانۂ اقدس میں موجود تھا۔ آپؐ نے اپنے وصال کے قریب کے زمانے میں حضرت علی علیہ السلام کو اپنی وصیت میں فرمایا:

> یاعلی القرآن خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوه واجمعوه ولاتضیعوه
>
> ”اے علیؑ! قرآن میرے بستر کے عقب میں مختلف صحیفوں پر ابریشم اور کاغذ کی صورت میں موجود ہے۔ پس اسے لے لیجیے اور جمع کر لیجیے اور ضائع نہ ہونے دیجیے“۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنی بہن کے گھر میں دو صحیفے دیکھے جن پر قرآن لکھا ہوا تھا۔ ان صحیفوں کو کسی سے پڑھوایا اور انھیں سن کر اسلام قبول کر لیا۔

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ رہا کہ آپؐ ہمیشہ کاتبین کو اپنے پاس رکھتے تھے جو معاہدوں اور دوسرے اُمور کو ضبط تحریر میں لاتے تھے۔

آپؐ نے ایک دفعہ ان کاتبوں کو حکم دیا تھا کہ وہ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لانے والے افراد کے نام تحریر کریں تو حضرت معاذ نے ایک ہزار پانچ سو افراد کے نام تحریر کیے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ اپنے عام اُمور کو بھی تحریر میں لانے کا حکم فرماتے۔ قرآن مجید تو اسلام کی اساس تھی تو کیا آپ نے اس عظیم الشان اور حامل ابدیت معجزے کی تدوین کا انتظام نہیں فرمایا ہوگا؟

عصرِ رسالت کے جامعین قرآن

جب رسول اللہ ﷺ کے دور کا، انسان مطالعہ کرتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کے اس دورِ رسالت میں کچھ اصحاب قرآن مجید کو جمع کرتے رہے تھے، ان کے اسماء یہ ہیں:

① امیر المومنین حضرت امام علی بن ابی طالبؑ

② اُبی بن کعب بن قیس

③ معاذ بن جبل بن اَوس

④ عبداللہ بن عمر

⑤ ابوایوب انصاری

⑥ زید بن ثابت

⑦ ابوالدردا

⑧ اُم ورقہ بنت عبداللہ بن حارث

عبادہ بن صامت

⑩ سعد بن عبید انصاری

⑪ ابوزید ثابت بن زید بن نعمان

⑫ عبید بن معاذ یا عبید بن معاذ جزری

⑬ عبداللہ بن مسعود

⑭ مجمع بن جاریہ یا حارثہ

⑮ سالم مولیٰ ابی حذیفہ

⑯ عقبہ بن عامر

جب قرآن مجید سے مربوط کتابوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عصرِ رسالت میں کتابی شکل میں موجود تھا اور ہر شخص کی رسائی میں تھا۔ فضائلِ قرآن، تلاوتِ قرآن، آدابِ تلاوتِ قرآن جیسی کتابوں میں جو احادیث ہیں وہ اس امر پر شاہد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

تَعَلَّمُوا الْكِتَابَ وَتَعَاهَدُوهُ وَاقْتَنُوهُ

''کتاب اللہ کی تعلیم حاصل کرو، اس کے ساتھ عہد باندھو اور اُسے اپنے پاس محفوظ رکھو''۔

بعد از رسولؐ جمع قرآن کا قصہ

یہ بات مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کے دور میں قرآن جمع ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہے: جب جنگِ یمامہ ہوئی تو اس جنگ میں بہت سے قاریانِ قرآن شہید ہو گئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: اے ابوبکر! اس جنگ میں بہت سے قاریانِ قرآن شہید ہو گئے ہیں، مجھے خوف ہے کہ اگر دیگر جنگوں میں بھی یہی حال رہا تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ حضرت عمر کے اصرار پر حضرت ابوبکر نے زید بن ثابت انصاری کو بلایا اور اُن سے کہا: تم عقل مند اور قابلِ اعتماد جوان ہو تم رسول اللہ ﷺ کی وحی کے کاتب رہے۔ جاؤ قرآن کی جستجو کرو اور اُسے جمع کرو۔ اُس وقت زید نے کہا: آپ وہ کام کیسے کریں گے جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں نہیں کیا۔ اس سوال کے بعد زید نے اس کام کو سنبھال لیا۔ اُس وقت پچیس رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی اور اُس وقت اعلان کیا گیا جس کسی نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کا کچھ حصہ اخذ کیا وہ ہمارے پاس جمع کرائے اور جب تک اُس کے قرآن ہونے پر دو گواہ پیش نہ ہوئے وہ اُسے قرآن کے طور پر قبول نہ کرتے، سوائے خزیمہ بن ثابت انصاری کے، ان کی پیش کردہ آیتوں کو بلا گواہ قبول کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی ایک گواہی کو دو گواہوں کا رتبہ دیا تھا۔

حضرت زید بن ثابت اور ان کی کمیٹی نے اس عمل کو مکمل کیا اور اس نسخے کو ایک صندوق میں محفوظ کر لیا گیا۔

مذکورہ بالا واقعہ کو اہلِ سنت کے ہاں خاصی شہرت حاصل ہے لیکن اس واقعہ کے بارے میں چند حقائق کا ذکر لازمی ہے۔ اس واقعہ میں یہ کہا گیا ہے کہ زید بن ثابت نے دو گواہوں کی گواہی کے بغیر کسی سے قرآن حاصل نہیں کیا حالانکہ اجماع اُمت ہے کہ قرآن تواتر سے ثابت ہے۔ اگر تواتر سے ثابت نہیں تو قرآن نہیں حالانکہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ بعض آیات کے لیے دو گواہ بھی نہ تھے۔ چنانچہ صرف ایک گواہ کی بنیاد پر ہی اُسے بطور قرآن قبول کر لیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس عظیم تاریخی کام کے لیے حضرت زید بن ثابت کا انتخاب کیوں کیا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بہت سے افراد تھے جنھیں قرآن کے حوالے سے بہت بڑا مقام حاصل تھا جن کا تذکرہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ یہ وہ چوٹی کے لوگ تھے جیسے عبداللہ بن مسعود، اُبی بن کعب، معاذ بن جبل اور سالم، ان میں زید کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

ابن مسعود کا مقام سب پر واضح تھا۔ اُبی بن کعب سید القراء کے نام سے معروف تھے۔ معاذ بن جبل کو امام العلماء کا لقب مل چکا تھا۔

ابو وائل نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے ہمارے سامنے خطبہ دیا جس میں اُس نے کہا: کیا تم لوگ مجھے زید بن ثابت کی قرأت کی پیروی کرنے کو کہتے ہو جب کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ستر سورتوں سے زائد سورتیں اخذ کی ہیں۔ اس وقت زید بچوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا تھا اور اُس کے سر پر دو چوٹیاں ہوتی تھیں۔

لیکن زید بن ثابت حکومت کے ہاں ایک اچھا خاصا مقام رکھتے تھے۔ اس بات کا ثبوت حضرت ابوبکر کے الفاظ میں: لانتھمك، ''ہمیں تم پر پورا بھروسہ ہے''۔ یہ اعتماد جناب ابوبکر کو ان پر کیوں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انصار کا ایک فرد ہونے کے باوجود سقیفہ میں مہاجرین کے موقف کے حق میں ووٹ ڈالنے والے تھے۔ انھوں نے سقیفہ میں اپنا سیاسی موقف ان الفاظ میں پیش کیا تھا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور ہم ان کے انصار تھے۔ آج امام بھی مہاجرین میں سے ہوگا اور ہم اُن کے انصار ہوں گے۔ اِسی بیان نے آنے والے زمانے میں اُنھیں سرمایہ دار بنا دیا تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو مال و دولت کے علاوہ انھوں نے اپنے ورثہ میں ایک لاکھ دینار کا سونا چاندی بھی چھوڑا جو کلہاڑے سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔

اُس زمانے میں قرآن کے ضائع ہونے کا کوئی ایسا خطرہ موجود نہ تھا کہ اُس وقت کثرت کے ساتھ قرآن مجید کے نسخے موجود تھے۔

ابن اثیر نے نقل کیا ہے: دمشق میں اُبی بن کعب کا مصحف تھا۔ حمص میں مقداد کا مصحف تھا۔ کوفہ میں ابن مسعود کا مصحف اور بصرہ میں ابوموسیٰ کا مصحف موجود تھا۔ اس دور میں لوگوں نے اپنے مصحف کے نام بھی تجویز کر رکھے تھے۔ ابن مسعود کے مصحف کو دیباج القرآن اور ابوموسیٰ کے مصحف کو لباب القلوب کہا جاتا تھا۔

چند مصاحف کا تذکرہ

جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام کا مصحف

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے آپ روزانہ میرے لیے اخلاقِ حسنہ کے ابواب کھولتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے، اور ہر سال کچھ عرصہ کے لیے غارِ حرا میں قیام فرماتے تھے۔ وہاں آپ کو میرے علاوہ کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُم المومنین حضرت خدیجہؑ کے گھرانے کے علاوہ کسی گھر کی چاردیواری میں اسلام نہ تھا اور میں اُن کا تیسرا تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپؐ پر پہلی وحی آئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسولؐ اللہ! یہ آواز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان ہے، جو اب اپنی پوجا پاٹ سے مایوس ہوگیا ہے۔ اے علیؑ! جو میں سنتا ہوں وہ آپ بھی سنتے ہیں، اور جو میں دیکھتا ہوں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں۔ فرق بس صرف اتنا ہے کہ آپ نبی نہیں ہیں بلکہ میرے وزیر و جانشین ہیں اور آپ بھلائی کی راہ پر ہیں۔

سلیمان بن اعمش کی روایت ہے:

قال عليٌّ: ما نزلت آية الا وانا علمت فيمنى نزلت واين نزلت وعلى من نزلت، ان ربى وهب لى قلبا عقولا ولسانا طلقاً

''حضرت علیؑ نے فرمایا: کوئی آیت ایسی نہیں اُتری مگر یہ کہ مجھے علم ہے کہ کس سلسلے میں اُتری اور کہاں اُتری اور کس کے بارے میں اُتری۔ یقیناً میرے رب نے مجھے عقل مند دل اور فصیح زبان عطا کی ہے''۔

جُبیر بن مطعم کا بیان ہے: مکہ میں ہمارے بچپنے کی بات ہے کہ ہمارے والد نے ہم سے کہا: اس بچے علیؑ کو دیکھو اُسے محمدؐ سے کتنی محبت ہے کہ باپ کو چھوڑ کر ان کی کیسے اتباع کرتا ہے۔

ابن مسعود نے کہا تھا:

قرآن سات حروف (معانی) پر نازل ہوا ہے ان میں سے کوئی ایسا معنی نہیں ہے جس کے لیے ایک ظاہر اور ایک باطن نہ ہو، اور علیؑ کے پاس ان حروف کے ظاہر اور باطن دونوں کا علم موجود ہے۔

امام علی علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا تھا:

سلونی عن کتاب اللّٰہ فانہ لیس من آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت اُم من نہار
او فی سہل او فی جبل

"مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، کیونکہ کوئی آیت ایسی نہیں کہ جسے میں نہ جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی ہے، یا دن میں اور میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقتِ وفات امام علی علیہ السلام سے وصیت فرمائی تھی کہ قرآن میرے بستر کے پیچھے ریشمی کپڑوں اور کاغذوں میں موجود ہے۔آپ اُسے لے جا کر جمع کریں اور ضائع ہونے سے بچائیں۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو امام علی علیہ السلام نے فرمایا:
میں نے قسم کھالی ہے کہ میں نمازِ جمعہ کے علاوہ اپنی عبا زیب تن نہ کروں گا کہ جب تک کہ قرآن کو جمع نہ کرلوں۔ چنانچہ انھوں نے اُسے جمع فرمایا۔

ابن ابی الحدید کی تحقیق ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کو سب سے پہلے امام علی علیہ السلام نے جمع کیا۔

عکرمہ کا بیان ہے: اگر جن وانس جمع ہو کر اس طرح قرآن کی جمع وترتیب کریں تو وہ نہیں کر سکتے۔

ابن جزی کلبی کی روایت ہے: اگر مصحفِ علیؑ میسر آجاتا تو ایک علمِ کثیر ہاتھ آجاتا۔

شیخ مفید نے کتاب الارشاد میں نقل کیا ہے: حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مصحف میں منسوخ کو ناسخ پر مقدم رکھا تھا اور بعض آیات کی تاویل وتفسیر بھی رقم کی تھی۔

حضرت امام علی علیہ السلام کا اپنا بیان ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں اُن کے پاس وہ قرآن لایا تھا جو تنزیل اور تاویل دونوں پر مشتمل تھا۔

جب یہ نسخہ امام علی علیہ السلام نے زرد ریشم پر تحریر کر کے ایک اُونٹ پر لادا اور مسجد نبویؐ میں موجود اصحاب کے سامنے پیش کیا اور فرمایا:

قال رسول اللّٰہ انی مخلف فیکم ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا کتاب اللّٰہ
وعترتی اھل بیتی وھذا الکتاب وانا العترۃ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی

کتاب، دوسری میری عترت اہلِ بیتؑ لہٰذا یہ ہے کتاب اور میں ہوں عترت"۔

آپ کو یہ جواب ملا اگر آپ کے پاس کتاب ہے تو ہمارے پاس بھی کتاب ہے۔ جب آپ نے ان کا یہ جواب سنا تو آپ اتمامِ حجت کے بعد واپس چلے آئے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اب کہاں ہے؟

اس سوال کے جواب میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مکمل ذمہ داری کے ساتھ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مصحف علیؑ اس وقت کہاں ہے؟ لیکن کچھ ایسے نسخے محفوظ تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کے دستِ مبارک سے لکھے گئے ہیں۔

ابن ندیم نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "الفہرست" میں لکھا ہے: میں نے اپنے زمانے ۳۷۷ھ میں ابویعلی حمزہ حسنی کے پاس قرآن کا ایک نسخہ دیکھا جس کے کچھ اوراق موجود نہ تھے۔ یہ قرآن حضرت علی علیہ السلام کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا تھا اور یہ نسخہ اولادِ امام حسنؑ میں پشت در پشت میراث میں چلا آرہا ہے۔

مقریزی کہتے ہیں کہ ۵۱۶ھ میں فاطمی وزیر مامون بطائحی نے ایک قرآن جو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، جامع عتیق مصر میں محفوظ کرلیا۔ علاوہ ازیں ترکی میں ایا صوفیہ کتاب خانے میں حضرت علی علیہ السلام کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا قرآن دو جلدوں میں موجود ہے۔

امام علی علیہ السلام کے مصحف کے علاوہ اس دور میں یہ مصاحف بھی موجود تھے، ان کی تفصیل یہ ہے:

① سالم مولیٰ: سالم ابوحذیفہ کی زوجہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا شمار اصحابِ صُفہ میں ہوتا ہے۔ آپ کا ایک مُصحف تھا۔

② معاذ بن جبل: ان کا مصحف شام اور حمص میں موجود تھا۔

③ ابوزید قیس بن سکن: انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کرلیا تھا۔

④ اُم ورقہ بنت عبداللہ: آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت قرآن جمع کرلیا تھا۔

⑤ اُبی بن کعب: اس زمانے میں ان کے پاس بھی مُصحف تھا۔

⑥ سعد بن عُبید: ان کا شمار جامعینِ قرآن میں ہوتا ہے۔

⑦ ابوالدرداء: یہ بھی جامعینِ قرآن میں سے تھے۔

⑧ ابوموسیٰ اشعری: ان کا مصحف بصرہ میں تھا۔

⑨ حضرت حفصہ بن عمر: ان کا مصحف بھی موجود تھا۔

⑩ مقداد بن اسود: ان کا قرآن حمص اور شام میں موجود تھا۔

⑪ حضرت عائشہ بنت ابی بکر: انھوں نے بھی اپنے لیے مصحف تیار کیا تھا۔

⑫ انس بن مالک: انھوں نے بھی مصحف تیار کیا تھا۔

⑬ عقبہ بن عامر: ان کے پاس مصحف تھا۔ یہ مصحف چوتھی صدی ہجری تک محفوظ رہا۔

⑭ عبداللہ بن عمر: ان کا مصحف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود تھا۔

⑮ حضرت اُم سلمہ: آپ نے خود اپنے لیے مصحف بنایا تھا۔

⑯ مجمع بن جاریہ: یہ حافظ قرآن تھے۔ ان کا بھی مصحف تھا۔

⑰ زید بن ثابت: ان کا بھی مصحف تھا۔ اس مصحف کے علاوہ تھا جس کا حکم اُسے حضرت ابوبکر نے دیا تھا۔

⑱ عبداللہ بن مسعود: ان کا مصحف کافی شہرت رکھتا تھا۔

یہ تھے وہ قرآنی نسخے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جمع کر لیے گئے تھے۔ ان کی موجودگی میں ضیاعِ قرآن کا کوئی خوف نہ تھا۔

اختلافِ قرأت

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے زمانے میں قرآن کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے زید بن ثابت سے قرآن جمع کروایا تھا تو اس تدوین وجمع کے بعد یہ نسخہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کیوں نہ تھا؟ کیونکہ حضرت عثمان کے دور میں جب قرأت کا اختلاف پیدا ہوا تو اس نسخے کے مقابلے میں دوسرے نسخوں کا ذکر آتا ہے مگر اس نسخے کا کہیں ذکر نہیں ملتا کہ کچھ لوگ اس مصحف کے مطابق بھی قرأت کر رہے ہوں جیسا کہ حمص میں مقداد کا مصحف، دمشق میں اُبی بن کعب کا مصحف اور کوفہ میں ابن مسعود کا مصحف اور بصرہ میں ابوموسیٰ اشعری کا مصحف رائج تھا۔ یہ سرکاری حکم پر تیار ہونے والا مصحف، اسے ایک صندوق (ربعہ) میں رکھ دیا گیا تھا۔ اگر قرآن کو ضائع ہونے سے بچانا مقصود تھا اور لوگوں کے پاس قرآن محفوظ نہ تھا تو اس سرکاری نسخے کو عام کرنا چاہیے تھا۔ جب تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ یہ نسخہ صندوق میں بند رہا۔ حضرت عثمان کے دور میں ایک مرتبہ اس نسخے کو صندوق (ربعہ) سے نکالا گیا۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کے پاس آیا۔

ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ کے پاس آیا اور ان کی وفات کے بعد مروان بن حکم گورنر مدینہ کے پاس آیا اور اُس نے اُسے جلا دیا (المصاحف، ص ۲۱)

اس سرکاری نسخے کے بارے میں مصر کے مشہور مؤلف ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز اپنی کتاب مدخل الی القرآن الکریم، ص ۳۸ میں نقل کرتے ہیں: اس نسخے کی بڑی قدر و قیمت ہے اور اس کے جمع کرنے پر صرف ہونے والی توجہ قابلِ قدر ہونے کے باوجود اس نسخے کا صرف دونوں خلفاء کے پاس محفوظ رہنا یہ بتاتا ہے کہ اس پر ان کا ذاتی تاثر قائم رہا لیکن تمام لوگوں کے لیے ایک دستاویز کی حیثیت حاصل نہ کر سکا۔

قرآن اور دورِ حضرت عثمان

ان کے دور میں اسلام دنیا کے تمام خطوں میں پہنچ گیا تھا۔ دوسری طرف قرآن مجید کی مختلف قرأتیں رائج ہوگئی تھیں۔ اس وسیع و عریض مملکت کے ہر شہر، ہر علاقے میں ایک قرأت رائج ہوگئی تھی۔ قرأت کے اختلاف کا مقصد لفظی اختلاف ہے۔

آرمینیا کی جنگ

آذربائیجان میں جنگ کا بازار گرم تھا۔ اس جنگ میں شام اور عراق کی فوجیں لڑ رہی تھیں۔ ان دنوں حضرت حذیفہ بھی اس جنگ میں شریک تھے۔ اہلِ شام اُبی بن کعب کی قرأت پر قرآن پڑھتے تھے اور عراق والے ابن مسعود کی قرأت میں قرآن پڑھتے تھے۔ ہر ایک کو دوسرے کی قرأت اجنبی معلوم ہوتی تھی حتیٰ کہ اہلِ شام اور اہلِ عراق ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے تھے۔ جب حضرت حذیفہ نے یہ صورت حال دیکھی تو خاصے پریشان ہوگئے۔ وہ آذربائیجان سے سیدھے کوفہ آئے اور یہاں اصحابِ رسولؐ سے مشاورت کی۔ تمام اصحاب نے اتفاق کیا کہ قرآن کی ایک ہی قرأت پر لوگوں کو جمع کیا جائے۔ ان میں صرف عبداللہ بن مسعود نے اختلاف کیا۔ اصحاب کا یہ فیصلہ حضرت حذیفہ لے کر مدینہ آئے اور اپنے گھر جانے سے قبل حضرت عثمان کے پاس آئے اور انھیں سارا حال سنایا اور کہا کہ میں ہی واحد پیغام لانے والا ہوں۔ میں خبردار کرتا ہوں۔

حضرت عثمان نے کہا: بات کیا ہے؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا: اے خلیفہ! لوگوں کی فریاد کو پہنچو۔ حضرت عثمان نے دوبارہ پوچھا: کیا ہوگیا ہے؟ انھوں نے کہا: لوگوں نے کلامِ خدا میں اختلاف کرنا شروع کر دیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ مسلمانوں کا حشر بھی وہی یہود و نصاریٰ والا نہ ہو۔

ابن اثیر رقم طراز ہیں: حضرت عثمان نے اصحاب کو جمع کیا اور انھیں اس خبر سے آگاہ کیا۔ اصحاب نے اس کو ایک بہت بڑا سانحہ قرار دیا اور سب نے جناب حذیفہ کی تائید کی۔ اس دوران ایک کمیٹی بنائی گئی۔ حضرت عثمان نے اس کمیٹی سے کہا: اے اصحابِ محمدؐ! اس اُمت کے لیے کوئی متفقہ لائحۂ عمل تیار کرو۔

ممبران کمیٹی

ابتداء میں جو کمیٹی مقرر کی گئی ان میں شامل افراد کے نام یہ ہیں:

① زید بن ثابت

② سعید بن عاص قرشی

③ عبداللہ بن زبیر

④ عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام

لیکن یہ کمیٹی اپنے مشن میں ناکام رہی تو اس میں کچھ اور افراد کو شامل کیا گیا۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

① اُبی بن کعب

② عبداللہ بن عباس

③ انس بن مالک

④ کثیر بن افلح

⑤ مصعب بن سعید

⑥ عبداللہ بن فطیمہ

اس کمیٹی کی سربراہی اُبی بن کعب کے حوالے کی گئی۔

ابوالعالیہ کا بیان ہے: ان لوگوں نے قرآن کو اُبی بن کعب کے مصحف سے جمع کیا۔ چنانچہ وہ ابی بن کعب اِملا کراتے تھے اور کچھ لوگ لکھتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم بھی اُبی بن کعب کی قرأت کے مطابق قرآن پڑھتے ہیں۔ اس عظیم الشان تحریک کے علَم بردار حضرت حذیفہ ہیں۔

اصحاب رسولؐ نے ان پر اتفاق کیا اور ان کی تائید کی۔ حضرت عثمان نے جو اپنی کمیٹی بنائی تھی وہ ناکام رہی تھی۔ جب بعد میں اہلیت رکھنے والے افراد سامنے آئے تو انھوں نے اس عظیم الشان کام کی تکمیل کی۔

اس زمانے میں اس کام کو بھرپور ذمہ داری کے ساتھ نبھایا گیا۔ علباء بن احمد سے روایت ہے کہ حضرت عثمان جب قرآن لکھوا رہے تھے تو سورۂ برأت کی آیت والذین یکنزون الذھب کی واؤ کو حذف کرانا چاہتے تھے مگر اُبی بن کعب نے کہا: یہ واؤ رہے گی ورنہ ہم تلوار اُٹھائیں گے چنانچہ اس واؤ کو رہنے دیا گیا۔

بعد میں جب قرآن کے دیگر نسخوں کو جلانے پر لوگوں نے حضرت عثمان کو طعن وطنز کا نشانہ بنایا تو انھوں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے خود کو اس عمل میں دوسروں کا تابع بنایا۔ اُس نے کہہ دیا تھا: میں تو اس معاملے میں صرف ان لوگون کا تابع رہا ہوں۔

لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت عثمان جامع قرآن ہیں۔ حارث محاسبی کا کہنا ہے: حضرت عثمان نے صرف لوگوں کو ایک ہی قرأت کو اختیار کرنے پر آمادہ کیا ہے وہ جامع قرآن نہیں ہیں۔

حبیب الرحمٰن صدیقی مقدمہ تفسیر بیضاوی میں نقل کرتے ہیں اور جو اس بات کو شہرت ہوئی کہ حضرت عثمان جامع قرآن ہیں یہ بات بظاہر باطل ہے کیونکہ انھوں نے ۳۵ ہجری میں لوگوں کو صرف ایک قرأت اختیار کرنے پر اکٹھا کیا تھا۔

جناب امیر المومنین امام علی علیہ السلام کا موقف

علامہ حلی نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں لکھا ہے: حضرت عثمان نے حضرت علی علیہ السلام سے بھی منظوری لی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان موجود ہے کہ آپ نے دورِ عثمانی میں لوگوں کو ایک ہی قرآن پر مجتمع کرنے کے عمل کے انجام پانے کے بعد فرمایا: لایھاج القرآن بعد الیوم "آج کے بعد قرآن کبھی مضطرب نہ ہوگا"۔

حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں جب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کرنے کی مہم چلی ہوئی تھی تو اس وقت طلحہ نے امام علی علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے بعد از وفات رسولؐ جو قرآن جمع کیا تھا جسے قوم نے مسترد کر دیا تھا کیا آج آپ اس قرآن کو دوبارہ پیش نہیں کریں گے؟ آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ طلحہ نے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا۔ آخر طلحہ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپ مجھے اس بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔

آپؑ نے فرمایا: اے طلحہ! میں نے جان بوجھ کر جواب نہیں دیا۔ تم خود بتاؤ کہ لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے کیا یہ قرآن

نہیں ہے؟ کیا اس میں غیر قرآن بھی ہے؟ طلحہ نے جواب دیا: ہاں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے یہ سب کا سب ضرور قرآن ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تم نے اسی قرآن کو لے لیا تو تمھیں دوزخ سے نجات مل جائے گی اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ طلحہ نے کہا: اگر قرآن یہی ہے تو بس کافی ہے۔

اس وقت ہمارے پاس جو قرآن موجود ہے یہ عصرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تدوین شدہ قرآن ہے، عصرِ رسولؐ میں امت کے ہاتھوں میں موجود تھا جو آج موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔

قرآن مجید کی طباعت

تمام آسمانی کتب میں کسی کتاب کو وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا جو قرآن کریم کو حاصل ہوا۔ گذشتہ تاریخی ادوار پر نگاہ کریں۔ تمام ادوار میں مسلمانوں نے ہمیشہ قرآن پر اپنی توجہات مرکوز رکھیں۔ اس وقت کروڑوں کی تعداد میں دنیا بھر میں قرآنی نسخے موجود ہیں۔

قرآن مجید کا پہلا ایڈیشن سب سے پہلے ۱۵۳۰ء میں اٹلی کے شہر وینس سے چھپا لیکن چرچ کے حکم سے تمام نسخے ضبط ہو گئے اور اس کی طباعت پر پابندی لگا دی گئی۔ اس کے باوجود اس ایڈیشن کا ایک نسخہ ابھی بھی وینس کی لائبریری میں موجود ہے۔ (روزنامہ جنگ، مارچ ۱۹۸۴ء)

پھر ۱۶۹۴ء میں جرمنی کے شہر ہمبرگ میں قرآن کریم کا ایڈیشن طبع ہوا۔ اس کے کچھ نسخے دارالکتب العربیہ مصر میں اب تک موجود ہیں۔ پھر ۱۷۸۶ء میں جرمنی میں اس کی طباعت ہوئی۔

عالمِ اسلام میں سب سے پہلے ایران میں ۱۲۳۲ھ بمطابق ۱۸۱۷ء میں ایک طباعت سنٹر قائم ہوا جس میں ۱۸۲۸ء میں قرآن مجید طبع ہوا۔

قرآن مجید کے الفاظ میں نقطوں کا آغاز

ابتداء میں قرآن مجید کی کتابت نقطوں کے بغیر ہوتی تھی، با، تا، ثا اور یا میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس طرح ج، ح اور خ میں کوئی فرق نہ تھا اس لیے صدر اسلام میں قرأت قرآن کے لیے صرف قرآنی نسخے ہی کافی نہ تھے بلکہ اساتذہ سے سینہ بہ سینہ حفظ کرنا بھی ضروری تھا۔ مثلاً نبلو کو بغیر نقطوں کے ہونے کی وجہ سے چھے طریقوں سے پڑھا جا سکتا تھا:

نبلو، تبلو، یبلو، نتلو، تتلو، یتلو، اس طرح لعلم کو بے نقطہ ہونے کی وجہ سے یعلم، تعلم اور نعلم تین

طریقوں سے پڑھا جاتا تھا۔ قرأتوں کے اختلاف کی وجہ یہی تھی، مثلاً: کچھ لوگوں نے سورہ آل عمران کی ۴۸ ویں آیت میں یعلمه پڑھا، اور بعض نے نعلمه پڑھا۔ اس طرح سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ ویں آیت میں بعض نے ننشزھا اور بعض نے تنشزھا پڑھا۔ لیکن یہ عرب لوگوں کا کام تھا کہ وہ اپنی زبان کے طریقے سلیقے سے سمجھ سکتے تھے کہ کہاں کیا پڑھنا ہے۔ لیکن جب اسلام ہر طرف پھیل گیا تو پھر عرب و عجم آپس میں مخلوط ہوگئے تو غیر عربوں کے لیے یہ بات ناممکن تھی کہ بغیر نقاط و علامات کے اجنبی الفاظ کا صحیح تلفظ کرسکیں۔ چنانچہ اُموی دور میں عبدالملک بن مروان کی حکومت کے زمانے میں حروف پر نقطہ نگاری کا کام شروع ہوا۔ سب سے پہلے نقطہ نگاری کا کام یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے کیا۔ یہ دونوں شخصیات ابوالاسود دُئلی کے شاگرد ہیں اور ابوالاسود حضرت امام علی علیہ السلام کے مشہور ترین شاگرد تھے۔

قرآن مجید پر اعراب کا آغاز

ابتداء میں قرآن مجید پر اعراب نہیں تھے۔ عرب کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ اعراب کے بغیر پڑھ سکتے تھے۔ لیکن غیر عرب لوگوں کے لیے مسئلہ تھا۔ اس عظیم کام کا بیڑا بھی جناب الاسود دُئلی نے اُٹھایا۔ یہ اعراب زیر، زبر، پیش جزم کے موجود ابوالاسود دُئلی ہیں۔ انھوں نے آغاز میں زبر کے لیے حرف کے اُوپر دو نقطے، زیر کے حرف کے نیچے دو نقطے اور پیش کے لیے حرف کے سامنے دو نقطوں سے علامات وضع کیں۔

اکثر ان علامات کو سرخ رنگ کے ساتھ لکھا جاتا تھا جب کہ آیات کو اور الفاظ کے نقات کو سیاہ روشنائی سے تحریر کیا جاتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد خلیل بن احمد فراھیدی نے اعراب کی موجودہ شکل وضع کی، یعنی زبر کے لیے حرف کے اُوپر ایک لکیر، زیر کے لیے حرف کے نیچے ایک لکیر پیش کے لیے حرف کے اُوپر ایک واؤ، تنوین کے لیے دو لکیریں یا دو واؤ اور جزم کی علامت کے لیے حرف خ کا سر علامت کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس سے خفیف جزم کی طرف اشارہ مقصود تھا۔ بعد میں جزم کے لیے حرف میم کا سر استعمال ہونے لگا۔ اس سے جزم کے سکون ہونے کی طرف اشارہ مقصود ہے اور شد کے لیے شین کا سر علامت کے طور پر مقرر کیا گیا۔

مکتب اہلِ بیت کی قرآنی خدمات

علوم قرآنی کی جتنی خدمت مکتب اہلِ بیتؑ نے کی ہے اس کا کوئی مقابلہ و موازنہ نہیں کرسکتا۔ صدر اسلام سے لے کر آج تک ہر دور میں مکتب اہلِ بیتؑ کے پیروکاروں نے ان خدمات میں اپنے آپ کو سب سے آگے رکھا۔ باب مدینۃ العلم

حضرت امام علی علیہ السلام جنھوں نے قرآنی علوم کی تشریح فرمائی تھی جس کا تذکرہ علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں کتاب القرآن کے حوالے سے کیا ہے۔اس کے بعد جتنی کتابیں قرآنی علوم پر لکھی گئی ہیں ان سب کا مآخذ یہی کتاب ہے۔

جناب عبداللہ ابن عباس ہوں یا ابان بن تغلب الجریری (متوفی:۱۴۱ھ) ہوں، یہ سب کے سب مکتبِ اہلِ بیتؑ کے چمکتے ستارے ہیں۔ابوالحسن مقاتل بن سلیمان (متوفی:۱۵۰ھ) نے تفسیر آیات القرآن لکھی۔حمزہ بن حبیب الزیات کوفی (متوفی:۱۵۶ھ) نے متشابہ القرآن کتاب تالیف کی۔آپ سات نامور قاریوں میں سے ایک ہیں۔محمد بن سائب کلبی (متوفی:۱۳۶ھ) نے تقسیم القرآن کتاب لکھی۔فرأ یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ الدیلمی الکوفی (متوفی:۲۰۷ھ) نے (مجاز القرآن) نامی کتاب لکھی۔اس موضوع کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔جناب فرأ یحییٰ بن زیاد علمِ نحو میں نابغہ روزگار ہیں۔

ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی (متوفی ۲۱۷ھ) نے ''الرغیب فی علوم القرآن'' کتاب لکھی۔حضرت علی علیہ السلام کے بعد علومِ قرآنی میں لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے۔

اس تفسیر قرآن میں بھی اوّلین قدم رکھنے والے بھی مکتب اہلِ بیتؑ کے فرزندان ہیں:

- تفسیر میثم تمار: حضرت میثم بن یحییٰ تمار کوفی کی تالیف ہے۔
- تفسیر جُبیر: یہ حضرت سعید بن جُبیر شہید کی تالیف ہے۔
- تفسیر طاؤس: ابوعبداللہ طاؤس بن کیسان یمانی (متوفی:۱۰۶ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر عطیہ: یہ عطیہ (متوفی:۱۱۴ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر جعفی: جابر جعفی تابعی (متوفی:۱۲۷ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر سدی: ابومحمد اسماعیل بن عبدالرحمٰن کوفی قرسی سدی (متوفی:۱۲۷ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر عدوی: زید بن اسلم عدوی (متوفی:۱۳۶ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر ابن ابی ہند: داود بن دینار سرخسی (متوفی:۱۳۹ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر ابی بصر: ابوبصر یحییٰ بن قاسم اسدی (متوفی:۱۴۸ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر ثمالی: حضرت ابوحمزہ ثابت بن دینار کوفی ثمالی (متوفی:۱۵۰ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر مقاتل: ابوالحسن مقاتل بن سلیمان (متوفی:۱۳۹ھ) کی تالیف ہے۔
- تفسیر ابی الجارود: ابوالجارود زیاد بن منذر (متوفی:۱۵۰ھ) کی تالیف ہے۔

☼ تفسیر بطائنی: علی بن حمزہ سالم بطائنی کوفی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر ہشام کلبی: ہشام بن محمد بن سائب کلبی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر اسماعیل: اسماعیل بن زیاد شعیری کوفی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر جرجی: ابووھیب بن حفص الجریری کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر جوالیقی: ہشام بن سالم جوالیقی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر سلولی: حصین بن مخارق بن عبدالرحمٰن ورقہ ابو جنادہ سلولی (متوفی: ۲۰۰ھ) کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر ابی روق: عطیہ بن حارث ہمدانی کوفی تابعی (متوفی: ۲۰۰ھ) کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر واقد: حسن بن واقد کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر الحسین: حسین بن سعید بن حماد اھوازی کوفی (متوفی: ۲۰۰ھ) نے تالیف کیا۔
☼ التنزیل و کتاب التفسیر: ابوعبداللہ محمد بن خالد بن عبدالرحمٰن برقی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر مخل: مخل بن جمیل اسدی کوفی (متوفی: ۲۰۰ھ) کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر صلت: عبداللہ بن صلت تیمی قمی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر اسباط: ابوالحسن علی بن اسباط بن سالم کوفی (متوفی: ۲۰۰ھ) کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر اہل بیت: ابوالفضل سلمی القمی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر یونس: یونس بن عبدالرحمٰن (متوفی: ۲۰۸ھ) کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر ہمام: عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری یمانی صنعانی (متوفی: ۲۱۱ھ) کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر محبوب: ابوالحسن بن محبوب سراد (متوفی: ۲۲۴ھ) کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر مہزیار: ابوالحسن علی بن مہزیار دورقی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر دکین: فضل بن دکین شہید کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر الفراء: یحییٰ بن زیاد اقطع بن عبداللہ دیلمی کی تالیف ہے۔
☼ تفسیر العسکری: ابوعلی حسن بن خالد بن عبدالرحمٰن برقی کی تالیف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر ظہور امام زمانؑ تک یہ سلسلہ قائم و دائم رہے گا۔

ہمارے ملک پاکستان میں جس کی سرکاری زبان اُردو ہے اور ملک کی اکثر آبادی اس زبان کا فہم رکھتی ہے۔ نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جس قدر قرآنی علوم کی اُردو زبان میں ضرورت ہے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ جس قدر جسمِ انسانی کی نشوونما وسلامتی اور طاقت وتوانائی کے لیے خوراک کی ضرورت ہے اس طرح روحِ انسانی کو بھی اس کی نشوونما صحت وسلامتی کے لیے بھی خوراک وغذا کی ضرورت ہے۔ روح کیونکہ امرِ پروردگار ہے، اس کی غذا بھی معرفت پروردگار ہے۔ اس کے لیے وہ غذا چاہیے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ اس غذا کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ ملک عزیز پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلے جس شخصیت نے اس میدان میں قدم رکھا وہ شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ ہیں حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے علامہ حسین بخش نجفی رضوان اللہ علیہ۔

انھوں نے انوار النجف کے عنوان سے تفسیر لکھی۔ یہ اس دور کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ انھوں نے پوری عرق ریزی کے ساتھ اس عظیم کام کو نبھایا۔ تشنگانِ علوم کی تشنگی کو دُور کرنے کا اس میں بہت بڑا سامان تھا لیکن اس سے ان کی تشنگی میں کمی نہ ہوئی بلکہ ان کی تشنگی میں اضافہ ہوا۔ اِدھر ہمسایہ ملک ایران میں اسلامی انقلاب آ گیا۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ، امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی قیادت میں ایران میں علمائے کرام کی حکومت بن گئی۔ اس انقلاب کے زیرِسایہ قرآنی علوم کی ترویج نے بھی زور پکڑا تو حضرت آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی کے زیرِنگرانی تفسیرِ نمونہ منظرِعام پر آئی جس کا فوراً حجۃ الاسلام والمسلمین السید صفدر حسین نجفی رضوان اللہ علیہ نے اُردو زبان میں ترجمہ کیا۔ حال ہی میں آیت اللہ علامہ محمد حسین نجفی قبلہ کی فیضان الرحمٰن منظرِعام پر آ چکی ہے۔

علمِ تفسیر ایک وسیع علم ہے اور اس کی مختلف انواع ہیں۔ اس میں بعض مفسرین نے 'اقول' سے کام لیا ہے اور بعض نے 'قال' سے کام لیا ہے۔ یہ عظیم الشان تفسیر جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے مؤلف نے 'قال' سے کام لیا ہے کیونکہ آپ اپنے دور کے ایک بہت بڑے محدث تھے جہاں آپ کو فقہ میں تبحر حاصل تھا وہاں علمِ حدیث میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ علامہ السید محمد حسین طباطبائی رضوان اللہ علیہ نے آپ کو گیارہویں صدی ہجری کا ایک بہت بڑا محدث قرار دیا ہے۔ انھوں نے آپ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے: الشیخ عبدعلی الحویزی نے تفسیر نور الثقلین لکھ کر اتنا بڑا کام سرانجام دیا ہے جتنا علامہ مجلسی صاحب بحارالانوار اور علامہ فیض صاحب الوافی اور علامہ حُر عاملی صاحب وسائل اور علامہ سید ہاشم بحرانی صاحب البرہان نے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔

آپ نے قرآن مجید کی تفسیر میں اپنی رائے کو شامل نہیں کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور آئمہ اہل بیتؑ

کے فرمودات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر کی ہے۔ آپ نے تفسیر نور الثقلین کی پہلی جلد کے مقدمے میں تحریر کیا ہے کہ جب بندہ عاصی کی کتاب اللہ کی مختلف تفاسیر پر نظر پڑی اور اُنھیں ایک دوسرے سے مختلف پایا، ان تفاسیر میں کسی مفسر نے عربی اور اُس کے معانی کو مدنظر رکھا۔ کسی نے نحوی تراکیب سے کام لیا۔ کچھ ایسے بھی مفسرین ہیں جنھوں نے علمِ صرف کی بنا پر تفسیر کی۔ کسی نے علمِ لغت اور الفاظ کے مشتقات کے ابواب کھولے۔ کچھ صاحبان نے علمِ کلام کو زیر بحث رکھا۔ میں نے آیاتِ قرآنی کی تفسیر احادیث و فرمودات محمد و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی ہے جہاں کوئی حدیث کسی آیت کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی۔ میں نے اُس حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

تفسیر نور الثقلین میں جو روایات مَیں نے نقل کی ہیں وہ تفسیر علی بن ابراہیم اور تفسیر مجمع البیان سے نقل کی ہیں اور ان دو کے علاوہ باقی کتب سے بھی نقل کی ہیں۔ جہاں نقل روایت میں علی بن ابراہیم یا مجمع البیان کا حوالہ نہ ہو تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ روایت ان دونوں تفسیروں سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ اس کے علاوہ کسی اور کتاب سے تعلق رکھتی ہے۔

تفسیر نور الثقلین ایک عظیم الشان علمی کوشش و کاوش ہے اور تمام تفاسیر میں ایک منفرد تفسیر ہے۔ لیکن اس میں روایات کا تکرار بہت زیادہ ہے، اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اُردو ترجمہ کرتے وقت ایک موضوع کی صرف ایک روایت سے کام لیا گیا ہے۔ جہاں کہیں کوئی ضعیف روایت نظر آئی، اُسے حذف کر دیا گیا ہے۔ اس تفسیر کے ترجمہ میں پاکستان کے حالات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

یہ تفسیر علومِ قرآن کے طلبا کے لیے ایک بے بہا خزانہ ہے۔ علامہ محقق الاستاذ السید محمد حسین طباطبائی رضوان اللہ علیہ (صاحبِ تفسیر المیزان) نے تفسیر نور الثقلین کے بارے میں تحریر فرمایا ہے: ولعمرہ انہ الکتاب القیم، "مجھے اپنی زندگی کی قسم! یہ کتاب ایک محکم اور عظیم کتاب ہے"۔ آپ نے تفسیر نور الثقلین کے مفسر کے بارے میں لکھا: وبذل جھداً فی تھذیبھا وتنقیحھا جزأ اللہ عن العلم واھلہ خیراً وھدانا بنور الثقلین واحیا قلوبنا بالعلم والیقین آمین، الحمد للہ وسبحانہٗ

تفسیر نور الثقلین اُردو زبان میں اب مکمل طور پر آ گئی ہے۔ اُردو قالب میں اسے نو جلدوں میں ڈھالا گیا ہے۔ اس کی پہلی سات جلدوں کے مترجم حجۃ الاسلام علامہ جناب محمد حسن جعفری صاحب ہیں اور آخری دو جلدوں، آٹھویں نویں کے ترجمہ کی سعادت راقم کے حصہ میں آئی ہے ؎ گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

علامہ محمد حسن جعفری قبلہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ ان کا علمی کام ملک کے کونے کونے میں پہنچ چکا ہے۔ آپ اس

وقت بھی دن رات دینِ مبین کی خدمت میں مصروف بہ عمل ہیں۔مکتب اہلِ بیتؑ کے ایک سچے پروانے کی حیثیت سے ان کے پیغام کی تبلیغ وترویج کے لیے ہر لحہ کمر بستہ ہیں۔

اس وقت دنیا جن حالات سے گزر رہی ہے وہ عیاں راچہ بیان کے مصداق ہے۔ مادیت نے ہر طرف اپنے نوکیلے پنجے گاڑ دیے ہیں اور اُس نے اپنے اس دائرے کو مزید [illegible] کرنا شروع کر دیا ہے۔ہر طرف نفسا نفسی کی چیخ و پکار ہے اور اطراف واکناف سے الامان والحفیظ کی پُر درد آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔وہ منبر رسولؐ جو اس لیے بلند کیا گیا تھا کہ وہ منارۂ نور بن کر جہالت کی تاریکیوں کو اُجالے میں بدل دے۔آج اُسی منبر سے جہالت پھیلانے کی پوری شدومد کے ساتھ کام ہو رہا ہے اور یہ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ قوم کو جس قدر جاہل بنایا جائے گا اُس قدر اُس کو لوٹا جاسکے گا۔

جس قوم کا حال یہ ہو چکا ہو وہ قوم کب ترقی کر سکتی ہے۔تحقیق وترویج اور تبلیغ کے کاموں میں خونِ جگر لگتا ہے۔ یہ قلم کاری ایک بھاری جانکاری ہے، جس کے لیے اپنے آپ کو ایک معنوی بندھن میں باندھنا پڑتا ہے اور اپنے آرام وسکون کو خیر باد کہنا پڑتا ہے۔صبح وشام اور دن رات میں مختلف لائبریریوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں اور مختلف کتب کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔تب جا کر علمی کام منصۂ شہود پر آتا ہے۔

آقائے جعفری کا تعلق ضلع ڈیرہ غازی سے ہے۔ بندووانی، شہر ڈیرہ غازی خان کے قرب وجوار میں ایک چھوٹی سی بستی ہے جس کے ایک چھوٹے سے گھروندے میں اپنی قوم وملت کے احیاء کے لیے اپنے تمام شب وروز کو وقف کر رکھا ہے۔

قدر زر زرگر شناسد
قدر جوہر جوہری

اس علمی کام کی جدوجہد اور اس کی قدر وقیمت کا اندازہ اُن احباب کو ہوسکتا ہے جن کی اہلِ بیتؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم مجاہدانہ زندگی پر نظر رہی ہے جنھوں نے اپنی ملکوتی زندگی کے ایک ایک پل میں کائنات کو آدابِ زندگی عطا کیے اور تہذیبِ نفس کے جوہر بخشے۔انھی کی علمی تحریک نے شیخ الطائفہ حضرت علامہ شیخ ابوجعفر طوسی رضوان اللہ علیہ، رئیس المحدثین حضرت ابوجعفر الصدوق محمد بن علی رضوان اللہ علیہ، رئیس المحدثین حضرت ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رضوان اللہ علیہ جیسے تاریخِ اسلام کے عظیم سپوتوں کو جنم دیا۔

رسولِ ثقلین اور ان کے اہلِ بیتؑ کی تعلیمات کو کتبِ اربعہ کی شکل میں قیامت تک محفوظ کرلیا۔اس طرح کی عظیم الشان خدمات ہیں۔صاحب البحار حضرت علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب الوافی حضرت علامہ فیض کاشانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت علامہ

شیخ حر العاملی صاحب الوسائل اور حضرت علامہ سید ہاشم بحرانی صاحب البرہان کی۔ ہمارے ملک عزیز پاکستان میں اس عظیم الشان دینی وعلمی تحریک کی بنیاد حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج علامہ السید محمد باقر رضوان اللہ علیہ نے رکھی تھی جو علامہ باقر ھندی کے نام سے معروف ہیں۔اس وقت جو روشنی ہے یہ انھی کے دم سے ہے۔ انھوں نے جن جن لوگوں کی تربیت کی وہ آگے جا کر ان کا ہر ایک فرد علامہ باقر ھندی کہلایا۔اس قدر کام کیا جس قدر ان کے اس عظیم اُستاد نے کیا تھا۔

استاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد یار شاہ صاحب نجفی قبلہ ہوں یا استاذ العلماء حضرت علامہ سید گلاب علی شاہ صاحب قبلہ ہوں یا حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حسین نجفی قبلہ ہوں یا مفسر قرآن حجۃ الاسلام حضرت علامہ حسین بخش نجفی قبلہ ہوں جنھوں نے ملک پاکستان میں مدارس عربیہ کی تحریک میں جان پیدا کی۔

اُستاذ العلماء حضرت علامہ سید محمد یار شاہ صاحب نجفی قبلہ کے خانوادہ کے چشم و چراغ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید صفدر حسین نجفی اور حجۃ الاسلام والمسلمین السید حافظ ریاض حسین نجفی نے ملک میں مدارس کا ایک جال بچھایا اور اُن کی سرپرستی کی۔

آیت اللہ آقای حافظ السید ریاض حسین نجفی خداوند تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر باقی رکھے وہ علم اور علماء کی پناہ گاہ بنے ہوئے ہیں۔ حجۃ الاسلام والمسلمین استاذ العلماء سید گلاب علی شاہ صاحب قبلہ کے اس ملک پر احسانات عظیم وعمیم ہیں۔ انھوں نے اپنے علمی کام کی تحریک کا آغاز ایک مسجد کے حجرے سے کیا تھا۔ آج الحمدللہ ملک پاکستان میں اُن کے ہزاروں شاگرد، دین مُبین کی خدمت میں دن رات مصروف ہیں۔

میرے محسن، میرے مربی، میرے استاذ حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ اختر عباس نجفی قبلہ، علامہ سید گلاب علی قبلہ کے شاگرد تھے اور حضرت علامہ سید محمد یار نجفی قبلہ کے بھی شاگرد تھے جنھوں نے اپنے شاگردوں میں تربیت اور کام کی یہ گھٹی ڈالی تھی کہ زندگی بھر کام کرنا ہے اور دن رات کام کرنا ہے اور صبح و شام کام کرنا ہے۔ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ السید صفدر حسین نجفی قبلہ ابوذر زمان ان کے شاگرد تھے۔ حجۃ الاسلام والمسلمین حافظ السید ریاض حسین نجفی اُن کے شاگرد ہیں۔ حجۃ الاسلام والمسلمین آیت اللہ حافظ بشیر حسین نجفی ان کے شاگرد ہیں۔آپ نے ہی حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور کی تاسیس ڈالی تھی جو آج دنیا بھر میں ایک تحریک کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔جس کے ہزاروں شاگرد پوری دنیا میں کام کررہے ہیں۔

اس وقت اس عظیم الشان ادارے کی سرپرستی آیت اللہ حجۃ الاسلام والمسلمین السید حافظ ریاض حسین نجفی قبلہ فرمارہے ہیں۔ یہ علمی قافلہ جن بزرگواروں کی قیادت میں رواں دواں ہے ۔خداوند تعالیٰ اُن کا سایہ ملتِ اسلامیہ مکتبِ اہل بیتؑ کے

فرزندوں پر ظہور امامِ زمان قائم و دائم رکھے۔

استاد العلماء حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ غلام حسین نجفی قبلہ، استاذ العلماء حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد حسین نجفی قبلہ، استاد العلماء حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ شیخ محسن علی نجفی قبلہ، استاد العلماء حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید حافظ ریاض حسین نجفی قبلہ، حجۃ الاسلام والمسلمین ملک اعجاز حسین نجفی قبلہ ـــــ یہ وہ شخصیات ہیں جن کی جدوجہد اور مسلسل عمل کو دیکھ کر حوصلہ ملتا ہے، ڈھارس بندھتی ہے اور زندگی سے اُنس بڑھتا ہے اور اُخروی زندگی کو کامیاب کرنے کا فن ملتا ہے۔

یہ وہ شخصیات ہیں کہ شاید علامہ اقبال نے انھی کے بارے میں فرمایا تھا ؎

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ادارہ منہاج الصالحین ملک پاکستان کا ایک بہت بڑا ادارہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اس ادارے کی علمی خدمات کے لیے راقم کے پاس وہ الفاظ ہی نہیں جو پیش کر سکے۔ اس وقت مکتبِ اہلِ بیتؑ کی ترجمانی کرنے والی سیکڑوں کتابیں منظرِ عام آ چکی ہیں جو ملک پاکستان کے ہر گھر میں ان کی کوئی نہ کوئی کتاب ضرور موجود ہے۔ تفسیر نور الثقلین ان کے ادارے کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

علوم قرآن کے حوالے سے یہ تفسیر اپنی مثال آپ ہے۔ ترجمہ ہو یا طباعت ہو، یہ ایک کٹھن ترین کام ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو مکمل توجہ اور یک سوئی مانگتا ہے۔ اس کام پر دن رات کام کرنا پڑتا ہے۔ ایک کتاب کو منظرِ عام پر لانے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور کتنے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، تب جا کر ایک کتاب، کتاب کی شکل لیتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک کتاب اتنا جلدی بنتی ہے جتنا جلد سیب کا جوس نکلتا ہے کہ سیب کو جوسر مشین میں ڈالا، بٹن پر ہاتھ رکھا اور منٹوں میں جوس تیار ہو کر سامنے آ گیا۔ لوگ سیب کو دیکھتے ہیں، جوس کو دیکھتے ہیں لیکن سیب کی ہسٹری پر نگاہ نہیں کرتے کہ اس سیب، بننے پر کتنے مراحل سے گزرنا پڑا اور اُسے اس منزل پر پہنچنے کے لیے کتنا عرصہ لگا۔ اگر انسان جوس پینے سے پہلے ان مراحل کی طرف ایک نگاہ کر لے تو پھر وہ خالق کی بارگاہ میں فوراً سجدہ ریز ہو جاتے۔

جب بک اسٹال پر کسی آدمی کی نگاہ کسی کتاب پر جاتی ہے حالانکہ وہ اس کتاب کے موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کی افادیت کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے لیکن اُس کی نگاہ اس کتاب کے اندر جو قیمت لکھی ہوتی ہے اُس کو ڈھونڈتی ہے جب وہ مل جاتی ہے تو اس میں نگاہیں کھب کر رہ جاتی ہیں۔

اے میرے عزیز! یہ قیمت صرف کاغذوں کی ہے جو اس کتاب کے اندر موجود ہیں جن پر اس کتاب کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے اندر جو الفاظ ہیں، جو جملات ہیں، جو مسودہ ہے اس کی قیمت آدم سے خاتم تک اور خاتم سے لے کر قیامت کے سورج کے طلوع ہونے تک کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ اس ادارہ کی ہر کتاب ایک مثالی کتاب ہے۔

تفسیر نور الثقلین کے ساتھ ساتھ ان کے ادارہ کی ایک عظیم الشان کتاب جو مقتل سید الشہداءؑ پر لکھی جانے والی اُردو زبان میں ایک عظیم کتاب ہے۔ مقتل کی ایسی کتاب اُردو زبان میں نہیں ہے جس کا اصل نام ''رمز المصیبۃ'' ہے۔ اس وقت ''مدینہ سے شام تک'' کے عنوان سے مارکیٹ میں موجود ہے۔

حضرت علامہ ریاض حسین جعفری قبلہ جو ادارہ منہاج الصالحین کے بانی ہیں، وہ بھی حوزہ علیہ جامعۃ المنتظر لاہور کے سپوت ہیں جنھوں نے اپنی دینی و مذہبی تعلیم کا آغاز اسی جامعہ سے کیا۔ یہاں سے تحصیل علم کر کے حوزہ علیہ قم المقدسہ ایران تشریف لے گئے اور وہاں کے علمائے اعلام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ علم کا سمندر بے کنار ہے، انسان کی زندگی بے قرار ہے، آخر کب تک انسان دیارِ غیر میں رہ سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ (التوبہ:۱۲۲)

''پھر کیوں نہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تا کہ وہ دین کی سمجھ پیدا کرے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انھیں متنبہ کرے تا کہ وہ (ہلاکتوں) سے بچے رہیں''۔

علامہ جعفری صاحب وطن واپس آئے اور اُنھوں نے پاکستانی ماحول و معاشرے کا جائزہ لیا، قوم کا مزاج دیکھا پھر سوچ بچار کی کہ کس صورت میں اپنی قوم تک دینِ مُبین کا پیغام پہنچایا جائے۔ آخر وہ اس نقطے پر پہنچے کہ قوم کی آبیاری کے لیے اور اُن کے نقوش کی تربیت کے لیے دینی و مذہبی مواد پر مشتمل کتاب کی ضرورت ہے کیونکہ ہمارا دینی و مذہبی تمام ورثہ عربی میں ہے یا فارسی میں، تو انھوں نے فوراً منہاج الصالحین کے عنوان سے ایک ادارہ بنایا اور اپنا کام شروع کر دیا۔ آج یہ ادارہ اپنے کام کے اعتبار سے پورے ملک پر چھا گیا ہے۔ جتنی کتابیں اس ادارے نے قوم کے حوالے کی ہیں اتنا کام باقی تمام ادارے مل کر نہیں کر سکے۔

علامہ جعفری کوئی سرمایہ دار انسان نہیں ہیں بلکہ وہ ایک self made انسان ہیں۔ ''اپنی دنیا آپ پیدا کر، اگر زندوں میں ہے'' علامہ اقبال نے شاید انھی کے لیے کہا تھا ۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
جو ستاروں پہ ڈالتے ہیں کمند

خداوند تعالیٰ انھیں اور ان کے ادارے کو مزید ترقی عطا فرمائے اور دین مُبین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

راقم ایک عرصہ سے اس ادارے کے ساتھ مربوط ہے۔ اس وقت راقم کی دس کتابیں اس ادارے کے توسط سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

جہاں راقم ایک دینی ادارے کی ادارت کا بھاری بوجھ اپنے ناتواں شانوں پر رکھتا ہے تو اپنے ادارے میں تراجم کا شعبہ بھی بنا رکھا ہے۔ وقت نکال کر اپنی ملّت کی روحانی غذا کے لیے عربی یا فارسی کتابوں کا انتخاب کر کے ان کا ترجمہ کر کے طباعتی اداروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ ان شاء اللہ یہ ہمارے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہماری بخشش کا باعث بنیں گے۔

اگر میں اپنے اُن محسنوں اور اساتذہ کے اسماء کا تذکرہ نہ کروں تو یہ جرم ہوگا۔ اُن کا تذکرہ ضروری ہے کہ جنھوں نے میری تربیت کی، مجھے یہ حقیقی راستہ دکھلایا اور پھر مجھے راستے پر چلنے کی ادا سکھائی۔ میں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے چچا جناب مولانا نذر حسین خان سے حاصل کی۔ مرحوم حضرت علامہ حسین بخش نجفی قبلہ اور حضرت علامہ غلام حسن نجفی قبلہ کے شاگرد تھے۔ مرحوم ایک صاحبِ تقویٰ شخصیت تھے۔

میٹرک کرنے کے بعد جب میں نے جامعۃ الشیعہ کوٹ ادو میں داخلہ لیا تو وہاں جناب مولانا وصی حیدر مرحوم کے حضور زانوائے تلمذ تہ کیا۔ اُنھوں نے ہماری مبادیات خوب مضبوط کیں۔ جب وہ ایران تشریف لے گئے تو جناب حجۃ الاسلام مولانا سید فضل حسین قبلہ سے ایک عرصہ تک دروس پڑھے۔ پھر مزید تعلیم کے لیے مخزن العلوم الجعفریہ شیعہ میانی میں داخلہ لیا اور حجۃ الاسلام علامہ سید گلاب علی شاہ صاحب قبلہ سے لمعتین پڑھی اور حجۃ الاسلام علامہ سید شیر علی شاہ صاحب قبلہ سے حماسہ، متنبی مقامات اور ادبیات پڑھے۔

خداوند تعالیٰ میرے ان مرحوم اساتذہ پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

صاحبِ تفسیر نور الثقلین کے حالاتِ زندگی

میں نے علامہ عبد علی حویزی کے حالاتِ زندگی لکھنے کے لیے بہت سی کتابوں کو دیکھا لیکن اُن کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔ آخر علامہ مرزا محمد باقر موسوی خوانساری اصفہانی کی مشہورِ زمانہ کتاب ''روضات الجنات'' کو دیکھا تو اس میں

موصوف کے کچھ احوال نظر آئے۔ ان کے احوال کی جو بحث کی گئی ہے وہ کوئی تفصیلی حالات نہیں ہیں۔ پس جو کچھ ملا ہے وہ یہ ہے:

الشیخ الجلیل عبد علی بن جمعہ العروسی الحویزی شیراز کے رہنے والے تھے۔ آپ عالم، فاضل، فقیہ، محدث، ثقہ، صاحبِ تقویٰ انسان تھے۔ علاوہ ازیں آپ علم و ادب اور شعر و شاعری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ اُس زمانے کے تمام مروج علوم کے متبحر عالم تھے۔ آپ نے قرآنِ مجید میں ایک مشہور زمانہ کتاب "تفسیر نور الثقلین" تالیف کی۔ اُس وقت یہ تفسیر چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ انھوں نے اپنی اس تفسیر پر اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر کے اسے ہر طرح سے معنوی زینتوں سے مزین کیا اور اس میں رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین کی احادیث و فرمودات کے ساتھ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر کی۔ آپ نے اس تفسیر کی تالیف میں صرف کتب احادیث کو سامنے رکھا۔ اس کے علاوہ اپنی تفسیر میں کوئی اور بات درج نہ کی۔

علامہ مرزا محمد باقر موسوی خوانساری نے ان کی تفسیر کے بارے میں جو نوٹ لکھا ہے وہ یہ ہے: ان تفسیرہ المذکورۃ کتابٌ لطیفٌ، متقنٌ، معتبرٌ، جامع لمعظم احادیث الامامیۃ المتعلقہ بتفسیر الآیات وتاویلھا، علامہ حویزی کی یہ مذکورہ تفسیر ایک لطیف کتاب ہے، اپنے فن میں مضبوط و محکم و معتبر کتاب ہے۔ یہ کتاب مذہب امامیہ کی اکثر احادیث کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ان احادیث کے ذریعے آیات اللہ کی تفسیر کی۔ مصنف نے اس کتاب کی تالیف کے لیے بہت سے مصادر کو سامنے رکھا اور اپنی اس تفسیر کے لیے بہت زیادہ جدوجہد کی۔

حضرت علامہ السید نعمت اللہ جزائری نے اپنی کتاب "المقامات" میں ان کے بارے میں لکھا کہ مَیں، صاحبِ تفسیر نور الثقلین کی خدمت میں رہ کر ایک عرصہ اُن سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ جب علامہ حویزی قبلہ اپنی اس عظیم تفسیر کے کام سے فارغ ہوئے اور یہ کتاب منظر عام پر آئی تو میں نے اس تفسیر کے بارے میں اپنے استاذ محترم فاضل جلیل شیخ جعفر بحرانی سے بات کی کہ اگر یہ کتاب واقعی ایک مفید و عظیم کتاب ہے تو میں اس کو اپنے ہاں لکھ لوں۔ اگر نہیں تو پھر مجھے بھی لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سن کر میرے استاذ محترم نے مجھے جواب دیا۔

مادام مؤلفہ حیًّا فلا تساوی قیمتہ فلساً واحداً واذا مات فاَول من یکتبہ انا وھذا اخبار عمّا فی الضمیر ثم انشد

مادام حیاً فاذا ما ذھب	تری الفتیٰ ینکر فضل الفتی
یکتبھا عنہ بماء الذَّھب	لجّ بہ لحرص علی نکتہ

"جب تک مؤلف کتاب علامہ عبدعلی حویزی زندہ ہیں ان کی اس عظیم تفسیر کی قیمت ایک کوڑی بھی نہیں ہے، ہاں جب وہ فوت ہوں گے تو سب سے پہلا شخص جو اس تفسیر کو سونے کے پانی سے لکھے گا وہ مَیں ہوں گا"۔

"یہ حقیقت ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے فضائل کا، حسد کی وجہ سے انکاری ہوتا ہے۔ اُسے ملامت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بُخل سے کام لیتا ہے۔ پس اگر وہ اس دنیا سے چلا جائے جس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاتی تھی اور اُس پر اشکالات کے تیر برسائے جاتے تھے جس کے حرف حرف پر جھگڑا کیا جاتا تھا تو پھر وہی ہوتے ہیں جو اس کی کتاب کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ سونے کے پانی کے ساتھ لکھ رہے ہوتے ہیں"۔

سید نعمت اللہ جزائری نے ایک اور اس طرح کا قصہ لکھا ہے کہ ایک اصفہان کے فاضل شخص نے کتاب لکھی لیکن اس کتاب کو کوئی شہرت نہ ملی۔ اس کے نسخے کو نقل کرنے کے لیے کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ اس دوران کسی عالم نے اُس سے پوچھا: کیا بات ہے آپ کی کتاب کو کوئی شہرت نہیں ملی؟ تو اُس فاضل آدمی نے جواب دیا: جی ہاں بات یہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل میرا ایک دشمن ہے جس دن وہ مرجائے گا میری اس کتاب کو بڑی شہرت ملے گی۔ اُس عالم نے پوچھا: بھلا وہ دشمن کون ہے جس کی وجہ سے تمھاری محنت بے کار ہونے لگی ہے؟ اُس نے کہا: وہ دشمن خود مَیں ہی ہوں۔ جو اپنی کتاب کی شہرت کی راہ میں رکاوٹ ہوں۔

جناب علامہ موصوف اخباری تھے، محدثین میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ شیخ عبدعلی بن رحمت الحویزی نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا: جناب عبدعلی فاضل و عارف شخص تھے۔ وہ علمِ عربی اور علمِ عُروضی میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ وہ ایک توانا شاعر و ادیب اور منشی بلیغ تھے۔ ان کے اشعار کا خوبصورت دیوان بھی ہے۔ ان کے معاصرین نے ان کی مدح وستائش میں بہت کچھ لکھا۔

تالیفات وتصنیفات

۱. کلام الملوک ملوک الکلام: یہ کتاب ادب میں لکھی گئی ہے۔
۲. حاشیہ علی تفسیر البیضاوی

۳. شرح شواھد المطول
۴. کتاب فی النحو
۵. کتاب فی الحکمت
۶. کتاب فی العروض
۷. رسالۃ فی الرمل
۸. قصر الغمام: یہ کتاب ادب میں ہے۔
۹. عربی فارسی ترکی میں شعری تین دیوان

اس طرح الشیخ عبدعلی ناصر بن رحمۃ البحرانی بصری نے بھی ان کے علم و فضل و ادب کی تعریف کی ہے۔ اُنھوں نے اُن کے مؤلفات کا ذکر کیا ہے، وہ یہ ہیں: المعلول فی شرح شواھد المطول۔ انھوں نے مغنی اللبیب پر حاشیہ بھی لکھا۔

اس طرح الشیخ عبدعلی حسین الجزائری صاحب کتاب "المعلقۃ العبراء فی تظلم الزھراء" نے آپ کی توصیف میں لکھا۔

آپ کو حویزی اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ حویزہ کے رہنے والے تھے۔ حویزہ خوزستان میں ایک قصبہ ہے۔ اسی نسبت سے آپ کو حویزی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آپ نے ساری عمر کتبِ اہلِ بیتؑ کی ترویج و تبلیغ کی۔ یہ آپ کے رشحاتِ علمی و قلمی ہیں، جن سے تشنگانِ علومِ آلِ محمدؐ استفادہ کر رہے ہیں۔

تفسیر نور الثقلین کو جہانی شہرت حاصل ہے۔ دُعا ہے کہ ربِ کریم علومِ آلِ اطہارؑ کے ناشر و مبلّغ علامہ ریاض حسین جعفری، فاضلِ قُم کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ آپ نے کتبِ تشیع میں نشر و اشاعت میں ایک منفرد انداز اپنایا ہے۔ لوگوں کو کتاب شناسی سے روشناس کروایا ہے۔ پروردگارِ عالم ہم سب کو کتب آلِ اطہارؑ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں قربِ اہلِ بیتؑ نصیب فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالبِ دُعا!

الطاف حسین کلاچی بن غلام قاسم خان
مدرسہ باب العلم، تونسہ شریف

سُورَةُ المُزَّمِّلِ

سورۃ المزمل مکیۃ آیاتہا ۲۰ و رکوعاتہا ۲

”سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی، اس کی بیس آیات اور دو رکوع ہیں“۔

سورۂ مزمل کے مضامین

اس سورہ کے مضامین کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱. پہلے حصہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی عبادت اور تلاوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آپ راتوں کو کس قدر اپنے پروردگار کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔
۲. اس حصے میں پیغمبر اکرم ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے۔
۳. اس حصے میں قیامت کے دن کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں کہ اس دن انسان کی کیا حالت ہوجائے گی۔ جناب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر ہے۔
۴. اس حصے میں مسلمانوں کی مشکلات کی تخفیف کا بیان ہے اور تلاوتِ قرآن، نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور استغفار کا بیان ہے۔

فضائلِ تلاوت

کتاب ثواب الاعمال میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

من قرء سورة المزمل فی العشاء الاخرة فی آخر اللیل کان له اللیل والنهار شاهدین مع سورة المزمل واحیاء الله حیاة طیبةً واماته میتةً طیّبةً

"جس شخص نے سورۂ مزمل کو نمازِ عشاء میں پڑھا یا رات کے آخر میں پڑھا تو رات اور دن اور اس طرح یہ سورۂ قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پاکیزہ زندگی اور پاکیزہ موت دے گا"۔

تفسیر مجمع البیان میں ابی ابن کعب سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ ومن قرء سورة المزمل دفع عنه العسر فی الدنیا والاخرة

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے سورۂ مزمل کی تلاوت کی، اُس سے دنیا اور آخرت کی سختیاں اُٹھالی جائیں گی"۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ؕ﴿۷﴾ وَ اذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِیۡلًا ﴿۹﴾ وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ اهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِیۡلًا ﴿۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"اے کپڑا لپیٹنے والے! رات کو اُٹھئے مگر کم۔ نصف رات یا اُس سے کچھ کم کر لیجیے۔ نصف رات پر کچھ بڑھا دیجیے اور قرآن کو غور وفکر کے ساتھ پڑھا کیجیے۔ عنقریب آپ پر ایک ثقیل حکم (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں۔

یقیناً رات کا اُٹھنا زیادہ مضبوط اور زیادہ استقامت والا ہے۔ دن میں تو آپ کے لیے مسلسل اور بہت سی مصروفیات ہیں۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیجیے اور سب سے بے نیاز ہو کر اُسی کے ساتھ دل کو لگائے رکھیے۔

وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، پس آپ اُسی کو اپنا کارساز بنا لیجیے۔ اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں، اس پر صبر سے کام لیجیے اور شائستہ طریقے سے اُن سے دُوری اختیار کیجیے"۔

تفسیر آیات

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

"اے کپڑا لپیٹنے والے! رات کو اُٹھیے مگر کم"۔

جوامع الجامع میں روایت ہے کہ ایک دفعہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ صلوات اللہ علیہا کے پاس آئے، آپؐ نے اُنھیں فرمایا: مجھے کپڑا اُوڑھا دو۔ آپؐ کپڑا اُوڑھے ہوئے تھے کہ جناب جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور انھوں نے آپؐ کو يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے ساتھ ندا دی۔

کتاب تہذیب الاحکام میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول (قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا) کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ ہر رات نماز پڑھیں اور آپؐ ہمیشہ ہر رات نماز پڑھتے تھے۔ ایک رات ایسی آئی کہ آپؐ رات کو نماز نہ پڑھ سکے تو آپؐ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے: يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ "نصفہ" سے مراد ہے کہ رات کی عبادت میں کچھ کمی کرلو۔ کیونکہ ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑا اُوڑھ کر سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝

"اے مزمل رات کو رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کر"۔ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا کم کردے۔ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ "یا آدھی رات پر کچھ اضافہ کردے"۔

قرآن کی تلاوت کا طریقہ

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ "اور قرآن کو غور وفکر اور تامل کے ساتھ پڑھا کرو"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: عبداللہ بن سلیمان نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کا کیا معنی ہے؟

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

بینه بیانا ولا تهذه هذ الشعر، ولا تنثره نثر الرمل ولكن افزعوا، قلوبكم القاسيه ولا يكن همّ احدكم آخر السورة

"ترتیل کا معنی ہے کہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرو۔ نہ تو اشعار کی طرح جلدی اور یکے بعد دیگرے پڑھو، اور نہ ہی ریت کے ذرات کی طرح اس کو بکھیر دو۔ لیکن اس طرح پڑھو کہ اس سے سخت اور سنگین دلوں کو نرم کردے اور انھیں بیدار کردے۔ اور ہرگز تمھارا مقصد یہ نہ ہو کہ تم لازمی اور حتمی طور پر آخر سورہ تک پہنچو اور اُسے ختم کرکے رہو"۔

امام علیہ السلام کی اس خوب صورت گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ جب بھی قرآن پڑھو تو قرآن کے مطالب و معانی پر نگاہ رکھو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قرآنِ مجید کو تیزی اور سُرعت کے ساتھ نہ پڑھو۔ جس وقت تم کسی آیت سے گزرو، جس میں جنت کا ذکر ہو تو رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جب تم ایسی آیت سے گزرو، جس میں جہنم کا ذکر ہو تو وہاں رُک جاؤ اور اللہ سے جہنم کی آگ سے پناہ مانگو۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازِ تلاوت

تفسیر مجمع البیان میں نقل ہے کہ "ترتیل" سے مراد ہے کہ قلب کو محزون کر کے قرآن پڑھو، یعنی حزن آمیز آواز کے ساتھ تلاوت کرو اور اس بات کی تائید ابوبصیر کی روایت سے ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی قرآن پڑھو تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھو۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی تلاوت فرماتے تھے تو آیات کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے اور اپنی آواز کو کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

قولِ ثقیل

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝

''عنقریب آپ پر ایک ثقیل حکم (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ''اے رسولؐ! عنقریب آپؐ کی طرف ایک بھاری قول وحی کرنے والے ہیں، جو آپؐ پر بھی بھاری ہے اور آپؐ کی اُمت پر بھی''۔

قَوْلًا ثَقِيلًا سے مراد ہے، جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اُس وقت آپؐ کی حالت میں تغیر آ جاتا۔ آپؐ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ اگر آپؐ کسی سواری پر سوار ہوتے تو وہ سواری اپنا پہلو جھکا دیتی۔ اپنا ایک پہلو زمین پر لگا لیتی اور اس میں چلنے کی قدرت نہ رہتی۔

حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپؐ پر وحی کس طرح آتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: کبھی تو گھنٹی کی آواز میں آتی ہے اور یہ وحی کا سخت ترین انداز ہے۔ جو کچھ وحی ہوتی ہے مجھے اُسے یاد کرنا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ کسی مرد کی صورت میں آتا ہے، جو کچھ وہ کہتا ہے، اُسے میں یاد کر لیتا ہوں۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے، جب کبھی آپؐ سواری پر سوار ہوتے اور آپؐ پر وحی آ جاتی تو وہ سواری ایک طرف جھک جاتی۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں جب آپؐ پر وحی ہوتی تو آپؐ کی پیشانی اقدس پسینے سے شرابور ہو جاتی۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝٦

''یقیناً رات کا اُٹھنا زیادہ مضبوط اور زیادہ استقامت والا ہے''۔

رات کی عبادت اور رات کی تاریکی میں تلاوتِ قرآن کا حکم اس لیے آیا ہے کہ اس سے انسان کو استقامت اور معنوی مضبوطی عطا ہوتی ہے۔ تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس سے مراد بستر کو چھوڑ چھاڑ کر صرف اللہ کی یاد کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور خدا کے سوا کوئی اور مقصد نہ ہو۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝٨

''اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیجیے اور سب سے بے نیاز ہو کر اُسی کے ساتھ دل لگائے رکھیے''۔

''تبتل'' بتل بروزن ''حتم'' کے مادہ سے ہے۔ اصل میں انقطاع کے معنٰی میں ہے اور اسی لیے جناب مریمؑ کو بتول کہا گیا ہے کیونکہ انھوں نے اپنے لیے کوئی شوہر کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ اور اگر شہزادی جنت، بانوئے اسلام، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بھی بتول کہا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے اعمال و رفتار اور

دانش و معرفت کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ تھیں اور آپؐ کے انقطاع الی اللہ کی منزل نصیب تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا کی تفسیر فرماتے ہوئے کہا: اپنی نیت و ارادہ کو خاص کرو۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾

"اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں، اس پر صبر سے کام لیجیے اور شائستہ طریقے سے اُن سے دُوری اختیار کیجیے"۔

کیونکہ حق کی دعوت و ارشاد کے لیے دشمنوں کی بدگوئی اور ان کا مظالم ڈھانا بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے اللہ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ آپؐ ان میں رہیں، انھیں پیغام بھی دیتے رہیں لیکن صبر سے کام بھی لیتے رہیں اور نہایت شائستگی کے ساتھ ان سے بچ کر بھی رہیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حفص بن غیاث سے فرمایا تھا: تم پر لازم ہے کہ اپنے تمام اُمور میں صبر سے کام لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کا حکم دیا تھا کہ صبر اور نرمی سے کام لینا۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾

"اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں، اس پر صبر سے کام لیجیے اور شائستہ طریقے سے اُن سے دُوری اختیار کیجیے"۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ
اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ
الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ
تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ
سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ
يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ
فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ
وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

"ان تکذیب کرنے والوں اور نعمتوں پر ناز کرنے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیجیے اور انھیں تھوڑی سی مہلت دے دیجیے۔ یقیناً ہمارے پاس بیڑیاں اور زنجیریں اور سلگتی آگ ہے اور گلو گیر کھانا اور دردناک عذاب ہے۔

جس دن زمین اور پہاڑ شدت سے کانپ رہے ہوں گے اور پہاڑ مثل بھر بھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے۔ ہم نے تمھاری طرف ایسا ہی ایک پیغمبرؐ تم پر شاہد بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اُسے اپنی شدید ترین گرفت میں لے لیا۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو اُس دن (کی سختیوں) سے کیسے بچو گے، جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اُس دن آسمان پھٹ پڑے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ تو ایک نصیحت ہے، پس جو شخص چاہے، اپنے رب کی طرف جانے والے راستہ کو اختیار کر لے۔

آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور ان لوگوں میں سے ایک گروہ جو آپ کے ساتھ ہے رات کی دو تہائی کے قریب یا آدھی رات یا اس کی ایک تہائی (تہجد کے لیے) قیام کرتے ہیں اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے، وہ اچھی طرح سے جانتا ہے کہ آپ اس مقدار کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ پس اللہ نے آپ پر مہربانی کی۔ اب آپ قرآن کی صرف اتنی ہی مقدار جو آپ پر آسان ہو، تلاوت کیجیے۔ اُسے علم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ مریض ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کے فضل (روزی) کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ پس جتنی مقدار تمہارے لیے ممکن ہو، اس کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اُسے اللہ کے ہاں بہترین صورت میں اور عظیم تر پاؤ گے اور اپنے اللہ سے بخشش طلب کرو۔ اللہ یقیناً غفور اور رحیم ہے"۔

تفسیر آیات

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾

"جس دن زمین اور پہاڑ شدت سے کانپ رہے ہوں گے اور پہاڑ مثل بھر بھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ پہاڑ ریت کی مانند ہو جائیں گے۔ اور تم لوگ کس صورت میں الٰہی پروگرام کا انکار کرتے ہو۔ وہ دن اس قدر شدید ہوگا کہ جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

نہج البلاغہ میں ہے: حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

احذروا یوما تفحص فیه الاعمال ویکثر فیه الزلزال وتشیب فیه الاطفال

''اے انسانو! اُس دن سے ڈرو جس دن تمھارا محاسبہ ہوگا۔ اُس دن خوف سے زمین کانپ رہی ہوگی اور بچے بوڑھے ہوجائیں گے''۔

کتاب توحید میں حدیث موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو حکم دے گا۔ جس آگ کا نام ''فلق'' ہے۔ عذاب کے لحاظ سے جہنم کا بدترین عذاب یہی آگ ہوگی۔ وہ ایک تاریک ترین جگہ سے زنجیروں اور بیڑیوں کے ساتھ خارج ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اُسے حکم دے گا کہ وہ مخلوق کے چہروں میں پھونک مارے۔ پس وہ پھونک مارے گی، اُس کی پھونک کی شدت اس قدر ہوگی کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا اور ستارے سب بے نور ہوجائیں گے، سمندر منجمد ہوجائیں گے، پہاڑ کانپ کر رہ جائیں گے، لوگوں کی آنکھوں کے آگے تاریکی چھا جائے گی، حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور اُس کی ہولناکی سے قیامت کے دن بچے بوڑھے ہوجائیں گے''۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ ......الخ

''آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور ان لوگوں میں سے ایک گروہ جو آپ کے ساتھ ہے رات کی دو تہائی کے قریب یا آدھی رات یا اس کی ایک تہائی (تہجد کے لیے) قیام کرتے ہیں''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر قمی میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا اور لوگوں کو بھی اسی بات کی خوشخبری دی لیکن لوگوں کے لیے یہ مسئلہ کٹھن بن گیا کہ ایک آدمی رات کو قیام کرتا کہ صبح ہوجاتی۔ اس خوف سے ساری رات قیام کرتا تھا کہ اللہ کی اطاعت گزاری، اس کے ہاتھوں سے نہ نکل جائے تو اللہ تعالیٰ نے دو تہائی رات یا آدھی رات یا ایک تہائی رات سے مربوط حکم منسوخ کردیا اور اس کی جگہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کا حکم آ گیا۔

کتاب الخصال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین چیزیں اللہ سے شکایت کرتی ہیں: ان میں سے ایک قرآنِ مجید ہے۔ ایسا قرآن جسے الماری میں رکھ دیا گیا ہو اور وہ گرد و غبار سے اَٹ جائے اور اُس کو پڑھا نہ جائے۔

کتاب الخصال میں حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے: استغفار کثرت کے ساتھ کرو۔ استغفار سے رزق کھینچ کر تمھارے پاس آجاتا ہے اور اپنے آگے جتنا اچھائی سے بھیج سکتے ہو بھیجو۔ کل جب تمھیں ضرورت پڑے گی تو وہ موجود ہوگی۔

سُوۡرَةُ الۡمُدَّثِّرِ

سورة المدثر مكية آياتها ٥٦ وركوعاتها ٢
''سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھپن آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ مدثر کے مضامین

یہ سورہ اپنے دامن ملکوتی میں سات مضامین رکھتی ہے:

① اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیام کرنے کی دعوت دی کہ اب وہ لوگوں کو انذار کریں اور انھیں ظاہر باہر تبلیغ کریں اور اس راستے میں جتنی مشکلات آئیں، ان پر صبر سے کام لیں۔

② اس حصے میں قیامت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، دوزخیوں کی صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

③ اس حصے میں کافروں کو ڈرایا گیا ہے اور جہنم کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

④ قیامت کے بارے میں قسمیں بار بار اُٹھائی گئی ہیں تاکہ لوگوں کے لیے تاکید ہو جائے کہ قیامت ہر صورت میں آئے گی۔

⑤ اس حصے میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے۔

⑥ اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کی بعض خصوصیات کا تذکرہ ہے اور پھر اُن کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ ثِیَابَکَ فَطَہِّرۡ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ الرُّجۡزَ فَاہۡجُرۡ ۪ۙ﴿۵﴾ وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَ لِرَبِّکَ فَاصۡبِرۡ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِکَ یَوۡمَئِذٍ یَّوۡمٌ عَسِیۡرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ غَیۡرُ یَسِیۡرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ﴿ۙ۱۱﴾ وَّ جَعَلۡتُ لَہٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ﴿ۙ۱۲﴾ وَّ بَنِیۡنَ شُہُوۡدًا ﴿ۙ۱۳﴾ وَّ مَہَّدۡتُّ لَہٗ تَمۡہِیۡدًا ﴿ۙ۱۴﴾ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ﴿٭ۙ۱۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"اے کپڑا اُوڑھنے والے! اُٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرایئے اور اپنے رب کی کبریائی کو بیان کیجیے۔ اور اپنے لباس کو پاک رکھیے اور ناپاکی سے دُور رہیے۔ اور احسان کر کے زیادتی کی تمنا نہ کر۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کیجیے۔

پس جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن ایک سخت ترین دن ہوگا جو کفار پر آسان نہ ہوگا۔

مجھے اور اُسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے اور میں نے اُسے بہت سامال دے رکھا ہے اور حاضر رہنے والے بیٹے بھی۔

اور میں نے اُسے بہت آسانی اور کشادگی دے رکھی ہے۔ پھر بھی اُس کی خواہش ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں"۔

تفسیر آیات

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿١﴾ "اے کپڑا اُوڑھنے والے!"

اوزاعی کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن کثیر سے سنا، اُس نے کہا: میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھا: سب سے پہلے کون سی سورہ نازل ہوئی؟

اُس نے کہا: سب سے پہلے جو سورہ نازل ہوئی وہ سورۂ مدثر ہے۔ میں نے کہا: کیا سورہ اقراء باسم ربك الذی خلق پہلی سورہ نہیں ہے، جو سب سے پہلے نازل ہوئی؟

یہ سن کر جناب جابر نے کہا: میں تمھیں وہ بات بتا رہا ہوں، جو ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: میں ایک ماہ غار حرا میں رہا اور وہیں میں نے ایک بلند آواز سنی کہ میرے نام کی آواز آئی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر وہی آواز بلند ہوئی تو میں نے اُوپر کی طرف اپنا سر اُٹھایا۔ میں نے ایک فرشتے کو عرش پر آسمان و زمین کے درمیان دیکھا۔ جب میں گھر آیا تو میں نے کہا: مجھے کپڑا اُوڑھا دو! مجھے کپڑا اُوڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈال دو۔ یہی وہ ملکوتی لحہ تھا کہ جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور یہی سورہ يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ لائے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ﴿٤﴾ "اور اپنے لباس کو پاک رکھئے"۔

کتاب الخصال میں ہے کہ حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک مسلمان کے دین و دنیا کی بہتری اس میں ہے کہ وہ اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر رکھے، یعنی ٹخنوں سے اُوپر رکھے اور یہ اُس کی طہارت ہے، اس لیے اللہ تعالٰی نے فرمایا: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ "اور احسان کر کے زیادتی کی تمنا نہ کر"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اعطی لساناً ذاکراً فقد اعطی خیر الدنیا والاخرة

"جسے ذکر کرنے والی زبان مل گئی تو اُسے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مل گئی ہے"۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ جو نیک کام اللہ کے لیے انجام دیتے ہو، اُسے ہرگز زیادہ نہ سمجھنا۔

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: لوگوں پر احسان کر کے احسان جتلانے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اور جو تو نیکی کرے، اُسے زیادہ خیال مت کر، کیونکہ احسان جتلانے سے احسان باطل ہو جاتا ہے، اور اپنے اعمال کو زیادہ سمجھنے سے نورِ حق چلا جاتا ہے۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿۱۲﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿۱۳﴾

''مجھے اور اُسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے اور میں نے اُسے بہت سا مال دے رکھا ہے اور حاضر رہنے والے بیٹے بھی''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ سے لے کر ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا تک کا شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

ولید مکہ کا ایک مشہور اور جانا پہچانا شخص تھا جس کی عقل اور سمجھ بوجھ کے تمام مشرکین قائل تھے اور اہم مسائل میں اُس سے وہ مشورہ کرتے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں استہزا کرنے میں بھی پیش پیش رہتا تھا۔

ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسماعیل میں قرآنِ مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ قریش ولید کے پاس گئے اور اُسے کہا: اے عبد شمس! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ پڑھ رہا ہے، وہ کیا ہے؟ شعر ہے؟ کہانت ہے یا خطبے ہیں؟

اُس نے کہا: مجھے اُن کے قریب لے جاؤ تاکہ میں ان کا کلام سنوں۔ پس جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آیا تو اُس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے کچھ اشعار سناؤ۔

آپؐ نے فرمایا: یہ اشعار نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

پھر اُس نے کہا: اس میں سے کچھ سناؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ حم السجدہ کی تلاوت فرمائی۔ جب آپؐ اس آیت فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿۱۳﴾ (آیہ: ۱۳۔ ''اگر یہ منہ پھیر لیں تو کہہ دیجیے میں نے تمھیں ایسی بجلی سے ڈرایا ہے جیسی بجلی قومِ عاد و ثمود پر آئی تھی'') پر پہنچے، راوی کہتا ہے: جب ولید نے یہ سنا تو وہ کانپنے لگا اور اس کے سر اور داڑھی کے تمام بال کھڑے ہو گئے اور فوراً اپنے گھر کی طرف چلا گیا اور پھر قریشیوں کے پاس واپس نہ لوٹا۔

قریش اکٹھے ہو کر ابو جہل کے پاس گئے اور اُسے کہا: اے ابو الحکم! ابو عبد شمس اپنے دین سے نکل گیا ہے اور اُس نے

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کو اختیار کرلیا ہے۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ جب سے ہم سے گیا ہے واپس نہیں آیا۔ ابوجہل ولید کے پاس آیا اور کہا: اے چچا جان! آپ نے ہمارے سروں کو جھکا کر رکھ دیا ہے اور ہمیں رُسوا کر دیا ہے۔ ہمارے دشمنوں کو خوش کر دیا ہے۔ آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو اختیار کرلیا ہے۔ یہ سن کر ولید نے کہا: میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین کب اپنایا ہے؟ میں نے تو اُن سے کلام سنا، جس کو سن کر میں لرز کر رہ گیا۔

ابوجہل نے کہا: جو کلام تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنا ہے کیا وہ خطبات ہیں؟

ولید نے کہا: جو خطبات ہوتے ہیں، وہ کلام متصل ہوتا ہے۔ یہ کلام نثر ہے جس کا بعض بعض سے مشابہ نہیں ہے۔

ابوجہل نے کہا: کیا اس کا کلام شعر ہے؟ اُس نے کہا: نہیں یہ شعر بھی نہیں ہے۔ میں نے عرب کے شعراء کا کلام سنا ہے۔ ان کا کلام چاہے بسیط ہے یا مدید ہے، رمل ہے یا رجز ہے میں نے سب سن رکھا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کلام شعر نہیں ہے۔

ابوجہل نے پوچھا: پھر کیا ہے؟ اُس نے کہا: مجھے مہلت دیجیے میں سوچ کر تمھیں بتاؤں گا۔ دوسرے دن وہ ولید کے پاس آئے اور پوچھا: تم نے کیا سوچا ہے؟ ولید نے انھیں کہا: تم لوگوں سے یہ کہو کہ یہ سب جادو ہے کہ جس نے لوگوں کے دلوں پر اثر کردیا ہے۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئیں: (ذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ﴿۱۱﴾)

اُسے "وحید" اس لیے کہا جاتا تھا کہ اُس نے قریش سے کہا تھا:

انا الوحید ابن الوحید لیس لی فی العرب نظیر ولا لابی نظیرہ

"میں وحید عصر ہوں اور وحید عصر کا بیٹا ہوں، عرب میں نہ کوئی میرا مثل ونظیر ہے اور نہ ہی میرے باپ کا کوئی مثل ہے"۔

اس کے پاس مال کثرت کے ساتھ اور بہت سارے باغات کا مالک تھا۔ اُس کے مکہ میں دس بیٹے تھے، اُس کے بارے میں کہا گیا ہے۔ اس کے پاس جو خزانہ تھا، اُس سے بیل کی کھال بھر جاتی تھی۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: "الوحید" سے مراد "ولید" ہے اور وہ زنا سے پیدا ہوا تھا۔

زرارہ کا بیان ہے کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں کسی کے بارے میں کہا گیا کہ اُس نے اپنے خطبہ میں کہا: انا الولید الوحید "میں ولید وحید ہوں"۔ آپؑ نے فرمایا: افسوس ہے اگر اُسے معلوم ہوتا کہ وحید کا معنی کیا ہے تو اس پر فخر نہ کرتا۔

زرارہ کہتا ہے کہ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: اس کا کیا معنٰی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جس کے باپ کا علم نہ ہو تو اُسے وحید کہتے ہیں۔

كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾

"ہرگز نہیں کیونکہ وہ ہماری آیات کے بارے میں عناد رکھتا ہے۔ عنقریب میں اُسے مشکل ترین چڑھائی چڑھنے پر مجبور کروں گا۔ اُس نے غور وفکر کیا اور اُسے (کچھ) سُوجھا۔ وہ مارا جائے اُسے کیا سوجھی۔ پھر وہ مارا جائے اُسے کیا سوجھی۔ پھر اُس نے نگاہ دوڑائی۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنالیا۔ پھر پیچھے پلٹا اور تکبر کیا اور آخرکار اُس نے کہا: یہ جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ تو صرف انسان کا کلام ہے۔ عنقریب میں اُسے جہنّم میں داخل کردوں گا اور آپ کیا جانیں کہ سقر کیا ہے۔ نہ وہ باقی رہنے دیتی ہے اور نہ ہی کسی کو چھوڑتی ہے۔ آدمی کی جلد کو جھلسا کر رکھ دیتی ہے۔ اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں"۔

تفسیر آیات

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ "عنقریب مَیں اُسے جہنّم میں داخل کروں گا"۔

روضۃ الواعظین میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام "صعود" ہے۔ اُس میں ایک وادی ہے، اس کا نام "سقر" ہے اور اس "سقر" میں ایک وادی ہے اس کا نام ہے ہبھب۔ جس وقت اُس سے پردہ ہٹایا جائے گا تو اُس وقت اہلِ جہنم کی گرمی کی شدت سے چیخیں نکلیں گی۔ تمام جابر بادشاہ اس عذاب میں ہوں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو چیزیں تیرے نفس کے لیے ضرر کا باعث ہیں، ان کو کم کردے، اس سے قبل کہ تیری روح تیرے جسم سے جدا ہو۔ جس طرح تو اپنی معیشت میں وسعت پیدا کرتا رہتا ہے۔ اس طرح اپنے اعمال کو بھی وسیع کرتا رہ، کیونکہ انسان اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ڜ يَتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾

''اور ہم نے دوزخ کا عملہ فرشتوں کے سوا اور کسی کو مقرر نہیں کیا اور اُن کی تعداد کو کافروں کے لیے ابتلا و آزمائش بتایا تاکہ اہلِ کتاب یقین کرلیں اور اہلِ ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو اور اہلِ کتاب اور مومنین شک میں نہ رہیں اور وہ کہ جن کے قلوب میں مرض ہے اور کافر یہ کہیں، اس بیان سے اللہ کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟ اس طرح اللہ جسے چاہتا ہے، اُسے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت عطا کردیتا ہے اور آپ کے رب کے لشکروں کو اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور یہ انسانوں کے لیے وعظ و نصیحت ہے۔

(ایسا) ہرگز نہیں جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں، قسم ہے چاند کی اور رات کی، جب وہ پلٹنے لگتی ہے، اور صبح کی قسم، جب وہ روشن ہوتی ہے۔ بے شک (قیامت کی ہولناکیاں) اہم مسائل میں سے ہیں۔ اس میں تمام انسانوں کے لیے اِنذار ہے۔

تم میں سے ان لوگوں کے لیے جو یہ چاہتے ہیں آگے بڑھیں یا پیچھے رہ جائیں۔ ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے۔ سوائے اُن کے جن کے دائیں ہاتھ میں (نامۂ اعمال دیا جائے گا) وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے اور پوچھ رہے ہوں گے، مجرم لوگوں سے کہ کس چیز نے تمھیں جہنّم کی طرف بھیج دیا۔ وہ کہیں گے: ہم نماز ادا نہیں کرتے تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور ہم اہلِ باطل کے ساتھ رہ کر بے ہودہ گوئی کرتے تھے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے: جناب علی بن ابراہیم نے نقل کیا ہے کہ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ اس آیت میں الیمین سے مراد حضرت امام علی علیہ السلام اور اُن کے اصحاب ہیں وہ آلِ محمدؐ کے دشمنوں سے کہیں گے: مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾

تو وہ اس وقت جواب دیں گے: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ یعنی ہم آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کی اتباع نہیں کرتے تھے۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: نماز کا عہد کرو اور پھر اس کی حفاظت کرو اور اس کے ذریعے اللہ کے قریب ہو جاؤ کیونکہ نماز مومنین پر فرض کی گئی ہے۔ کیا تم نے اہلِ جہنم کا جواب نہیں سنا جب وہ کہیں گے: مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ کس چیز نے تمھیں جہنم میں ڈالا؟ وہ اس وقت کہیں گے: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ کیونکہ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

"اور ہم روزِ جزا کی تکذیب کرتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی۔ اب شفاعت کرنے والوں کی شفاعت اُنھیں کچھ فائدہ نہ دے گی۔ اُنھیں کیا ہو گیا ہے وہ اس تذکرہ سے کیوں گریزاں ہیں گویا وہ وحشی گدھے ہیں کہ جو شیر سے بھاگے ہوں بلکہ اُن میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ (اللہ کی طرف سے) کھلی ہوئی کتابیں آ جائیں۔ ہرگز نہیں اُنھیں آخرت کا خوف ہے ہی نہیں۔ ہرگز نہیں (قرآن) تو ایک نصیحت ہے۔ پس جو چاہے، اُس سے نصیحت حاصل کرے اور خدا کی مشیت بغیر تو یہ لوگ یاد رکھنے والے نہیں وہی اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی بخشش کا مالک ہے"۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾

"اُنھیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہ دے گی"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے: مالِ خمس آلِ محمدؐ کا حق ہے۔ ان کو دیا جاتا ہے، جو ذی القربیٰ اور وہ جو یتیم و مساکین اور مسافر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿٤٨﴾) اُنھیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہ دے گی"۔ اُنھوں نے کہا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمن کی اگر تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام ملائکہ بھی شفاعت کریں تو اُن کی شفاعت قبول نہ ہو گی۔

مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک جنتی بارگاہِ پروردگار میں عرض کرے

گا: اے میرے پروردگار! تیرا فلاں بندہ جہنم میں ہے۔ ایک دن مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ اس بندے نے مجھے پانی پلایا تھا۔ میں اس کی شفاعت کرتا ہوں، اُسے جہنم سے آزادی عطا فرما تو اُسے کہا جائے گا: جاؤ اور اُسے جہنم سے نکال کر لے آؤ۔ پس وہ آدمی جائے گا اور اُسے جہنم سے ڈھونڈ کر لے آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شفاعت کے ذریعے میری اُمت کے قبیلہ مضر سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

''اور خدا کی مشیت بغیر تو یہ لوگ یاد رکھنے والے نہیں۔ وہی اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی بخشش کا مالک ہے''۔

کتاب توحید میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

انا اهل ان اتقي ولا يشرك بي عبدي شيئا وانا اهل ان لم يشرك في شيئا ان ادخله الجنة

''میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرا بندہ کسی چیز کو میرا شریک قرار نہ دے اور میں اس کا اہل ہوں۔ اگر میرا بندہ کسی چیز کو میرا شریک قرار نہ دے تو میں اُسے جنت میں داخل کروں''۔

سُورَةُ الْقِيٰمَةِ

سورة القيامة مكية آياتها ۴۰ وركوعاتها ۲

''سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چالیس آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ قیامت کے مضامین

اس سورہ کے نام سے واضح ہے کہ اس کے اندر جو مضامین ہیں، وہ روزِ قیامت سے مربوط ہیں۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کے بارے میں بھی گفتگو ہے، جنھوں نے قرآن کو جھٹلایا۔ اس سورہ میں نیک لوگوں اور بدکاروں کے احوال کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

موت کے ہولناک لمحوں اور اس دنیا سے دوسری دنیا کی طرف انتقال سے مربوط مسائل اور انسان کی تخلیق کے مقصد سے مربوط مسائل اور اس کا قیامت سے رابطہ، ان تمام مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سورۂ قیامت کی تلاوت کے فضائل

کتاب ثواب الاعمال میں ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جس شخص نے سورۂ قیامت کو پابندی کے ساتھ پڑھا اور اُس پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس سورہ کو قیامت کے دن اس کے ہمراہ اس کی قبر سے بہترین چہرے کے ساتھ اُٹھائے گا، اور یہ مسلسل اس کو بشارت دیتی رہے گی اور اُس کے سامنے ہنستی رہے گی یہاں تک کہ پُل صراط اور میزان سے وہ گزر جائے گا۔

ایک حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: جو شخص سورۂ قیامت کو پڑھے گا تو مَیں اور جبرئیل امینؑ اس کے لیے قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتا تھا اور اس دن اس کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ درخشندہ ہوگا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ ① وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ② اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ③ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ④ بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَهٗ ⑤ یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَةِ ⑥ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ⑦ وَخَسَفَ الۡقَمَرُ ⑧ وَجُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ⑨ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ⑩ كَلَّا لَا وَزَرَ ⑪ اِلٰی رَبِّكَ یَوۡمَئِذِ الۡمُسۡتَقَرُّ ⑫ یُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ⑬ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِهٖ بَصِیۡرَةٌ ⑭ وَّلَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَهٗ ⑮

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"مجھے قیامت کے دن کی قسم! قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی، کیا انسان کا یہ خیال ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے۔ جی ہاں! ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ ہم اس کی انگلیوں (کے سرے کی لکیروں کو بھی (دوبارہ) بنانے پر قادر ہیں بلکہ انسان چاہتا ہے کہ وہ زندگی بھر گناہ کرتا جائے۔

وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ اُس وقت جب آنکھیں پتھرا جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا۔ انسان اُس دن کہے گا: بھاگنے کا مقام کہاں ہے؟

نہیں اب کوئی پناہ گاہ اور راہِ فرار نہیں۔ اس روز پناہ گاہ تیرے رب کے پاس ہوگی۔ اس دن انسان کو ہر چیز سے آگاہ کر دیا جائے گا جو وہ آگے بھیج چکا اور پیچھے چھوڑ آیا ہوگا، بلکہ انسان اپنے آپ سے خود آگاہ ہے اور خواہ وہ اپنے لیے عذر تراشنے کی کوشش کرے"۔

قیامت اور اُس کی ہولناکیاں

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱ "مجھے قیامت کے دن کی قسم"۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲ "قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: جب انسان گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ملامت کرتا ہے۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ "بلکہ انسان چاہتا ہے کہ وہ زندگی بھر گناہ کرتا جائے"۔

انسان اپنے گناہوں کو آگے بھیجتا چلا جا رہا ہے لیکن توبہ کو پیچھے کی طرف دھکیلتا جا رہا ہے اور جب گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو دل میں کہتا ہے: اسے کرلو، بعد میں توبہ کرلوں گا۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ "اس وقت جب آنکھیں پتھرا جائیں گی"۔

جب قیامت آئے گی اُس وقت انسان کی آنکھیں چندھیا جائیں گی اور اُس وقت کچھ دکھائی نہ دے رہا ہوگا"۔

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ "نہیں اب کوئی پناہ گاہ اور راہِ فرار نہیں"۔

جب قیامت آئے گی انسان پناہ گاہ ڈھونڈنے کے لیے دوڑ دھوپ کرے گا لیکن اُس وقت ندا آئے گی: اب نہ کوئی جائے پناہ ہے اور نہ جائے فرار ہے۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ "اُس دن انسان کو ہر چیز سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ جو وہ آگے بھیج چکا اور پیچھے چھوڑ آیا ہوگا"۔

یعنی جو اچھائی اور بُرائی اُس نے اس دنیا میں کی ہوگی، اُسے دکھا دی جائے گی۔ اگر اُس نے اچھے یا بُرے کام کی بنیاد رکھی ہوگی، وہ بھی دکھا دی جائے گی۔ اگر اُس کے اعمال میں برائیاں ہوں گی تو اُس دن عذاب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اگر اچھائیاں ہوں گی تو اُسے پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۵﴾

"بلکہ انسان تو اپنے آپ سے خود آگاہ ہے اور خواہ اپنے لیے عذر تراشنے کی کوشش کرے"۔

خداوند تعالیٰ نے انسان کے حالات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسان نے اِس دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا، اُسے سب کچھ معلوم ہوگا اور سب کچھ اُس کی اپنی آنکھوں کے سامنے ہوگا کہ اُس نے کیسے کیسے کام کیے تھے۔

کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں منقول ہے: زُرارہ نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا: ایک مریض کب تک روزے نہیں رکھ سکتا اور بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾ انسان اپنے آپ سے خود آگاہ ہوتا ہے کہ اُس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہے یا نہیں ہے، وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں پڑھ سکتا۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو کیا کام کرنا چاہیے کہ تمھارا ظاہر خوبصورت بن جائے اور تمھاری بُرائیاں چھپ جائیں۔ کیا جب انسان اپنے نفس میں غور کرتا ہے تو اس کی تمام کارکردگیاں اُس کے سامنے نہیں آجائیں؟

بخدا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ) اگر انسان کا اندر صحت مند ہو جائے اور اُس میں گناہوں کی کثافت نہ رہے تو انسان کا ظاہر خود بخود توانا ہو جاتا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ

اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾

''آپ وحی کو جلدی (حفظ) کرنے کے لیے زبان کو حرکت نہ دیں، کیونکہ اِس (قرآن) کو جمع کرنا اور پڑھوانا یقیناً ہماری ذمہ داری ہے۔ پس جب ہم اُسے پڑھ چکیں، پھر آپ اس کی پیروی کریں۔ پھر اس کی وضاحت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

(کیا تمھارا یہ انکار اس لیے ہے کہ قیامت کے دلائل ناقابلِ فہم ہیں) ہرگز نہیں! یہ اس لیے ہے کہ تم دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔ اُس دن بہت سے چہرے شاداب ہوں گے۔

اور اپنے پروردگار (کی رحمت) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور اُس دن بہت سے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اُن کے ساتھ کمر توڑ معاملہ ہونے والا ہے۔

ہرگز اس طرح نہیں ہے، جب جان حلق تک پہنچ جائے گی۔

اور (اُس وقت) کہا جائے گا کہ کیا کوئی ہے، جو اس بیمار کو موت سے نجات دے دے۔ اور وہ یقین کی منزل پر آ جائے گا کہ اُس کی جدائی کا لمحہ آ پہنچا ہے اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ (جی ہاں) آپ کے پروردگار کی طرف چلنے کا دن ہوگا''۔

تفسیر آیات

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ ''آپ وحی کو جلدی (حفظ) کرنے کے لیے زبان کو حرکت نہ دیں''۔

ابن عباس سے روایت ہے: جب پیغمبر اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ فوراً اپنی زبان کو جلدی سے حرکت دیتے تھے۔ آپؐ ایسا قرآن سے محبت کی وجہ سے کرتے تھے یا آپؐ اس لیے کرتے تھے کہ قرآن اُنھیں حفظ ہو جائے اور وہ بھول نہ جائیں۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع کر دیا۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ "کیونکہ اس قرآن کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے"۔

خداوند تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ اِس قرآن کا جمع کرنا، اس کی حفاظت اور اس کا پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ کو اِس بارے میں فکر نہیں کرنی چاہیے۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ "پس جب ہم اُسے پڑھ چکیں پھر آپ اُس کی پیروی کریں"۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ سے فرمایا: جب جبرئیلؑ آپؐ کے سامنے قرآن پڑھ لے اس کے بعد آپ ہمارے فرمان کی اتباع کریں۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾

"کیا تمھارا یہ انکار اس لیے ہے کہ قیامت کے دلائل نا قابلِ فہم ہیں۔ ہرگز نہیں یہ اس لیے ہے کہ تم دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو"۔

علی بن ابراہیم نے تفسیر قمی میں لکھا ہے: ان آیات کا پیغام یہ ہے کہ تم لوگ اپنی دنیا کو اپنے سامنے پاتے ہو تو اُس سے دل لگا لیتے ہو، اور آخرت مؤخر ہے، اس لیے اُسے چھوڑ دیتے ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾

"اُس دن بہت سے چہرے شاداب ہوں گے اور اپنے رب کی رحمت کی طرف دیکھ رہے ہوں گے"۔

تفسیر علی بن ابراہیم اور عیون الاخبار میں آیا ہے: قیامت کے دن کچھ ایسے چہرے ہوں گے، جو خوش حال و شاداب ہوں گے اور اُن کے چہروں سے نور ساطع ہوگا اور وہ اپنے پروردگار کی رحمت کی طرف نگاہ کیے ہوئے ہوں گے۔

کتابِ توحید میں آیا ہے: جب مندرجہ بالا آیات کے بارے میں کسی نے امام علی علیہ السلام سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: جب اولیاء اللہ اپنے حساب سے فارغ ہوں گے۔ وہ اُس نہر پر آئیں گے، جس نہر کا نام "الحیوان" ہے۔ وہ وہاں غسل کریں گے اور اُس کے پانی سے سیراب ہوں گے اور جنت میں داخل ہوں گے اور اُس وقت فرشتے ان کو سلام کریں گے اور انھیں کہیں گے: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ "تم پر سلام ہو، تم پاک و پاکیزہ قرار دیے گئے ہو، پس اب جنت

میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ یہاں رہ جاؤ۔ اُس وقت اپنی جنت کا یقین آئے گا۔ وہ اس وقت اپنے اجر کو دیکھیں گے جو اللہ نے اُنھیں عطا کیا ہوگا۔

کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن جنتی اللہ کا دیدار کریں گے۔ اس بارے علامہ طبرسی نے تفصیل پیش کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اس مقام پر نظر کے دو معانی کیے گئے ہیں: ① آنکھ سے دیکھنا ② انتظار کرنا۔

جن لوگوں نے یہاں آنکھ سے دیکھنا مراد لیا ہے پھر ان کے دو گروہ ہیں: ایک یہ کہتا ہے کہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور دوسرے کہتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے، یعنی الی ثواب ربہا۔ یعنی جنتی لوگ اپنے رب کی نعمتوں کی طرف دیکھنے والے ہوں گے اور "وجوہ" وجہ کی جمع ہے کہ جس کا معنی چہرہ ہے۔ اور دیکھنے کی نسبت چہرہ کی طرف دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ کام آنکھ کا ہے تو یہ اس لیے کہ آنکھ چہرہ کی جُز ہے۔ پس جزو کے فعل کی کُل کی طرف نسبت مجاز مُرسل کے طریقے پر کی گئی ہے۔

مذہب اہلِ بیتؑ میں رُؤیت خدا ناممکن ہے۔ علامہ طبرسی نے رُؤیت خدا کے بطلان کی تین دلیلیں دی ہیں:

① جس چیز کو آنکھ دیکھتی ہے اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا جا سکتا ہے اور اللہ کی طرف آنکھ سے اشارہ کرنا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا ناممکن ہے۔

② آنکھ اس شے کو دیکھ سکتی ہے جو اُس کے سامنے ہو اور اللہ سامنے کی قید سے آزاد ہے، کیونکہ اس کے لیے کسی مکان میں محدود ہونا ناممکن ہے۔

③ دیکھنے کا معنی یہ ہے کہ آنکھ سے نکلنے والی شعاع اس سے متصل ہو جائے جسے دیکھا جا رہا ہے اور اللہ اس بات سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ اُس سے شعاع کا اتصال ہو سکے۔

ناظرۃٌ کا دوسرا معنی یہ ہے: "انتظار کرنے والی"، یعنی مومنین کی آنکھیں اللہ کی نعمات کا انتظار کرنے والی ہوں گی۔

کچھ قیامت کے بارے میں

قیامت کی نشانیاں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب یہ دیکھو کہ علم کی بساط اُلٹ دی گئی ہے، جہالت ہر طرف چھا گئی ہے، شراب نوشی عام ہو گئی ہے، اور زنا کا رواج

ہو گیا ہے تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے۔

قرآنِ مجید فرماتا ہے: اقتربت الساعة وانشق القمر "قیامت نزدیک آ گئی اور چاند شق ہو گیا"۔

ایک اور مقام پر فرمایا: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ "اس دن کے انتظار میں رہو جب آسمان پر تاریک دھواں نمودار ہوگا جو تمام لوگوں کو ڈھانپ دے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے"۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں قربِ قیامت کی علامات میں سے ہیں:

① دجال کا ظاہر ہونا

② جنابِ عیسیٰؑ کا زمین پر آنا

③ سرزمینِ عدن کی گہرائیوں سے آگ کا باہر آنا

④ دھواں

اسی دوران ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! "دھواں" کیا ہوگا؟

تو پیغمبرِ اکرم ﷺ نے قرآنِ مجید کی آیت کی تلاوت کی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝

پھر آپؐ نے فرمایا: ایسا دھواں ہے کہ جو مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل جائے گا۔ چالیس شبانہ روز تک باقی رہے گا۔ مومن کی زکام کی سی حالت ہوگی اور کافر دیوانے کی طرح ہو جائے گا۔ دھواں اس کی ناک، کانوں اور پیچھے سے نکلے گا۔

قربِ قیامت کے حوادث

① يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ (سورۂ مزمل: ۱۴) "جس دن زمین و پہاڑ لرز رہے ہوں گے"۔

② وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ (سورۂ حاقہ: ۱۴) "اور زمین اور پہاڑ اُٹھا لیے جائیں گے"۔

③ وَّتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ (سورۂ طور: ۱۰) "اور پہاڑ چلنا شروع کر دیں گے"۔

④ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ (سورۂ حاقہ: ۱۴) "پس وہ آپس میں ٹکرانا شروع کر دیں گے"۔

⑤ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ (سورۂ مزمل: ۱۴) "اور پہاڑ بہتی ریت کی شکل ہو جائیں گے"۔

⑥ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝ (سورۂ واقعہ: ۵-۶) "اور وہ گرد و غبار کی صورت میں اُڑنے لگیں گے"۔

﴿۷﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾ (سورۂ قارعہ:۵) "اور وہ دُھنکی ہوئی رُوئی کی مانند ہو جائیں گے"۔

جہاں پہاڑ فضاؤں میں گرد وغبار بن کر اُڑ رہے ہوں گے، وہاں دریا بھی پھٹ جائیں گے۔ قرآنِ مجید نے دریاؤں کے پھٹنے کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ (سورۂ انفطار:۳) "اور جب دریا پھوٹ پڑیں گے"۔

سورۂ تکویر میں فرمایا: وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ (تکویر:۶) "اور جب دریا چڑھ آئیں گے"۔

اس طرح سورۂ طور میں آیا ہے: وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ "چڑھتے ہوئے دریا کی قسم"۔

قیامت کے دن زمین زلزلوں سے متزلزل ہو رہی ہوگی

خداوند تعالیٰ نے سورۂ حج میں فرمایا:

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿۲﴾

"جس دن تم اُسے دیکھو گے تو اس طرح خوف زدہ ہو جاؤ گے کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پینے والے بچوں سے غافل ہو جائیں گی، ہر حاملہ عورت اپنے حمل کو زمین پر گرا دے گی اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت ہی شدید ہے"۔

زمین کے حوادث کے ساتھ ساتھ آسمانی نظام بھی حوادث کا شکار ہوگا

قرآنِ مجید فرماتا ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾

"جس وقت سورج کو لپیٹ دیا جائے گا اور ستارے تاریک ہو جائیں گے"۔

سورۂ انفطار میں آیا ہے:

وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾

"جب ستارے منتشر ہو جائیں گے"۔

اس طرح سورۂ قیامہ میں موجود ہے:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝

''پس جب آنکھیں خوف کی وجہ سے حرکت کرنے لگیں گی، چاند کو گہن لگ جائے گا، سورج اور چاند کو اکٹھا کر دیا جائے گا تو انسان کہے گا: آج کے دن بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟''

کرات آسمانی پھٹ جائیں گے

سورۂ انشقاق میں آیا ہے: اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (سورۂ انشقاق:۱) ''جب آسمان پھٹ جائے گا''۔

یہی مضمون سورۂ حاقہ، آیت ۱۶ میں آیا ہے:

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىٕذٍ وَّاهِيَةٌ

''اور آسمان پھٹ جائیں گے، کمزور ہو جائیں گے اور گر جائیں گے''۔

سورۂ فرقان نے بھی یہی کہا ہے:

يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ

''اس دن کو یاد کرو جب آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا''۔

قرآن مجید نے آسمان کی مختلف حالتیں پیش کی ہیں۔ آسمان کے بارے میں کبھی فرمایا:

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ (سورۂ تکویر:۱۱)

''اور جب آسمان سے پردہ ہٹا دیا جائے گا''۔

اور کبھی ارشاد فرمایا:

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (سورۂ مرسلات:۹)

''اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا''۔

سورۂ نباء میں فرمایا:

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا (آیت ۱۹)

''اور آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں متعدد دروازے بن جائیں گے''۔

سورۂ طور میں فرمایا:

یَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾ (آیت:۹)

"جس دن آسمان تیز گردش کرے گا"۔

سورۂ انبیاء میں ارشاد فرمایا:

یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡکُتُبِ ؕ کَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیۡدُہٗ ؕ (آیت:۱۰۴)

"اُس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح صحیفوں میں تحریریں لپٹی جاتی ہیں جس طرح ہم نے اُسے پیدا کیا تھا اس طرح ہم اُسے دہرائیں گے"۔

صبح قیامت کی علامات

اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم میں فرمایا:

یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوۡا لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَہَّارِ ﴿۴۸﴾ (آیت:۴۸)

"اللہ کا وعدہ اُس دن پورا ہوگا، یہ زمین ایک دوسری زمین میں بدل جائے گی، اور آسمان دوسرے آسمانوں میں اور تمام انسان خدائے واحد و قہار کے سامنے ظاہر ہوں گے"۔

جب قیامت کے دن لوگ اپنی قبور سے نکلیں گے

اس منظر کو قرآن نے سورۂ طٰہٰ کی آیت ۵۵ میں یوں پیش کیا ہے:

مِنۡہَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَ فِیۡہَا نُعِیۡدُکُمۡ وَ مِنۡہَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی ﴿۵۵﴾

"ہم نے تمہیں اس زمین سے پیدا کیا پھر اسی کی طرف پلٹائیں گے اور دوبارہ اس سے نکالیں گے"۔

جب صور پھونکا جائے گا

قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر آیا ہے کہ قیامت کا اعلان "صُور" کے ساتھ کیا جائے گا۔ اسی حالت کو مختلف صورتوں میں تعبیر کیا گیا ہے۔ کبھی فرمایا: نفخ صور اور کبھی اسے صیحۃ سے تعبیر کیا۔

کسی دوسرے مقام پر نصر فی الناقور کے کلمات سے پیغام دیا، اور کبھی اس حالت کا نام القارعہ بتایا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر آیت ۶۸ میں فرمایا:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝۶۸

''اور صُور پھونکا جائے گا پھر سب لوگ جو زمین اور آسمانوں میں ہیں، سب مر جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ چاہے پھر دوسری بار اس میں پھونکا جائے گا۔ پھر وہ یکایک سب کھڑے ہوکر حساب وکتاب کا انتظار کرنے لگیں گے''۔

قیامت کے دن انسان کی حالت

سورۂ صافات میں آیا ہے:

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ (آیت:۵۰)

''وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے اور مدد کی التجا کریں گے''۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

تین جگہیں ایسی ہیں جہاں انسان اپنے علاوہ سب کچھ بھول جائے گا:

① ...... جب اُس کا نامۂ اعمال اُسے دیا جائے گا۔

② ...... جب وہ اعمال کے میزان کے سامنے جائے گا۔

③ ......اور جب جہنم کے پُل پر پہنچے گا۔

صُور کیا ہے؟

ایک حدیث میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: صُور ایک بہت بڑا سنگ ہے جس کا سر اور دو کنارے ہیں۔ نیچے والا کنارہ جو کہ زمین کی طرف ہے، اُوپر والے کنارے سے کہ جو آسمان کی طرف، ساتویں زمین کی تہہ سے لے کر ساتویں آسمان کی بلندی، جتنا فاصلہ رکھتا ہے۔ اس میں مخلوق کی روحوں کی تعداد جتنے سوراخ ہیں اور اُس کا منہ زمین و آسمان سے زیادہ وسیع ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں فرمایا ہے:

"صُور پھونکا جائے گا اس کے ساتھ ہی دلوں کی دھڑکن بند ہو جائے گی، زبانیں گنگ ہو جائیں گی، بلند و بالا پہاڑ اور سخت پتھر آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ ان کی زمین اس طرح ہموار ہو جائے گی جیسے اس پر کبھی کوئی پہاڑ نہیں تھا"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۵)

انسانی اعمال نامہ

قرآن مجید میں اس موضوع کی طرف بہت سی آیات میں وضاحت آئی ہے:

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً (سورۂ کہف:۴۹)

"اعمال نامے پیش کیے جائیں گے پھر تم اس وقت مجرموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں درج ہوگا اُس سے وہ ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہم پر وائے! یہ کیسا نامۂ اعمال ہے۔ جو نہ چھوٹی بات کو چھوڑتا ہے اور نہ بڑی کو"۔

سورۂ حاقہ میں آیا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ (الحاقہ:۱۹-۲۰)

"جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوشی کے ساتھ پکارے گا: اے اہلِ محشر! میرا نامۂ اعمال پکڑو اور پڑھو لیکن جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: اے کاش! مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے"۔

علیین اور سجین کیا ہیں؟

سورۂ مطففین میں آیا ہے کہ اعمال نامے علیین اور سجین میں رکھے جائیں گے۔ فرمایا:

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ (المطففین:۷-۹)

''گناہ گاروں کا نامۂ اعمال سجّین میں ہے اور تم کیا جانو کہ سجّین کیا ہے وہ ایک تحریر ہے اور یقینی ہے''۔

نیک لوگوں کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ○ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ ○ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ (المطففین: ۱۸-۲۱)

''نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیّین میں ہے اور تم کیا جانو کہ علیّین کیا ہے وہ ایک حتمی اور لکھی ہوئی کتاب ہے جس کے گواہ مقربین ہیں''۔

انسان پر مقرر ونگران فرشتے

اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ○ (قٓ:۱۷)

''اس بات کو یاد کرو جب کہ دائیں اور بائیں دو فرشتے جو انسان کے اعمال لکھنے پر متعین ہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ○ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ○ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الانفطار: ۱۰-۱۲)

''یقینی طور پر تم پر نگہبان مقرر کیے گئے ہیں جو بلند مقام اور لکھنے والے ہیں۔ تمھارے اعمال سے پوری طرح آگاہ ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں''۔

جناب عبداللہ بن حنظلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ اپنے بندے کو روکے گا اس کے گناہ، اس کے نامۂ اعمال کی دوسری طرف ظاہر کرے گا اور اُس سے پوچھے گا: کیا تو نے یہ گناہ کیا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں میرے پالنے والے! پھر اُس سے خطاب ہوگا۔ میں نے تجھے ذلیل و رسوانہیں کیا۔ میں نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ تیرے گناہ نامۂ اعمال کی دوسری طرف لکھے جائیں تاکہ کوئی اُنھیں دیکھ نہ سکے اور میں نے تیرے گناہ تیری نیکیوں کی وجہ سے بخش دیئے۔ یہاں پر مومن کی خوشی کی انتہا نہ رہے گی اور وہ آواز بلند کرے گا: ھاؤم اقرء وا کتابیۃً، ''اے اہلِ محشر! میرا نامۂ اعمال پکڑو اور پڑھو''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب قیامت کا دن ہوگا تو انسان کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ پھر اُس سے کہا جائے گا: اسے پڑھ۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے سوال کیا کہ جو کچھ اس میں ہوگا کیا وہ اُسے جانتا ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا اُسے یاد دلائے گا، آنکھ کی کوئی جھپک زبان کی کوئی بات، پاؤں کا کوئی اقدام اور ہر ایسا دوسرا کام جو اُس نے انجام دیا ہوگا، اُسے یاد آ جائے گا۔ اس طرح گویا یہ کام اُس نے ابھی ابھی انجام دیا ہے۔

اس وقت وہ کہے گا: میرے لیے واحی وتباہی ہے یہ کیسی کتاب ہے کہ جس میں ہر چھوٹا اور بڑا کام تحریر کر دیا گیا ہے۔

جب خداوند تعالیٰ کی عدالت لگے گی

جب خداوند تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی تو عدالت کے لیے گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے تو اُس وقت انسان پر گواہ قائم ہوں گے جو اس کے اعمال کے بارے میں گواہی دیں گے۔

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ○ (قٓ:۲۱)

"اور ہر انسان محشر کے میدان میں آئے گا جب کہ اس کے ساتھ ایک چلانے والا اور ایک گواہ ہوگا"۔

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (نور:۲۴)

"اس دن اُن کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں اُن کے خلاف اس عمل پر گواہی دیں گے جو انھوں نے انجام دیا ہوگا"۔

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (حٰم السجدہ:۲۱)

"وہ اپنی جلدوں سے کہیں گے: ہمارے خلاف کیوں گواہی دے رہی ہو۔ وہ جواب دیں گی: وہی اللہ کہ جس نے ہر موجود کو بولنے کی طاقت دی ہے اُس نے ہمیں گویائی عطا کی ہے"۔

پُل صراط

مفضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پُل صراط کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: صراط اللہ

کی معرفت اور شناخت کا راستہ ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

صراط دو ہیں: ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ دنیا میں صراط جو واجب الاطاعت ہے وہ امام ہے۔ جو بھی اُسے پہچان لے اور ہدایت کے لیے اس کی پیروی اور اطاعت کرے وہ آخرت کے پُل صراط سے بھی گزر جائے گا جو جہنم پر ہے لیکن جو شخص دنیا میں اُسے نہ پہچانے اس کے قدم آخرت کے پُل صراط پر ڈگمگا جائیں گے اور وہ جہنم میں گر جائے گا۔

میزان

قرآن میں آیا ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا (الانبیاء:۴۷)

"ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو رکھیں گے، کسی پر بھی کچھ ظلم نہ ہوگا"۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ (الانبیاء:۴۷)

"یہاں تک کہ اگر کچھ رائی کے دانے کے برابر بھی ہو تو اس کا حساب کیا جائے گا اور کافی ہے کہ ہم حساب کرنے والے ہوں"۔

اعمال کا حساب بہت جلد ہوگا

قرآن میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ (آل عمران:۱۹۹)

"بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے"۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا اس دن تمام بندوں کے حساب کو بھیڑ کے دودھ کے دوہنے کی دیر میں مکمل کرے گا۔

انسان سے کون کون سے سوالات ہوں گے

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو کوئی آدمی اس وقت تک اپنے قدم آگے نہیں بڑھا سکے گا جب تک اُس سے چار سوال نہ ہو جائیں:

عم عمرہ فیما افناہ وشبابہ فیما ابلاہ ومن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وعن حبنا اھل البیت

"اُس نے اپنی عمر کہاں گزاری اور کیسے گزاری؟ اُس نے اپنی جوانی کو کہاں گزارا اور کیسے گزارا؟ اُس نے مال و دولت کس طرح کمایا اور پھر اُسے خرچ کہاں کیا؟ اور ہم اہل بیتؑ سے اُس کی محبت کیسی تھی؟"

پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ہر بندے کے لیے دن رات کے گھنٹوں کے مطابق اس کی عمر کے ہر دن میں چوبیس خزانے کھولے جائیں گے۔ اُن میں سے ایک خزانہ تو نور اور خوشی سے معمور ہوگا۔ اُسے دیکھ کر وہ بندہ اتنا خوش ہوگا کہ اگر اُسے تمام اہلِ دوزخ میں تقسیم کر دیا جاتا تو اُن سب کی آگ بجھ جاتی۔ یہ اُس لمحے کا خزانہ ہوگا جس میں اُس نے اللہ کی اطاعت کی تھی۔ پھر اُس کے بعد دوسرے خزانے کا منہ کھولا جائے گا جسے وہ تاریک بدبودار اور خوفناک پائے گا۔ اُسے دیکھ کر اس پر اس قدر خوف اور دہشت طاری ہوگی کہ اگر اُسے اہلِ بہشت میں تقسیم کیا جائے تو وہ اپنی نعمات کی لذت کو بھول جائیں۔

یہ اُس لمحے کا خزانہ ہوگا جس میں اُس نے اللہ کی نافرمانی کی تھی۔ پھر اُس کے لیے تیسرے خزانے کو کھولا جائے گا جسے وہ خالی پائے گا۔ اس میں نہ تو کسی خوشی کا مال ہوگا اور نہ ہی خوف کا۔ یہ وہ اس کے لمحات تھے جن میں وہ سویا تھا یا دنیا کے جائز کاموں میں مصروف رہا تھا۔ تو اس وقت اُسے اتنا افسوس ہوگا جو اس کے لیے ناقابلِ بیان ہوگا کیونکہ اگر وہ اُسے چاہتا تو نیکیوں سے بھر سکتا تھا۔

انھی حالات کی ترجمانی کرتے ہوئے قرآن مجید نے فرمایا ہے: ذٰلِكَ يَوْمُ التغابن۔

ایک اور حدیث میں پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گا۔ پھر میرے سامنے کتابِ خداوندی کو لایا جائے گا۔ پھر میرے اہلِ بیتؑ آئیں گے، پھر میری اُمت میرے سامنے حاضر کی جائے گی۔ وہ کھڑے ہوں گے اور اللہ اُن سے پوچھے گا کہ تم نے میری کتاب اور میرے نبی ﷺ کی اہلِ بیتؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: انسان سے سب سے پہلا جو سوال ہوگا وہ نماز کے بارے میں ہوگا۔ اگر وہ قبول ہوگئی تو باقی تمام اعمال قبول ہوں گے۔

بہشت اور بہشتی

انسان کی حقیقی کامیابی جنت کے دروازوں کی چابی ہے اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ○

(البقرہ:۸۲)

"جولوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے اعمال انجام دیے وہ اہلِ جنت ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے"۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا ہے:

تِلۡکَ الۡجَنَّۃُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا ○ (مریم:۶۳)

"یہ وہی جنت ہے جو ہم اپنے پرہیزگار بندوں کو بطور میراث دیتے ہیں"۔

اہلِ جنت کے بارے میں سورۂ دہر میں ارشاد ہوتا ہے:

وَجَزٰہُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّۃً وَّحَرِیۡرًا (آیہ۱۲)

"اللہ نے اُن نیک بندوں کو اُن کے صبر کی وجہ سے بہشت اور حریر کے لباس صلے کے طور پر دیے ہیں"۔

جنت میں اہلِ جنت کو ملنے والے انعامات

① بہشت کے باغات:

سورۂ نساء کی آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا ہے:

وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ

"جو بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرے اُسے جنت کے اُن باغات میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں"۔

سورۂ رحمٰن میں ارشاد ہے:

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ ○ (آیہ۴۶)

"جو اپنے رب کے مقام سے خوف زدہ رہے اس کے لیے بہشت کے دو باغ ہیں"۔

خوردونوش کے سازوسامان

محلات اوران کی تزئین وآرائش کے بعدانسان خوردونوش کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں سے اپنے خطاب میں فرمایا:

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ○ (الرحمٰن:۵۲)

''اُس میں دو دو قسم کے پھل ہوں گے''۔

سورۂ واقعہ میں آیت ۲۰ میں آیا ہے:

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ○

''جس پھل کو بھی چاہیں گے وہ اُنھیں پیش کیا جائے گا''۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ (آیہ ۲۱)

''اور پرندوں کا گوشت جس طرح کا بھی چاہیں''۔

سورۂ دہر میں فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ○ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ○ (۵-۶)

''یقیناً نیک لوگ اس پیالے میں سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے خاص بندے پئیں گے اور وہ اُسے جہاں چاہیں گے بہالے جائیں''۔

اہلِ جنت کے ظروف کے بارے میں فرمایا:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ (الزخرف:۷۱)

''بہشتی کھانے اور شرابِ طہور سونے کے برتنوں اور جاموں میں ان کے اردگرد پھرائے جائیں گے''۔

بہشتیوں کو جس لباس میں ملبوس کیا جائے گا تو اس کی طرف بھی قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اشارے موجود ہیں جیسے:

وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ (الکہف:۳۱)

''وہ خوب صورت اور قیمتی ریشم کے باریک سبز اور موٹے لباس پہنیں گے''۔

لباس کے بعد بناؤ سنگھار کی ضرورت ہوتی ہے تو اس بارے میں فرمایا:

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (الکہف:۳۱)

''انھیں بہشت میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے''۔

ازواج وساتھی

کائنات کی تمام نعمات ہوں اور رفیقِ حیات نہ ہو تو زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہتا۔ زندگی میں آرام وسکون اور چین کے لیے ازواج وساتھی کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ نے جہاں اہلِ بہشت کے لیے دوسری نعمات کا اعلان فرمایا ہے وہاں ازواج کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (البقرہ:۲۵)

''بہشتیوں کے لیے وہاں پر پاک وپاکیزہ بیویاں ہوں گی''۔

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○ (الدخان:۵۴)

''ہم ان کی شادی حورالعین سے کریں گے''۔

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ○ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ○ (الواقعہ:۲۲-۲۳)

''حورالعین کی مثال ایسے گوہر کی سی ہے جو صدف میں پنہاں ہوتا ہے''۔

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ○ (الرحمٰن:۵۶-۵۸)

''بہشت کے باغات میں ایسی عورتیں ہیں جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی سے عشق نہیں کرتیں، انھیں ان سے پہلے نہ تو کسی انسان نے چھوا تھا اور نہ کسی جن نے۔ گویا کہ وہ یاقوت اور مونگے کی طرح ہیں''۔

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○ (الواقعہ:۳۶-۳۷)

''ہم نے انھیں (حوروں کو) نت نیا پیدا کیا۔ کنواری، پیاری پیاری ہم جولیاں''۔

خدمت گار

اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے نیک اور صالح بندوں کی تمام ضروریات کا خیال رکھے گا۔ جب وہاں ہر قسم کی نعمات ہوں گی تو وہاں خدمت گاروں کی ضرورت بھی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں جنت میں اہلِ بہشت کی خدمت کے لیے غلمانِ جنت پیدا کر رکھے ہیں جو اُن کی خدمت پر ہر وقت کمربستہ ہوں گے۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ○ (الطور:۲۴)

"ان کے اردگرد غلام ان کی خدمت کے لیے چکر لگائیں گے جو صدف میں پنہاں موتیوں کی مثل ہوں گے"۔

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ○ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ (الواقعہ:۱۷-۱۸)

"ان کے اردگرد ہمیشہ تازہ دم اور باوقار رہنے والے نوجوان بہشت کی جاری نہروں سے پیالوں، صراحیوں اور جاموں کے ساتھ گردش کریں گے"۔

اہلِ بہشت ہی محترم ہیں

جب اہلِ بہشت جنت کی طرف آئیں گے تو ملائکہ ان کا استقبال کریں گے اور انھیں خوش آمدید کہیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ○ (الزمر:۷۳)

"جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا اور اُنھیں بہشت کی طرف گروہوں کی صورت میں بھیجا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اُن سے ان کے نگہبان کہیں گے تم پر سلامتی ہو یہ نعمتیں تمہارے لیے خوش گوار ہوں تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو کر داخل ہو جاؤ"۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ (الرعد:۲۳)

"فرشتے اُن پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے"۔

سورۂ یٰسین میں ارشاد خداوندی ہے:

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ (آیہ ۵۸)

"بہت رحم کرنے والے پروردگار کی طرف سے اُنھیں سلام کہا جائے گا"۔

جنت کا گھر سلامتی اور امن کا گھر ہے

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام:۱۲۷)

"اہلِ بہشت کے لیے اُن کے رب کے پاس پُرامن گھر ہے۔ وہ ان کا ولی اور مددگار ہے۔ ان نیک اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے انجام دیے ہیں"۔

سورۂ یونس کی آیت ۲۵ میں ارشاد خداوندی ہے:

وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ

"اور اللہ امن وسکون کے گھر کی طرف بلاتا ہے"۔

سورۂ دخان میں فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ○ (آیہ ۵۱)

"بے شک پرہیزگار امن وامان والی جگہ پر ہیں"۔

اپنی اس نعمت کا اظہار سورۂ اعراف، آیہ ۴۹ میں فرمایا:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○

"بہشت میں داخل ہو جاؤ، نہ تمھیں کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم"۔

اہلِ جنت سب آپس میں باوفا دوست ہوں گے

جب تک انسان کو محبت کرنے والے باوفا دوست نہ مل جائیں تو اس وقت تک انسان کو اطمینان وسکون حاصل نہیں ہوسکتا اس لیے ہر ماحول ومعاشرہ میں باوفا ہمدرد دوستوں کی ضرورت رہتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمام اہلِ جنت ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○ (النساء:۶۹-۷۰)

''جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے، قیامت کے روز وہ ان کے ہمراہ ہوگا جن پر خدا نے اپنی نعمات کو کمال کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ پیغمبروں، صدیقین، شہدا اور صالحین میں سے وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں یہ خدا کی طرف سے فضل ہے اور کافی ہے کہ خدا اپنے بندوں کے حال سے آگاہ ہے''۔

بہشت میں اہلِ بہشت ہر طرف سے سلامتی وامن اور بھائی چارے کی گفتگو سنیں گے:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ○ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ○ (الواقعہ:۲۵-۲۶)

''بہشت میں نہ تو کوئی فضول اور بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ والی گفتگو وہ صرف سلامتی والی بات سنیں گے''۔

بہشتی نعمات کی فراوانیاں

خداوند تعالیٰ اپنے اطاعت گزار بندوں پر اس قدر بہشت میں مہربان ہوگا وہ وہاں جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے حاضر کر دیا جائے گا۔

اس بارے میں فرمایا:

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○ (الشوریٰ:۲۲)

''وہ جو کچھ چاہیں گے اُن کے پروردگار کے ہاں مہیا ہے اور یہ بہت بڑا فضل ہے''۔

سورۂ سجدہ میں فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (آیہ ۱۷)

''کیسی کیسی جزائیں کہ جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوں گی، اُن کے لیے چھپا رکھی گئی ہیں''۔

بہشتی ابواب اور اُن کے بورڈوں کی تحریریں

جب انسان قرآن مجید کا مطالعہ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے بھی دروازے ہیں۔ ان دروازوں میں سے اہلِ جنت، جنت میں داخل ہوں گے۔ اس امر کی طرف سورۂ رعد میں آیا ہے:

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

(الرعد:۲۳-۲۴)

''ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور وہ اُن سے کہیں گے: تم پر تمہارے صبر اور استقامت کی وجہ سے سلامتی ہو''۔

احادیث میں آیا ہے، جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

ان للجنة ثمانية ابواب

''جنت کے آٹھ دروازے ہیں''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: بہشت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہے:

لا اله الا الله محمد رسول الله عليٌ آخو رسول الله

''خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ اللہ کے رسول کے بھائی ہیں''۔

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بہشت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر چار کلمات لکھے ہوئے تھے جو بھی اُن پر عمل کرے یہ اُس کے لیے دنیا اور اُس کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہر دروازے پر ان چار کلمات سے پہلے یہ جملہ تحریر تھا:

لا اله الا الله محمد رسول الله عليٌ ولي الله

+ پہلے دروازے پر لکھا تھا: ایک صحیح زندگی کے وسائل: ① قناعت ② حق شناسی ③ عداوت سے دُوری ④ لوگوں کے ساتھ ہم نشینی۔

+ دوسرے دروازے پر لکھا تھا: آخرت کی خوشی کے چار ذریعے ہیں: ① یتیموں پر دستِ شفقت رکھنا ② غربا

اور بیوگان کے ساتھ ہمدردی ۳ مومنین کی حوائج پوری کرنے کی کوشش کرنا ۴ فقرا اور مساکین پر مہربانی۔

+ تیسرے دروازے پر لکھا تھا: دنیا میں تندرست اور سالم رہنے کے اسباب چار ہیں: ۱ کم بولنا ۲ کم سونا ۳ کم پھرنا ۴ کم کھانا۔

+ چوتھے دروازے پر لکھا تھا: جو آدمی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ: ۱ مہمان کا احترام کرے ۲ ہمسائے کا خیال رکھے ۳ ماں باپ کی عزت کرے ۴ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔

+ پانچویں دروازے پر لکھا تھا:

۱ جو چاہتا ہے کہ اُس پر ظلم نہ ہو تو وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔

۲ جو چاہتا ہے کہ اُسے گالی نہ دی جائے وہ دوسروں کو گالی نہ دے۔

۳ جو چاہے ذلیل نہ ہو وہ دوسروں کو ذلیل نہ کرے۔

۴ جو چاہتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں کسی محکم رسّی کو پکڑے تو یہ کہے: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیٌ ولی اللّٰہ۔

+ چھٹے دروازے پر لکھا تھا:

۱ جو آدمی چاہتا ہے کہ اُس کی قبر کھلی ہو تو اُسے چاہیے کہ مسجد بنوائے۔

۲ جو بھی چاہے کہ اُس کا بدن زمین کے حشرات کا لقمہ نہ بنے تو مسجد میں زیادہ دیر ٹھہرا کرے۔

۳ جو بھی چاہے کہ اس کا بدن قبر میں صحیح و سالم رہے تو وہ مسجد کی صفائی کرے۔

۴ جو بھی چاہتا ہے کہ اُس کا مکان بہشت میں ہو تو وہ مسجد میں فرش اور چٹائی بچھائے۔

+ ساتویں دروازے پر لکھا تھا: دل کی نورانیت چار چیزوں سے ہے: ۱ بیماروں کی عیادت ۲ تشیع جنازہ ۳ کفن خریدنا ۴ قرضے کی ادائیگی۔

+ آٹھویں دروازے پر لکھا تھا: ۱ سخاوت ۲ نیک اخلاق ۳ صدقہ ۴ بندگانِ خدا کو تکلیف نہ دے۔

جنت کی وسعت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنت کی وسعت کا تذکرہ فرمایا ہے:

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ (الحدید:۲۱)

''اپنے رب کی مغفرت کی طرف ایک دوسرے سے بڑھنے میں جلدی کرو اور اُس بہشت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے جو اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں''۔

جہنم کیا ہے؟

قرآنِ مجید نے جہنم کے بارے میں کچھ یوں فرمایا ہے:

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ (الحجر:۴۳-۴۴)

''اور جہنم ان سب کی وعدہ گاہ ہے جس کے سات دروازے ہیں''۔

سورۂ مدثر میں فرمایا:

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ○ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ○ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (آیہ ۲۶-۲۹)

''لیکن بہت جلد ہم اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور تمھیں کیا معلوم دوزخ کیا ہے ایک ایسی آگ ہے جو کسی چیز کو باقی نہیں رکھتی اور کسی چیز کو نہیں چھوڑتی جسم کی کھال کو پوری طرح تبدیل کردیتی ہے''۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:۲۴)

''اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن گناہگار لوگوں کے جسم اور پتھر ہیں اور کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے''۔

اہلِ دوزخ کے عذاب

اللہ تعالیٰ نے سورۂ معراج میں اہلِ دوزخ کے عذاب کا نقشہ کھینچا ہے:

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ○ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ○ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ○ (المعارج:۱۱-۱۴)

''گناہ گار کی کوشش ہوگی کہ اپنے بچوں کو اس دن کے عذاب کے بدلے میں فدا کردے، اپنی بیوی اور بھائی کو اور اپنے اس کنبے کو جو ہمیشہ اس کی حمایت کرتا تھا اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو تاکہ اس نجات کا باعث بن سکیں''۔

قرآن نے اہلِ جہنّم کی غذا اور مشروبات کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ○ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ○ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ○ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (الدخان:۴۳-۴۶)

''زقوم کا درخت گناہگاروں کی غذا ہے جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں اُبلتا ہے، اس کا اُبلنا کھولتے ہوئے پانی کی طرح ہے''۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ○ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ○ (الحاقہ:۳۵-۳۶)

''آج یہاں اس کا کوئی مہربان نہیں ہے اور نہ ہی پیپ کے علاوہ کوئی کھانا یہ ایسی غذا ہے جسے گناہگاروں کے علاوہ کوئی نہیں کھائے گا''۔

اہلِ جہنّم کو جہنّم کا لباس پہنایا جائے گا

وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ○ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ○ (ابراہیم:۴۹-۵۰)

''اور اُس دن تم مجرمین کو ایک دوسرے کے ہمراہ آہنی زنجیروں میں جکڑے پاؤ گے۔ ایسی زنجیر جس میں اُن کے ہاتھ اور گردن بندھے ہوں گے، ان کا لباس قطران ہوگا۔ ان کی صورتوں کو آگ چھپالے گی''۔

دائمی سزائیں

اہلِ جہنّم کی جتنی سزائیں ہوں گی وہ سب دائمی ہوں گی۔ اس امر کی طرف ارشادِ خداوندی موجود ہے:

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ:۳۹)

''اور جو لوگ کافر ہوئے اور انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہ اہلِ دوزخ ہیں اور ہمیشہ وہاں

رہیں گے"۔

اعراف سے کیا مراد ہے؟

قرآن مجید کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نہ جہنم میں ہوں گے اور نہ جنت میں بلکہ وہ اعراف میں ہوں گے۔ اسی اعراف کے بارے میں سورۂ اعراف میں اشارہ ہوا ہے:

وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ○ (آیہ۴۶)

"ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہیں جو دونوں میں سے ہر ایک چہروں سے پہچانتے ہیں اور اہلِ بہشت کو آواز دیتے ہیں کہ تم پر سلام ہو لیکن وہ بہشت میں داخل نہیں ہوتے بلکہ اس کی اُمید رکھتے ہیں"۔

اعراف کہاں ہے اور کیسا ہے؟ اس بارے میں متعدد اقوال موجود ہیں:

① ایسی جگہ ہے جو بہشتیوں اور دوزخیوں پر حاوی اور محیط ہے۔

② ایسی دیوار ہے جس پر مرغ کے تاج کی طرف ایک مخصوص تاج ہے۔

③ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک ٹیلہ ہے۔

④ وہ دیوار ہے جس کی طرف قرآن میں اشارہ ہوا ہے کہ مومنین اور منافقین کے درمیان قرار پائے گی۔

⑤ اعراف اس صراط اور پُل کے معنی میں ہے جو دوزخ کے اُوپر تنا ہوا ہے۔

⑥ اعراف لوگوں کی حالت سے آگاہی کے معنی میں ہے۔

اعراف کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

سُور بین الجنة والنار

"اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب آپ سے اعراف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:
بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک راستہ ہے گناہ گار مومنین میں سے جس کسی کی شفاعت ہم آئمہ میں سے کوئی ایک کرے گا تو وہ رہائی پائے گا اور جس کی وہ شفاعت نہ کرے گا تو وہ سقوط کر جائے گا۔

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک ٹیلہ ہے جہاں ہر پیغمبرؑ اور اس کا جانشین اپنے زمانے کے گناہ گاروں کے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔ جس طرح لشکر کا کمانڈر اپنے لشکر کے کمزور افراد کے ساتھ مشکل راستوں پر توقف کرتا ہے۔

اعراف پر کون لوگ ہوں گے؟

① ممتاز شخصیات اور بزرگانِ دین۔
② وہ لوگ جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔
③ وہ اہلِ فترت ہیں وہ لوگ جو دو پیغمبروں کی بعثت کے مابین قرار پائے اور اُن تک حجت کافی نہ پہنچی ہو۔
④ وہ مومن جن ہیں۔
⑤ وہ کفار کی نابالغ اولادیں ہیں۔
⑥ وہ ناجائز بچے ہیں۔
⑦ وہ جو اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنے والے لوگ ہیں۔
⑧ وہ فرشتے ہیں۔
⑨ وہ پیغمبر ہیں۔
⑩ اُمت کے وہ عادل مرد ہیں جو اُمت کے افراد کی شہادت اور گواہی دینے کے لیے وہاں ٹھہریں گے۔
⑪ وہ صالح، باخبر اور عالم افراد کی ایک جماعت ہے۔
⑫ وہ علیؑ، عباسؓ، حمزہؓ اور جعفرؓ ہیں۔

قرآن اور شفاعت

قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے اذن سے بہت سی شخصیات کو اذنِ شفاعت حاصل ہو جائے گا اور وہ اللہ کے بندوں کی شفاعت کریں گے۔ قرآنِ مجید نے تفصیلات پیش کی ہیں:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ○ (مدثر:۴۸)

"شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انھیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی"۔

وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ (البقرہ:۴۸)

''اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی اور کی جگہ سزا نہیں پائے گا اور نہ ہی شفاعت قبول ہوگی اور نہ ہی قبول کیا جائے گا''۔

مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ:۲۵۵)

''کون ہے جو اُس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے''۔

وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (انبیاء:۲۸)

''وہ لوگ اس کے علاوہ کسی کی شفاعت نہیں کریں گے جس سے خدا خوش ہوگا اور اس کی شفاعت کی اجازت ہوگی''۔

شفاعت کا قرآنی مفہوم

شفاعت شفع کے مادے سے ہے اس کا معنی ہے کہ کسی چیز کو اس جیسی کسی چیز کے ساتھ ضم کرنے کے معنی میں ہے۔تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک طرح کی یکسانیت ہونی چاہیے۔اگرچہ ان دونوں کے درمیان کچھ اختلاف بھی ہو۔

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت کا قرآنی مفہوم یہ ہے کہ گناہگار شخص اپنے بعض اثباتی پہلوؤں سے اولیاء اللہ سے شباہت اختیار کرے اور وہ اُسے اپنی عنایتوں اور معاونت سے کمال کی طرف لے جائیں اور بارگاہِ خداوندی میں معافی کا مطالبہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ عالم، عابد کو مبعوث فرمائے گا۔ جب وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا: بہشت کی طرف روانہ ہو جاؤ اور عالم سے کہا جائے گا: تم ٹھہرو اور لوگوں کی شفاعت کرو اس لیے کہ تم نے اُن کی اچھی تربیت کی تھی۔شہداء بھی شفاعت کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: شہداء میں سے ہر فرد اپنے خاندان اور ہمسائیوں میں سے ۷۰ ہزار افراد کی شفاعت کرے گا۔

موت کا دردناک لمحہ

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾

''ہرگز اس طرح نہیں ہے۔ جب جان حلق تک پہنچ جائے گی اور اُس وقت کہا جائے گا کہ کیا کوئی ہے جو اس بیمار کو موت سے نجات دے دے اور وہ یقین کی منزل پر آ جائے گا کہ اس کی جدائی کا لمحہ آن پہنچا ہے''۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب انسانی نفس مرنے والے کے گلے میں پہنچ جاتی ہے اور مرنے والا کافر ہوتا ہے۔ پھر اس وقت اس کی برزخی آنکھ کھلتی ہے۔ حجاب اُٹھ جاتے ہیں۔ عذاب کی نشانیاں اُس کے سامنے آ جاتی ہیں وہ اس وقت ایمان لائے گا لیکن اس وقت اُسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اُس وقت کہا جائے گا کہ کوئی ہے جو اُسے نجات دلا دے۔ بعد ازیں مرنے والا یقین کر لیتا ہے کہ اب جدائی کی گھڑی آن پہنچی ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾

''اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ جی ہاں! آپ کے پروردگار کی طرف چلنے کا دن ہوگا''۔

پاؤں کی پنڈلیاں ایک دوسرے کے ساتھ پیچ کھائیں گی اور موت کی گھڑی آن پہنچے گی۔ اُن کا ایک دوسرے کے ساتھ پیچ کھانا یا تو جان کنی کی تکلیف کی وجہ سے ہوگا یا اُس کے ہاتھ پاؤں کے بیکار ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: اُس کی دنیا آخرت کے ساتھ لپیٹ دی جائے گی اور انسان اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اس لیے فرمایا: (اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾)

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ

الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

"پس اُس نے نہ تصدیق کی اور نہ اُس نے نماز پڑھی بلکہ اُس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔ پھر تکبر و غرور میں سرمست ہو کر گھر والوں کی طرف چل دیا۔ تیرے لیے بربادی ہی بربادی ہے۔ پھر تیرے لیے بربادی ہے، بربادی ہے۔

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ اُس منی کا نطفہ نہیں تھا جو رحم میں ٹپکایا جاتا ہے۔ پھر وہ لوتھڑا بنا، پھر اُس نے اُس کو خلق کیا اور موزوں بنایا۔ پھر اُس سے مرد اور عورت کا جوڑا بنایا۔ کیا ایسی ہستی کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ مُردوں کو زندہ کردے"۔

تفسیر آیات

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾

"تیرے لیے بربادی ہی بربادی ہے، پھر تیرے لیے بربادی ہی بربادی ہے"۔

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ "تیرے لیے بربادی ہی بربادی ہے، پھر تیرے لیے بربادی ہی بربادی ہے"۔

ابوجہل نے کہا: اے محمدؐ! تو مجھے کس چیز کی دھمکی دے رہا ہے، نہ تو تجھ میں طاقت ہے اور نہ تیرے رب میں کہ میرا کچھ بگاڑ سکے۔ اس وادی مکہ کا سب سے عزت مند اور عظیم شخص میں ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے اپنا قرآن انہی الفاظ میں اُتارا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گفتگو فرمائی تھی۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾

"کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا"۔

تفسیر قمی اور کتاب علل الشرائع میں اس آیت کی تفسیر کچھ یوں بیان کی گئی ہے۔ کیا انسان یہی خیال کرتا ہے کہ اس کا محاسبہ نہیں ہوگا۔ اُسے اس کی بداعمالی پر سزا نہیں دی جائے گی اور اُس سے پوچھ گچھ نہیں ہوگی؟

جب امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ یہ مخلوق کیوں پیدا کی گئی؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عبث نہیں پیدا فرمایا اور اُسے آزاد بھی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اُسے اپنی قدرت کے اظہار کے لیے پیدا فرمایا اور اپنی اطاعت کی تکلیف کے لیے پیدا کیا۔ پس اُس کو راضی رکھنے کے لیے کام کرو۔ اُس نے اس لیے پیدا نہیں کیا کہ اُن سے کوئی فائدہ حاصل کرے اور نہ اس لیے کہ ان کے ذریعے کسی نقصان کا خاتمہ کرے، اس لیے پیدا فرمایا تا کہ اُنھیں منفعت عطا کرے اور اُنھیں اپنی نعمات سے نوازے۔

ایک آدمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہماری خلقت عجیب وغریب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اُس نے عرض کیا: کیا ہمیں فنا کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے برادر جان! نہیں، ہمیں بقا کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جنت کس صورت میں فنا ہوگی ہے، جس کی ابھی ابتدا بھی نہیں ہوئی اور جہنم کس طرح بجھ گئی ہے، جس کا ابھی آغاز ہی نہیں ہوا۔ تمھیں یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے ایک گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر کی طرف جانا ہے۔

عیون الاخبار میں منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی تم سورۂ قیامت کی تلاوت سے فارغ ہو جاؤ تو اُس وقت کہو: سبحانك اللهم بلٰی۔

سُورَةُ الدَّهْرِ

سورة الدّهر مدینة آیاتها ۳۱ و رکوعاتها ۲

''سورۂ دہر مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اکتیس آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ دھر کے مضامین

اس سورہ کے بہت سے نام ہیں جن میں مشہور "سورۂ انسان"، "سورۂ دھر" اور "سورۃ ھل اتی" ہے۔ اس سورہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے پہلے حصے میں انسان کی آفرینش اور اس کی خلقت کے بارے میں گفتگو ہے۔ پھر اس کی ہدایت اور آزادی واختیار کے بارے بحث ہے۔ دوسرے حصے میں ابرار اور نیک افراد کے اجر وثواب کے بارے میں گفتگو ہے جو اہلِ بیت علیہم السلام کے بارے میں ایک خاص شانِ نزول رکھتا ہے۔

تیسرے حصے میں ثوابوں کے استحقاق کے دلائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

چوتھے حصے میں قرآن مجید کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احکام کے اجراء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پانچویں حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو مختار پیدا کیا گیا ہے لیکن مشیت الٰہی کی حکمرانی مسلّم ہے۔

سورۂ دھر کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: جو شخص ہر جمعرات کی صبح سورۂ ھل اتی پڑھے گا تو خداوند تعالیٰ اس کی ایک سو حور العین اور چار سو مومنات سے تزویج فرمائے گا اور وہ قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس کسی نے سورہ ھل اتی کی تلاوت کی تو اللہ کے ہاں اس کی جزا جنت اور جنت کے ریشمی لباس ہیں۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝۶ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝۷ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝۱۰ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝۱۱ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝۱۲ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝۱۳

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمن و رحیم ہے

''کیا طویل زمانے میں انسان پر ایسا وقت آیا ہے، جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا؟ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے خلق کیا تا کہ اُسے آزمائیں پس ہم نے اُسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اُسے راستے کی نشاندہی کر دی، اب وہ شکرگزار بنے یا ناشکرا بنے۔

ہم نے کفار کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتے ہوئے شعلے تیار کر رکھے ہیں۔ نیک و صالح لوگ ایسا مشروب پئیں گے، جس میں کافر کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایسا چشمہ ہے جس سے اللہ کے خاص بندے پئیں گے اور وہ اُسے جہاں چاہیں گے جاری کرلیں گے۔ وہ اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اُس دن سے خوف زدہ رہتے ہیں، جس کا عذاب ہر طرف پھیلا ہوا ہوگا۔ اور وہ اپنا کھانا اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں۔

(اور وہ یہ کہتے ہیں) ہم تمھیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے کھلا رہے ہیں اور ہم تم سے نہ تو کسی قسم کا کوئی اجر مانگتے ہیں اور نہ ہی تم سے شکریہ چاہتے ہیں۔ ہم کو اپنے پروردگار سے اُس دن کا خوف ہے، جو بہت ہی شدید ہوگا۔ پس اللہ اُنھیں اُس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اُنھیں خوشی و مسرت عطا فرمائے گا۔ اللہ اُن کے صبر کے عوض بطور جزا انھیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ وہ جنت میں خوبصورت تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے، نہ وہاں وہ دھوپ کی گرمی کو دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدت۔ اور درخت ان پر سایہ کیے ہوئے ہوں گے اور پھلوں کے (گچھے اُن کے ہاتھوں کے) قریب ہوں گے اور اُن کے لیے چاندی کے ظروف اور بلوریں پیالوں کے دَور چلیں گے''۔

تفسیر آیات

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ①

''کیا طویل زمانے میں انسان پر ایسا وقت آیا ہے، جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا''۔

امالی شیخ الطائفہ میں منقول ہے کہ علی بن عمر عطار کا بیان ہے کہ میں بروز منگل حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے تمھیں کل نہیں دیکھا تھا، کل کہاں تھے؟

میں نے عرض کیا کہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ سوموار کے دن گھر سے باہر نکلوں۔

اُس وقت آپؑ نے فرمایا: اے علی! اگر کوئی چاہتا ہے کہ اُسے اللہ سوموار کے دن کے شر سے محفوظ رکھے تو اُسے چاہیے کہ صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں بعد از حمد سورۂ دھر کی تلاوت کرے تو پھر آپؑ نے پڑھا: فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪ ''پس اللہ اُنھیں اُس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انھیں خوشی و مسرت عطا فرمائے گا''۔

کیا یہ سورہ مدنی ہے؟

جناب ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود میں ہے کہ اس سورہ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے، لیکن ابن عباس، ضحاک اور باقی محدثین نے کہا ہے کہ یہ مدنی سورہ ہے۔ اس کا شانِ نزول امام علیؑ، حضرت زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور جنابِ فضہؑ کے نذر کرنے کی داستان سے مربوط ہے۔

اس طرح اہلِ سنت کے اکثر محدثین نے لکھا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے۔

امالی شیخ الطائفہ میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا: یا علیؑ! وہ کون سی نعمت ہے جو اوّلین درجہ رکھتی ہے اور جس سے آپؑ کی آزمائش کی گئی ہے اور اُسی ذات نے آپؑ پر اپنا انعام نازل کیا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت یہ ہے کہ اُس ذات نے مجھے خلق فرمایا ہے حالانکہ میرا کہیں ذکر بھی نہ تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ نے صحیح فرمایا ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ

''ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا''۔

صاحبِ تفسیر قمی نے نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: اس سے مراد ہے مرد اور عورت کے پانی کا

آپس میں ملنا۔ اَمْشَاج مشج کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: مخلوط ہونا یا آپس میں کئی چیزوں کا مل جانا۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③

''ہم نے اُسے راستے کی نشان دہی کردی، اب وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا بنے''۔

اُصولِ کافی اور تفسیر قمی میں جو روایات ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے: جب معصوم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ...... الخ کا مفہوم کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کے سامنے ساری حقیقتیں کھول کھول کر رکھ دی ہیں۔ اب اگر وہ حقائق کو اپنائے گا تو شاکر ہوگا۔ اگر حقائق کو چھوڑے گا تو کافر ہوگا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤

''نیک اور صالح لوگ ایسا مشروب پئیں گے کہ جس میں کافور کی آمیزش ہوگی''۔

خاص و عام تمام راویوں نے یہی روایت کی ہے کہ اس زیرِ بحث آیت سے لے کر وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا تک کی آیات حضرت امام علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ اور جنابِ فضہؑ کی شان میں نازل ہوئیں۔

ابن عباس، مجاہد اور ابوصالح نے بھی یہی کچھ نقل کیا ہے۔ قصہ طویل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک دفعہ جب حضرات حسنین شریفین علیل ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور اُن کے ہمراہ عرب کے شرفاء بھی تھے تو اُن سب نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ اپنے بچوں کی شفا کے لیے نذر مانیں۔ اس وقت امام علی علیہ السلام نے تین روزوں کی نذر مانی۔ آپؑ کو دیکھ کر حضرت فاطمہ زہراؑ نے بھی نذر مانی۔ اس طرح حضرت فضہؑ نے بھی نذر مانی۔ لیکن گھر کا یہ حال تھا کہ اُس میں خوردونوش کا کوئی سامان نہ تھا۔

امام علی علیہ السلام نے ایک یہودی سے تین صاع گندم قرض لی اور جنابِ سیدہ زہراؑ کے حوالے کی۔ اُنھوں نے اُن میں سے ایک صاع گندم کو چکی میں پیس کر آٹا بنایا اور افطار کا وقت قریب تھا۔ آپؑ نے روٹیاں بنائیں۔ حضرت امام علی علیہ السلام مغرب کی نماز پڑھ کر خانۂ اقدس پر تشریف لائے۔ جب گھر کے تمام افراد افطار کے لیے بیٹھے تو دروازے پر مسکین نے آواز دی کہ وہ بھوکا ہے، اُسے کھانے کی ضرورت ہے۔ گھر کے تمام افراد نے کھانے کا اپنا اپنا حصہ مسکین کے حوالے کر دیا اور پانی کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔

جب دوسرا دن ہوا۔ پھر حضرت فاطمہ زہراؑ نے ایک صاع گندم کا چکی پر آٹا بنایا اور افطار کے وقت روٹیاں بنائیں۔

دسترخوان بچھایا کہ روزہ افطار کریں کہ دروازے پر آواز آئی: میں یتیم ہوں، بھوکا ہوں۔ سب نے اپنا اپنا کھانا اُٹھا کر یتیم کو دے دیا۔ جب تیسرا دن ہوا۔ سب روزے سے تھے۔ معمول کے مطابق جنابِ سیدہ زہراؑ نے جو گندم باقی بچی تھی اُسے پیسا، آٹا بنایا اور وقتِ افطار روٹیاں تیار کیں۔ افطار کا وقت ہوا، دسترخوان بچھایا گیا، سب دسترخوان پر تشریف فرما ہوئے کہ آج تیسرا دن ہے اور اپنے روزے کو افطار کریں کہ دروازے پر ایک قیدی نے آواز لگائی: میں قیدی ہوں، بھوکا ہوں۔ اس ملکوتی گھرانے کے ہر فرد نے اپنا اپنا کھانا اسیر کے حوالے کر دیا اور پانی سے روزہ افطار کیا۔ جب چوتھا دن ہوا، اُن سب نے اپنی اپنی نذر کو پورا کر دیا تھا۔ حضرت امام علی علیہ السلام اپنے دونوں شہزادوں سمیت بارگاہِ رسالت میں پہنچے۔ جونہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ اپنے شہزادوں پر پڑی اور اُن کی کمزوری کو ملاحظہ فرمایا تو آپؐ رُو دیئے۔ آپؐ کی آنکھیں برسنے لگیں، نورانی ریش مقدس بھی بھیگ گئی ہوگی۔ جب کائناتِ کا مرکز رُو رہا ہوگا، کائنات بھی رُو رہی ہوگی۔ اُسی وقت جبرئیلؑ امین سورہ ھل اتٰی کو لیے ہوئے فضاؤں کی بلندیوں کو عبور کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

عطا نے جو ابن عباس سے روایت کی ہے اُس میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے گندم یا جَو، جو آپؑ نے حاصل کیے تھے آپؑ نے یہودی کے باغ کو ایک رات پانی دیا۔ اس مزدوری میں آپؑ کو تین صاع جَو ملے تھے۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "المناقب" میں نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کو ابوصالح، مجاہد، ضحاک، حسن، عطا، قتادہ، مقاتل، اللیث، ابن عباس، ابن مسعود، ابن جبیر، عمرو بن شعیب، حسن بن مہران، نقاش، قشیری، ثعلبی اور واحدی نے اپنی اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔

خطیب مکی نے اربعین میں اور ابوبکر شیرازی نے نزولِ القرآن فی امیر المومنین ؑ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور الاشنھی نے اعتقاد اھل السنۃ میں، ابوبکر محمد بن احمد بن فضل نحوی نے "العروس فی الزہد" میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب آلِ محمدؐ نے پہلا روزہ رکھا، گھر میں کھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام ایک یہودی کے پاس گئے، جو آپؑ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ اُس کا نام فنحاس بن الحارا تھا۔ لیکن دوسری روایت میں اس کا نام شمعون بن حاریا تھا۔ آپؑ نے اُس سے تین صاع جَو بطور قرض لیے اور اُس نے آپؑ کے حوالے اُون کی تھی تاکہ اسے کات کر اُس کے حوالے کی جائے۔ آپؑ کا کات کر یہ تین صاع جَو اس کا عوض ہوگا۔ حضرت زہرا علیہا السلام نے ایک تہائی اُون کاتی اور اِدھر ایک صاع جَو کا آٹا بنایا، یعنی جتنی مزدوری کی اتنا اُس کا عوض لیا۔ آپؑ سارے جَو پیس سکتی تھیں کیونکہ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی تھیں۔ آپؑ اپنے وظیفۂ شرعی سے آگاہ تھیں، اس لیے اپنی مزدوری سے زیادہ جَو نہ اُٹھائے

حالانکہ وہ معاہدے کے تحت آپ کی ملکیت بن چکے تھے۔

اس ملکوتی واقعہ کو کسی عرب شاعر نے نظم کی صورت میں پیش کیا ہے۔

جب نبی ﷺ کے گھرانے کے یہ عظیم افراد دسترخوان بچھا کر بیٹھے، ایک فریضے کو طے کرنے کے بعد ایک اور فریضہ افطار کو اپنائیں اور اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے کھانا تناول کریں تو جونہی اُن کے نورانی ہاتھ ان روٹیوں کی طرف بڑھے جن کا آٹا کونین کی شہزادی نے بنایا تھا اور وہ روٹیاں جو اُن کے سامنے تھیں۔ اُس خاتون نے بنائی تھیں جو خاتونِ جنت کہلائی گئیں۔ دروازے پر ایک مسکین نے صدا لگائی:

فاطم ذات المجد والیقین	یابنت خیرالناس اجمعین
اما ترین البائس المسکین	قد قام بالباب له حنین
یشکو الینا جائع حزین	کل امرئ بکسبه رهین

"اے فاطمہ زہراؑ! آپؑ کی ذات والاصفات کائنات کی ہر بلندی سے بلند ہے۔ آپؑ ہی مرکزِ یقین و وفا ہیں۔ آپؑ اُس کی شہزادی ہیں، جو دین و دنیا کے آقا و مولا ہیں۔ آپ کے اس ملکوتی دروازے پر ایک بھوکا پیاسا حیران و پریشان آواز دے رہا ہے۔ آپؑ ضرور میری حاجت کو پورا فرمائیں گے۔ ایک بھوکے، غم زدہ انسان کی فریاد ضرور سنیں گی، کیونکہ ہر انسان اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے"۔

جنابِ بتول شہزادیِ کونینؑ نے جواب میں فرمایا:

امرك سمعا یا ابن عم وطاعةً	ما فیّ من لُوم ولا ضاعة
اطعمه ولا اُبالی الساعه	ارجو اذا اشبعت ذامجاعة
ان الحق الاخیار والجماعه	وادخل الخلد ولی شفاعة

"میں نے تیری دردبھری صدا سن لی ہے، تجھے مزید حیران و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم وہ نہیں ہیں کہ کسی ضرورت مند کو ملامت کریں یا وہ ہمارے دروازے پر آئے اور خالی ہاتھ جائے۔ میں تجھے ابھی ابھی کھانا کھلاتی ہوں۔ مجھے اللہ کی ذات پر اُمید ہے تو سیر ہو جائے گا۔ جو اچھے لوگ ہیں، اُن کے لیے لازم ہے کہ وہ یہ کام کریں۔ میں ہی جنت میں داخل کروں گی کیونکہ

شفاعت کا اختیار اللہ نے مجھے دے رکھا ہے"۔

گھر کے تمام افراد نے سارا کھانا مسکین کے حوالے کیا اور پانی کے ساتھ روزہ افطار کیے۔ رات بھوکی کاٹی، وقت سحر روزہ رکھا۔ جب صبح ہوئی حضرت زہرا علیہا السلام نے ایک صاع جَو کا آٹا بنایا اور وقتِ افطار پانچ روٹیاں بنائیں۔ دسترخوان بچھایا اور گھر کے پانچوں افراد دسترخوان پر بیٹھے اور جونہی ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھے دروازے پر یتیم نے صدا دی:

اے اہلِ بیت رسولؐ! میرا سلام ہو، میں ایک یتیم ہوں۔ اللہ کے دیے ہوئے رزق سے مجھے کھانا کھلایئے ۔

فاطم بنت السید الکریم — بنت نبی لیس بالذمیم
قد جأنا اللہ بذا الیتیم — من یرحم الیوم رحیم
موعدہ فی جنۃ النعیم — حرمھا اللہ علی اللیئم

"اے فاطمہ زہراؑ! آپؑ اُس کی شہزادی ہیں، جو کائنات کے تمام کریم لوگوں کے آقا و مولا ہیں۔ آپؑ تو نبی کی شہزادی ہیں۔ ایک یتیم آپؑ کے دروازے پر سوالی ہے۔ کون ہے رحم کرنے والا، جو آج اس یتیم پر رحم کرے۔ اللہ نے اس کے لیے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے اور جنت ان لوگوں پر حرام ہے جو بخیل اور لئیم ہیں"۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جواب میں فرمایا ۔

انی اعطیہ ولا ابالی — واوثر اللہ علی عیالی
امسوا جیاعا وھم اشبالی

"اے اللہ کے بندے! یہ سب کچھ حاضر ہے، میں اپنی عیال پر اللہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ وہ پہلے بھی بھوکے تھے، اب بھی بھوکے رہ جائیں گے، میرا اللہ مجھ پر خوش ہو جائے گا"۔

سب نے اپنا اپنا کھانا یتیم کے حوالے کیا اور پانی کے ساتھ افطار کیا۔ بھوکے رات کاٹی، وقتِ سحر روزہ رکھا۔ جب صبح ہوئی جنابِ زہرا سلام اللہ علیہا نے اُون کی جو ایک تہائی باقی تھی اُسے کاتا، ایک صاع جَو جو بچے تھے۔ اُسے پیسا اور وقتِ افطار روٹیاں بنائیں، دسترخوان بچھایا۔ جب کھانا دسترخوان پر آیا، گھر کے تمام افراد دسترخوان پر جمع ہوئے تھے اور ان روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھے۔ ابھی حضرت علی علیہ السلام نے لقمہ توڑا ہی تھا کہ دروازے پر اسیر نے صدا دی:

فاطم یابنت النبی احمد بنت نبی سیّد مسدد

ھذا اسیر للنبی المھتدی مکبل فی غلة مقید

لیشکو الینا الجوع قد تقدد من یطعم الیوم یجدہ غد

عند العلی الواحد الممجد

"اے شہزادی کون ومکان! اے نبی احمد ومحمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آنکھوں کی ٹھنڈک! اے زمین وزمن کے آقا ومولا کے دل کا میوہ! یہ قیدی تمھارے دروازے پر کھڑا سوالی ہے۔ میں اللہ کے نبی کا قیدی ہوں اور رسیوں میں جکڑا ہوا ہوں۔ مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ بھوک نے مجھے حال سے بے حال کر رکھا ہے۔ پیٹ میں شدید درد ہو رہا ہے۔ کون ہے جو اِس بھوکے کو کھانا کھلائے تاکہ کل اُس کے دربار میں عظیم الشان جزا حاصل کرے۔ جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور جو ہر چیز کا مالک و خالق ہے"۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جواب میں فرمایا ۔

لم یبق مما کان غیر صاع قد رمیت کفی مع الذراع

وما علی رأسی من قناع الاعبا نسبحه بصاع

ابناء واللہ من الجیاع یارب لا تترکھا ضیاع

ابوھما للخیر ذو اصطناع عبل الذراعین شدید الباع

"ایک صاع جَو کے علاوہ ہمارے گھر میں کچھ باقی نہیں ہے۔ میں نے اُسے اپنے ہاتھوں سے اُس کا آٹا بنایا ہے۔ ہماری کُل کائنات یہی ہے، جو پیس کر روٹیاں بنالی ہیں۔ بخدا میرے لختِ جگر سخت بھوکے ہیں۔ میں اپنے پروردگار سے دعا کر رہی ہوں۔ اے پروردگار! اُنھیں پروان چڑھا۔ اُن کے والد محترم نے شدید مشقت کے ساتھ یہ جَو حاصل کیے تاکہ بھلائی و بہتری کے کام آئیں۔ اُنھوں نے سارا کھانا اُٹھا کر اسیر کو دے دیا اور پانی کے ساتھ روزہ افطار کیا"۔

اُس وقت جناب جبرئیلؑ امین جنت سے ایک طشت لے کر جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے۔ وہ طشت سونے کا تھا جو موتیوں اور یاقوت سے مرصع تھا، جس میں ثرید اور گوشت تھا۔ اس میں سیب بھی تھے، جن سے مشک

اور کافور کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ پس اِن سب نے بیٹھ کر تناول فرمایا اور سب نے سیر ہو کر کھایا لیکن اُس طشت میں جو کھانا تھا اس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ اس واقعہ پر سورہ ھل اتی نازل ہوئی اور یہ ذی الحجہ کی پچیس تاریخ کی رات تھی اور سورہ ھل اتی ۲۵ ذی الحجہ کے دن کو نازل ہوئی۔

ہم ہی ابرار ہیں

ھُذیل نے مقاتل سے روایت کی ہے، اُس نے محمد بن حنفیہ سے سنا، اُس نے امام حسن علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: قرآنِ مجید میں جہاں کہیں ان الابرار ہے، بخدا اس سے مراد علی بن ابی طالبؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، میں اور امام حسین علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ ہم اپنے آبا و اجداد کے اعتبار سے بھی اَبرار ہیں۔ ہم اپنے قلوب کے اعتبار سے بھی ابرار ہیں کہ ہم نے ہمیشہ اللہ کی اطاعت کی ہے۔ ہم نے اپنی دنیا کے لیے کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ ہم نے اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کیا اور اُس کے رسول کی رسالت پر ایمان لائے۔

کتاب الاحتجاج الطبرسی میں ہے: حدیث تو طویل ہے لیکن اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت امام علی علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم میں سے یا تمھاری اولادوں میں سے کوئی ایسا ہے، جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہو: اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ سورہ کے آخر تک۔

سب نے جواب دیا: نہیں صرف آپؑ اور آپؑ کے گھر والے ہیں۔

اپنے گھر والوں کی ضروریات کا خیال رکھیں

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۸

''اور وہ اپنا کھانا اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں''۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: گھر کے سربراہ مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا ہمیشہ خیال رکھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی موت کی تمنا کریں۔ پھر آپؑ نے مندرجہ بالا زیر بحث آیت کی تلاوت فرمائی۔

آپؑ نے فرمایا: اسیر عیال میں داخل ہے، ایک مرد کو چاہیے کہ اپنی نعمتوں میں اُسے شریک کرے۔

کتابِ خصال میں ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے، جو لوگوں کو کھانا کھلائے، انھیں سلام کرے اور جب لوگ سو رہے ہوں تو نمازِ شب کا اہتمام کرے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے کہ جب وہ کسی بھوکے مسلمان بھائی کو کھانا کھلائے مگر یہ ہے کہ اللہ اُسے جنت کے کھانے کھلائے گا اور اس طرح جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو لباس پہنائے۔ اللہ اُسے جنت کے لباس پہنائے گا۔ جب کسی نے اپنے پیاسے مسلمان بھائی کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے مشروبات پلائے گا۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۞

''اور وہ کہتے ہیں: ہم تمھیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلا رہے ہیں اور ہم تم سے نہ کسی قسم کا کوئی اجر مانگتے ہیں اور نہ ہی تم سے شکریہ چاہتے ہیں''۔

آیت کا پیغام یہ ہے کہ جب تمھاری اپنی ضروریات ہو تو اُسی وقت ایثار سے کام لو اور مسلمانوں کے مساکین کو کھلاؤ اور ان کے یتامیٰ کو کھانا کھلاؤ اور مشرکین کے قیدیوں کی بھوک کا علاج کرو۔

معصوم علیہ السلام نے فرمایا: مومن وہ ہیں، جب وہ ایسا کرتے ہیں تو اُن پر اپنے احسان کو ظاہر نہیں ہونے دیتے، وہ سب کچھ مخفی رکھتے ہیں۔ آلِ محمدؑ نے جب ایک مسلمان مسکین اور یتیم کو کھانا کھلایا اور تیسرے دن ایک مشرک اسیر کو کھانا دیا تو اُنھوں نے یہ سب کچھ اس بنیاد پر کیا تھا کہ اُن کا اللہ اُن پر راضی رہے۔ انھوں نے کہا تھا: ہم تم سے کوئی جزا نہیں چاہتے جو اس کھانے کا عوض ہو جائے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو کہ تم ہماری تعریف کرنے لگو۔ ہم نے تمھیں یہ کھانا اللہ کی رضا کے لیے کھلایا ہے اور ثواب کے لیے ایسا کیا ہے۔

امالی صدوق میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من صام یوماً ابتغاء ثواب اللّٰہ وجبت له المغفرة

''جس نے اللہ کے لیے روزہ رکھا تو اللہ اُس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے''۔

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۞

''نہ وہاں دھوپ کی گرمی دیکھیں گے اور نہ سردی کی شدت''۔

جناب ابن عباس سے روایت ہے:

بینا اھل الجنة فی الجنة اذ راؤ ضوءاً مثل الشمس قد اشرقت لها الجنان فیقول اھل الجنة: یارب انك قلت فی كتابك: لا یرون فیها شمسا فیرسل

الله جلّ اسمه اليهم جبرئيل فيقول: ليس هذه بشمس ولكن عليا وفاطمة ضحكا فاشرقت الجنان من نور ضحكهما

''جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو وہ اچانک سورج کی شعاع کی مانند ایک روشنی دیکھیں گے جس سے پوری جنت ضوفشاں ہوجائے گی۔ اُس وقت اہلِ جنت بارگاہِ ربوبیت میں عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے اپنی کتاب میں فرمایا: جنت میں نہ دھوپ ہوگی اور نہ سردی کی شدت ہوگی۔ یہ نور کیا ہے؟ خداوند تعالیٰ جناب جبرئیلؑ کو اُن کی طرف بھیجے گا۔ جناب جبرئیلؑ آئیں گے اور کہیں گے: یہ سورج کی روشنی نہیں ہے۔ یہ تو علیؑ اور فاطمہ زہراؑ ہنسے ہیں، جنت ان کی مسکراہٹ کی چمک دمک سے روشن ہوگئی ہے''۔

تفسیر قمی میں آیا ہے: قرآن کریم میں ہے:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا (سورۂ مومن، آیہ ۴۶) ''کہ اُن پر جہنم کی آگ صبح اور شام پیش کی جاتی ہے''۔

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں اہلِ جہنم پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے۔ اس سے مراد قیامت یا قیامت کے بعد کا زمانہ نہیں ہے کیونکہ قیامت کے دن سورج و چاند کا نظام ختم ہوجائے گا، صبح و شام سورج اور چاند کی وجہ سے بنتے ہیں۔ جنت میں نہ سورج ہوگا اور نہ چاند۔

ایک اور حدیث میں امام علی رضاؑ نے فرمایا: آفتاب و ماہتاب اللہ کی آیات ہیں، جو اُس کے امر کے پابند ہیں۔ ان دونوں کا نور عرش کے نور کا ایک جز ہے اور اُن کی گرمی جہنم کی گرمی کا ایک جز ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان دونوں کا نور عرش کی طرف لوٹ جائے گا اور اُن کی گرمی جہنم کی طرف چلی جائے گی۔ نہ سورج رہے گا اور نہ چاند۔

کتاب خصال میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور اس کی دھوپ میں چار اثر ہیں: دھوپ رنگ کو بدل دیتی ہے، تعفن پیدا کرتی ہے، کپڑوں کا رنگ اُڑا دیتا ہے جس سے وہ پرانے ہوجاتے ہیں اور بیماری پیدا کرتا ہے۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾

''اور درخت ان پر سایہ کیے ہوئے ہوں گے اور پھلوں کے گچھے (ان کے ہاتھوں) کے قریب ہوں گے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب اس کی تشریح پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا: جب مومن جنت میں ہوگا، وہ جیسا پھل چاہے گا، وہ اُس کے بالکل قریب ہوگا اور وہی پھل اُسے خطاب کریں گے: اے اللہ کے ولی! ہمیں تناول کرو۔ اس سے پہلے کہ تم کوئی اور پھل نوش جان کرو، پہلے مجھے تناول کرو۔

قَوَارِيرَا۟ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوٓا۟ أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَىٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾ إِنَّ هَـٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ تَنزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَٱصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ ءَاثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَٱذْكُرِ ٱسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ ٱلَّيْلِ فَٱسْجُدْ لَهُۥ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَـٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّونَ ٱلْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَّحْنُ خَلَقْنَـٰهُمْ وَشَدَدْنَآ أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ أَمْثَـٰلَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَـٰذِهِۦ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾

''شیشے بھی چاندی کے ہوں گے جنھیں (ساقی) نے ایک اندازے سے بھرا ہوگا اور اُنھیں وہاں ایک ایسا جام پلایا جائے گا، جس میں سُونٹھ کی ملاوٹ ہوگی۔ جو جنت کی ایک نہر ہے، جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔

اور اُن کے اِردگرد ہمیشہ رہنے والے لڑکے پھر رہے ہوں گے جب آپ انھیں دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ یہ تو بکھرے موتی ہیں اور آپ جہاں کہیں بھی نظر ڈالیں گے سراسر نعمتیں اور عظیم سلطنت دیکھو گے۔

اُن کے اجسام پر سبز دیباج اور اطلس کے کپڑے ہوں گے، انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُنھیں اُن کا رب پاکیزہ مشروب پلائے گا۔ یہ ہے تمھارے اعمال کی جزا اور تمھاری یہ کوشش قابلِ قدر ہے۔

یقیناً ہم نے ہی آپ پر قرآن نازل کیا ہے۔ پس آپ اپنے پروردگار کے حکم پر ثابت قدم رہیں اور اُن میں کسی گناہ گار یا کافر کی بات تسلیم نہ کریں۔ اور اپنے رب کے نام کا صبح و شام ذکر کیا کریں۔ اور رات کے وقت اس کے حضور سجدہ ریز ہوجایا کریں اور رات گئے دیر تک تسبیح کرتے رہا کریں۔

بے شک یہ لوگ دُنیا کی جلدی گزر جانے والی زندگی سے محبت رکھتے ہیں اور مشکل ترین بھاری دن کو نظرانداز کیے بیٹھے ہیں۔ ہم نے اُنھیں پیدا کیا اور ان کے جسم کے جوڑ بند مضبوط بنائے اور جب بھی ہم چاہیں گے، ان کا مقام دوسروں کو دے دیں گے۔

یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے۔ پس جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف جانے کا راستہ اختیار

کرے۔ اور تم نہیں چاہتے ہو مگر اُس کو، جسے اللہ چاہتا ہے۔ بے شک اللہ عالم و حکمت والا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے، اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور اُس نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

تفسیر آیات

قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾

"شیشے بھی چاندی کے ہوں گے جنھیں (ساقی) نے ایک اندازے سے بھرا ہوگا"۔

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ جنت کے بلوریں اور شیشہ والے برتن چاندی کے بنے ہوئے ہیں لیکن اس دنیا میں اس قسم کے برتن کی مثال موجود ہی نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے برتن اور پیالے بلور اور شیشہ کی طرح صاف و شفاف بھی ہیں اور چاندی کی چمک دمک بھی رکھتے ہیں اور ان برتنوں میں جو مشروب اہل جنت کو پیش ہوگا، وہ اُن کے سامنے نمایاں ہوگا۔

ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

ینفذ البصر فی فضة الجنة کما ینفذ فی الزجاج

"انسانی آنکھ کا نور جنت کی چاندی میں اس طرح نفوذ کر جائے گا جیسا کہ دنیا کے شیشہ اور بلور میں نفوذ کرتا ہے"۔

کتاب خصال میں ہے: جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ فضیلتیں عطا کی ہیں اور میرے بھائی امام علی علیہ السلام کو بھی پانچ فضیلتیں عطا فرمائی ہیں۔ مجھے "کوثر" عطا فرمایا اور علیؑ کو سلسبیل عطا فرمایا۔

کتاب علل الشرائع میں روایت ہے: ایک یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اہل جنت کو سب سے پہلے کون سا کھانا پیش کیا جائے گا؟

آپؐ نے فرمایا: انھیں مچھلی کا جگر کھلایا جائے گا۔ پھر اُس نے کہا؟ اس کے بعد انھیں کون سا مشروب پلایا جائے گا؟

آپؐ نے فرمایا: انھیں سلسبیل پلایا جائے گا۔ یہ سن کر یہودی نے کہا: آپؐ نے صحیح فرمایا۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝

"اور آپ جہاں کہیں بھی نظر ڈالیں گے سراسر نعمتیں اور عظیم سلطنت دیکھیں گے"۔

روضہ کافی میں حدیث ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا: غرف مبنية من فوقها غرف ("جنت میں حجرے بنے ہوں گے، اُن پر حجرے ہوں گے") سے کیا مراد ہے؟ وہ کمرے کس لیے ہوں گے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! خداوند تعالیٰ نے یہ کمرے اپنے اولیاء کے لیے بنائے ہیں۔ وہ موتیوں، یاقوت اور زبرجد سے بنے ہوئے ہیں۔ ان کی چھتیں سونے کی ہیں۔ ہر حجرے کے ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازہ سونے کا ہے۔ ہر دروازے پر موکل فرشتہ بیٹھا ہوا ہے۔ اُس میں بلند بلند بستر لگے ہیں۔ وہ بستر ایک دوسرے کے اُوپر ہیں اور وہ بستر ریشم اور دیباج کے ہیں۔ ان کے رنگ مختلف ہیں۔ ان کے حاشیے کافور اور عنبر کے ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۝ (سورۂ واقعہ، آیہ ۳۴) "اور اُونچے فرشوں میں ہوں گے"۔

جب ایک مومن کو جنت میں اُس کے گھر داخل کیا جائے گا۔ اُس کے سر پر عزت وعظمت کا تاج رکھا جائے گا۔ اُسے ستر ریشم کے حُلے پہنائے جائیں گے، جن کے رنگ مختلف ہوں گے۔ اور وہ سونے اور چاندی کی تاروں سے سلے ہوئے ہوں گے، موتی اور سرخ یاقوت کا ان پر کام کیا گیا ہوگا۔ اس لیے اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا (سورۂ حج، آیہ ۲۳)

"وہاں جنت میں وہ ریشم کا لباس زیب تن کریں گے۔ جب مومن پلنگ پر بیٹھے گا تو پلنگ خوشی سے جھوم اُٹھے گا"۔

جب اللہ کا ولی جنت میں اپنے گھر میں مقیم ہوجائے گا تو اس مومن کی جنت کا موکل اُس سے اجازت طلب کرے گا تاکہ اللہ نے جو اُسے عزت بخشی ہے اس کی اُسے مبارک پیش کرے۔ پھر ایک حور جو اُس کی زوجہ ہوگی، وہ اپنے خیمے سے اُس کے لیے نکلے گی۔ اس کے اردگرد اس کی کنیزیں ہوں گی اور وہ بھی ستر حُلوں میں ملبوس ہوگی اور اُن حُلوں پر یاقوت، موتیوں، اور زبرجد کا کام ہوا ہوگا۔ اُس کے سر پر بھی تاج کرامت ہوگا۔ جب وہ اُس مومن کے قریب جائے گی تو اُس وقت مومن چاہے گا کہ وہ اُس کے لیے اُٹھے لیکن وہ کہے گی: اے اللہ کے ولی! اب تجھے اُٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تیرے لیے ہوں اور تو میرے لیے ہے۔ حدیث بہت زیادہ طولانی ہے، اس لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں اس مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کے بیان میں آیا ہے: جنت میں جب کسی مومن کو انعام میں جو مقام ملے گا، نہ اُسے کبھی زوال آئے گا اور نہ کبھی وہ فنا ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی جنتی جنت میں داخل ہوگا، اُس کے سرہانے اور اُس کے پاؤں کی طرف دو حورالعین آ کر بیٹھ جائیں گی اور اپنی خوبصورت آواز میں ترانے الاپیں گی لیکن وہ شیطانی موسیقی نہیں ہوگی۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

"اور رات کے وقت اُس کے حضور سجدہ ریز ہو جایا کریں اور رات گئے دیر تک تسبیح کرتے رہیں"۔

جب حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا: اس آیت مقدسہ میں تسبیح کا حکم دیا گیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہے، نماز شب پڑھا کرو۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ ......الخ

"اور تم نہیں چاہتے مگر اُس کو جسے اللہ چاہتا ہے......"

کتاب الخرائج والجرائح میں ہے: امام زمان علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے مفوضہ کے عقیدہ کے بارے میں بات کی، آپؑ نے فرمایا: مفوضہ جھوٹے ہیں۔ ہمارے قلوب اللہ کی مشیت کے پابند ہیں، جو وہ چاہتا ہے، ہم وہی چاہتے ہیں۔ بخدا اللہ کا یہی فرمان ہے: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ

کتاب احتجاج طبرسی میں ایک طولانی حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملک الموت کے بہت سارے معاون فرشتے ہیں اور وہ سب اُس کے حکم سے اَرواح کو قبض کرتے ہیں تو ان کا فعل ملک الموت کا فعل شمار ہوتا ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اس کی نسبت ملک الموت کی طرف جاتی ہے اور ملک الموت کے کام کی نسبت اللہ کی طرف جاتی ہے کیونکہ اس کا فعل اللہ کا فعل ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اَرواح کو قبض کرتا ہے، اُس کی مشیت ہے کہ وہ جس فرشتے سے چاہے، انسانی رُوح کو قبض کرائے اور وہی ہے، جو عطا کرتا ہے اور وہی ہے، جو روک لیتا ہے، وہی ہے، جو ثواب عطا کرتا ہے اور سزا دیتا ہے، وہ اپنے فرشتوں میں سے جس کے ہاتھ سے چاہے کام لیتا ہے۔

سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلٰتِ

سورة المرسلات مكية آياتها ٥٠ وركوعاتها ٢

"سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پچاس آیات اور دو رکوع ہیں"۔

سورۂ مرسلات کے مضامین

اِس سورہ کے زیادہ تر مطالب کا تعلق قیامت کے منکرین سے ہے۔ اس میں بہت زیادہ قسمیں کھانے کے بعد قیامت اور اس کی ہولناکیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد گذشتہ اقوامؑ کی غم انگیز داستان کو بیان کیا گیا ہے۔ بعدازیں انسانی خلقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ الٰہی نعمات کا تذکرہ ہے۔ آخر میں تکذیب کرنے والوں کے عذاب کے کچھ حصوں کی تشریح کی گئی ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آشنا اور معرفت رکھنے والا بنا دے گا۔

کتاب الخصال میں روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کی ریش اقدس جلد سفید ہوگئی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے سورہ ہود، الواقعہ، مرسلات اور عم یتساء لون نے جلد بوڑھا کر دیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے سورۂ مرسلات کی تلاوت کی تو اُس کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ یہ مشرکین میں سے نہیں ہے۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ۙ﴿۴﴾ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۵﴾ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ﴿۸﴾ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ﴿۹﴾ وَ اِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ۙ﴿۱۰﴾ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ؕ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ؕ﴿۱۲﴾ لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ۚ﴿۱۳﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ؕ﴿۱۴﴾ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"قسم ہے ان ملائکہ کی جنھیں پے در پے بھیجا جاتا ہے۔ پھر وہ سرعت سے چلنے والے ہیں۔ پھر (صحیفوں) کو پھیلا دینے والے ہیں۔ پھر اُن کی جو جدا کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ کی یاد دلوں میں ڈالنے والے ہیں۔ اتمامِ حجت کے لیے ہو یا تنبیہ کے لیے ہو۔ جس شے کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ وقوع پذیر ہونے والی ہے۔ پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائیں گے اور جب پہاڑ (فضاؤں) میں اُڑا دیئے جائیں گے اور جب رسولوں کو معین وقت میں لایا جائے گا۔ یہ امر کس دن کے لیے مؤخر کیا گیا ہے، فیصلے

کے روز کے لیے اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ روزِ جدائی کیا ہے؟ ہلاکت ہے ان کے لیے جو تکذیب کرنے والے ہیں"۔

تفسیر آیات

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ "قسم ہے ان ملائکہ کی جنھیں پے در پے بھیجا جاتا ہے"۔

اس آیت میں اشارہ ہے ہواؤں کی طرف کہ جب وہ چلتی ہیں وہ ایک دوسرے کے پیچھے اس صورت میں آتی ہیں جس طرح گھوڑے کے گردن کے بال ہوتے ہیں۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ "پھر وہ سرعت سے چلنے والی ہیں"۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ "پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے"۔

کتاب توحید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نقل ہے: آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دوزخ کو حکم دے گا کہ وہ تمام موجودات کی طرف پھونک مارے پس جب وہ پھونک مارے گی، اُس کی پھونک کی شدت سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ تمام ستارے بے نور ہو جائیں گے، سمندر منجمد ہو کر رہ جائیں گے، پہاڑ غبار بن کر فضاؤں میں اُڑ رہے ہوں گے۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا جائے گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل گر پڑیں اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ "جب رسولوں کو معین وقت میں لایا جائے گا"۔

قیامت کے دن پیغمبروں کے لیے وقت معین ہوگا، وہ اپنی اپنی باری پر تشریف لائیں گے اور اپنی اُمتوں کے بارے میں گواہی دیں گے۔ آگے فرمایا ہے: (لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ) "یہ امر کس دن کے لیے موٴخر کیا گیا ہے"۔ (لِيَوْمِ الْفَصْلِ) "فیصلے کے روز کے لیے" آگے فرمایا ہے: وہ یومِ فصل کیا ہے؟ جواب دیتے ہوئے فرمایا: (وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ) "ہلاکت ہے اُن کے لیے جو تکذیب کرتے والے ہیں"۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ

مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿٢١﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾

’’کیا ہم نے اوّلین کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ پھر آخر میں آنے والوں کو بھی ہم اُن کے پیچھے بھیجیں گے۔ مجرمین کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ اُس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔

کیا ہم نے تمھیں پست پانی سے خلق نہیں کیا۔ پھر ہم نے اُسے محفوظ جگہ میں ٹھہرائے رکھا، ایک مقرر مدت تک کے لیے۔ پھر ہم نے ایک طریقے سے منظم کیا، پھر ہم بہترین طریقے سے منظم کرنے والے ہیں۔

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ کیا ہم نے زمین کو ٹھکانا نہیں بنایا۔ زندوں کے لیے اور مُردوں کے لیے بھی، اور ہم نے اس میں بلندوبالا پہاڑ نصب کر دیے اور ہم نے تمھیں خوشگوار پانی پلایا اور اُس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ اب تم لوگ جاؤ اُس شے کی طرف جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ اُس دھوئیں کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔

تخلیقِ انسانیت

اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍۙ ۝۲۰ ”کیا ہم نے تمھیں پست پانی سے خلق نہیں کیا“۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں عالمِ جنین کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اے انسانو! اپنی حقیقت کی طرف نگاہ کرو۔ اگلی آیت میں فرمایا: فَجَعَلۡنٰهُ فِيۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍۙ ۝۲۱ ”پھر ہم نے اُسے محفوظ جگہ میں ٹھہرائے رکھا“۔

رحمِ مادر وہ جگہ ہے جس میں ہر لحاظ سے حیات و زندگی اور انسانی نطفہ کی پرورش کی تمام ضروریات موجود ہیں اور اس انداز میں محافظت ہے کہ جب انسان غور کرتا ہے، تو حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔

انسانی تخلیق کے بارے میں کائنات کی حقیقتوں کے ترجمان حضرت امام علی علیہ السلام کا عظیم الشان خطبہ نہج البلاغہ میں موجود ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

اَيُّهَا الْمَخْلُوْقُ السَّوِيُّ وَالْمُنْشَاءُ الْمَرْعِيُّ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْحَامِ وَمُضَاعَفَاتِ الْاَسْتَارِ، بُدِئْتَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ وَ وُضِعْتَ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ، اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ، وَاَجَلٍ مَّقْسُوْمٍ تَمُوْرُ فِيْ بَطْنِ اُمِّكَ جَنِيْنًا لَا تُحِيْرُ دُعَاءً وَّلَا تَسْمَعُ نِدَآءً ثُمَّ اُخْرِجْتَ مِنْ مَّقَرِّكَ اِلٰى دَارٍ لَّمْ تَشْهَدْهَا وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَآءِ مِنْ ثَدْيِ اُمِّكَ، وَعَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَ اِرَادَتِكَ۔

”اے وہ مخلوق! جسے مناسب جسم کے ساتھ محفوظ ماحول میں پیدا کیا گیا ہے۔ رحم کی تاریکیوں اور کئی کئی پردوں میں تیری خلقت کا آغاز گیلی مٹی کے جوہر سے ہوا ہے، اور ایک محفوظ قرارگاہ میں ایک وقت معلوم اور معین مدت تک ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ دن جس میں تو اس طرح تھا، اور رحم مادر میں حرکت کرتا تھا نہ تو تجھ میں جواب دینے کی قدرت تھی اور نہ ہی کسی کی آواز سننے کی توانائی تھی۔ اس کے بعد تو اس قرارگاہ سے ایسے گھر کی طرف آیا ہے، جسے تو نے ہرگز مشاہدہ نہیں کیا تھا اور اُس کے منافع کے راستے کو پہچانتا نہیں تھا۔ اب تو یہ بتا کہ تجھے تیری ماں کے پستان سے دودھ پینے کی ہدایت کس نے کی تھی؟ اور تجھے اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے طریقے کس نے بتائے تھے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۱)

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًاۙ ۝۲۵ اَحۡيَآءً وَّاَمۡوَاتًاۙ ۝۲۶

''کیا ہم نے زمین کو ٹھکانا نہیں بنایا، زندوں کے لیے اور مُردوں کے لیے''۔

تفسیر قمی میں علی بن ابراہیم نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے: ''کفات'' کا معنی ہے مساکن یعنی زمین زندوں اور مُردوں کے لیے مستقر ہے اور ٹھکانا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت امیرالمومنینؑ میدانِ صفین سے واپس آرہے تھے اور کوفہ کے قریب پہنچے۔ آپؑ کی نظر کوفہ کے دروازے سے باہر قبرستان پر پڑی تو فرمایا:

هذه كفات الاموات اى مساكنهم ''یہ مُردوں کے کفات یعنی ان کے مسکن اور گھر ہیں''۔

پھر آپؑ نے کوفہ کے گھروں پر نگاہ فرمائی اور فرمایا:

هذه كفات الاحياء ''یہ زندوں کے گھر ہیں''۔

بعد میں آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

''اب تم لوگ جاؤ اُس شے کی طرف جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ اُس دھوئیں کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں''۔

اہلِ دوزخ سے کہا جائے گا، اب تم اللہ کے عذاب کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ایک شاخ ان کے سر کے اُوپر، ایک شاخ دائیں طرف اور ایک شاخ بائیں طرف انھیں گھیر لے گی، اس طرح گہرا اور گاڑھا دھواں اُنھیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

اگلی آیت میں فرمایا: لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ ''دھوئیں کا ایسا سایہ ہوگا، جو انھیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا''۔ لیکن اُس دھوئیں کے سائے میں اُنھیں آرام نہیں ملے گا (لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾)

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ

كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

''نہ وہ سایہ دار ہے اور نہ ہی آگ کے شعلوں سے روکتا ہے۔ وہ اپنی چنگاریوں کو اس طرح سے اُڑائے گا جیسا کہ کوئی محل ہو۔ گویا کہ وہ زرد اُونٹوں کی مانند ہیں۔ اُس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ یہ وہ روز ہے، جس میں وہ بات نہیں کرسکیں گے اور اُنھیں معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اُس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ یہ فیصلے کا دن ہے۔ ہم نے تمھیں اور گذشتہ لوگوں کو جمع کردیا ہے۔ اگر میرے مقابلہ میں کوئی حیلہ کرسکتے ہو تو اُسے کرگزرو۔ اُس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ صاحبانِ تقویٰ یقیناً سایوں اور چشموں میں ہوں گے اور پھلوں میں جنھیں وہ پسند کریں گے۔ خوشی سے کھاؤ پیو، یہ ان اعمال کی جزا ہے جنھیں تم انجام دیتے تھے۔

ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ کھاؤ اور تھوڑی مدت کے لیے مزے کرو کیونکہ تم مجرم ہو۔ اُس دن جھٹلانے

والوں کے لیے ہلاکت ہے اور جب اُن سے رکوع کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ رکوع نہیں کرتے۔ اُس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ پس اس (قرآن) کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے"۔

تفسیر آیات

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ "اور انھیں معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں ملے گی"۔

روضۂ کافی میں ہے کہ قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ ایک حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا اس سے برتر و عادل تر و بزرگ تر ہے کہ اُس کا بندہ کوئی مناسب اور مدلل عذر رکھتا ہو لیکن وہ اُس کو عذر خواہی کی اجازت نہ دے لیکن بات اصل یہ ہے کہ اُس ذات کے سامنے بندے کے پاس کوئی مناسب اور قابل قبول عذر ہوتا ہی نہیں ہے، جسے وہ پیش کر سکے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ "صاحبانِ تقویٰ یقیناً سایوں اور چشموں میں ہوں گے"۔

تفسیر قمی میں آیا ہے کہ متقی لوگ اُس دن اُن سایوں میں ہوں گے، جو نور کے سایے ہوں گے اور آفتاب سے زیادہ روشن ہوں گے۔

جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ متقین کون لوگ ہیں تو آپؑ نے فرمایا: واللہ! ہم اور ہمارے پیروکار ہی متقین ہیں۔ ملت ابراہیمی پر ہم ہیں، ہمارے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ "اور جب اُن سے رکوع کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ رکوع نہیں کرتے"۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں فرمایا تھا: تم نماز پڑھا کرو۔ انھوں نے کہا: ہم ہرگز کسی کے سامنے خم نہیں ہوں گے اور جھکنا ہمارے لیے عیب ہے۔ اُن کے جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود "وہ دین جس میں رکوع اور سجود نہ ہو، اس میں کوئی اچھائی نہیں ہے"۔

سُورَةُ النَّبَاِ

سورۃ النبأ مکّیۃ آیاتھا ۴۰ و رکوعاتھا ۲

''سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چالیس آیات اور دو رکوع ہیں''۔

سورۂ نباء کے مضامین

اس سورۂ مبارکہ کے مضامین کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس سورہ کے اوّل میں ایک سوال کے بارے میں گفتگو ہے کہ ایک عظیم واقعہ ہونے والا ہے۔ وہ واقعہ کیا ہے اور کب ہوگا؟

بعدازیں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے مظاہر کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ آسمان و زمین اور انسانی حیات کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم کو بیان کیا ہے۔ اس گفتگو کے بعد قیامت کے آغاز کی کچھ نشانیوں کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔

آخر میں سرکش لوگوں پر ہونے والے عذاب کی بات کی گئی ہے اور نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو جنت میں اللہ نے اہلِ ایمان کے لیے بطور جزا قرار دی ہیں۔ سورہ کے خاتمے پر یہ بتایا گیا ہے کہ مجرمین کے لیے عذاب بہت قریب ہے اور جب ایک مجرم عذاب کو دیکھے گا تو حسرت کرے گا کہ اے کاش! وہ ایمان لے آتا، آج دردناک عذاب نہ دیکھتا۔

سورۂ نباء کی تلاوت کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

من قرء عم یتساء لون لم تخرج سنته اذا کان ید منها فی کل یوم حتّٰی یزورا بیت اللہ الحرام ''جس شخص نے روزانہ سورہ عم یتساءلون کی تلاوت کی اس پر سال مکمل نہیں ہوگا کہ وہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوگا''۔

تفسیر مجمع البیان میں آیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من قرء عم یتساء لون سقا اللہ برد الشراب یوم القیامۃ ''جو شخص سورہ عم یتساءلون کی تلاوت کرے گا اللہ قیامت کے دن اُسے جنت کے ٹھنڈے اور خوشگوار مشروب سے سیراب فرمائے گا''۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۚ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ

مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ

نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ

اَزْوَاجًا ⑧ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ⑬ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً

ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ⑮

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"وہ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ کیا اس اہم خبر اور باعظمت خبر کے بارے میں، جس کے بارے میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، ہرگز نہیں عنقریب انھیں معلوم ہوجائے گا۔ پھر ہرگز نہیں انھیں عنقریب معلوم ہوجائے گا۔ کیا ہم نے زمین کو سکون وراحت کی جگہ نہیں بنایا اور پہاڑوں کو (زمین کے لیے) میخیں نہیں بنایا، اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا خلق کیا۔

سراج سے مراد سورج ہے، اور "وھاج"، "وھج" کے مادہ سے ہے۔ اس نور و حرارت کے معنیٰ میں سے ہے، جو آگ سے برآمد ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان ہے کہ اُس نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔

انتری دایت نے اپنی کتاب "دنیائے سیارگان" میں اس نور و حرارت کا حساب لگایا ہے، جو نور و حرارت سورج، اہلِ زمین کو دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر فرض کریں اس نور و حرارت کے لیے جو ہم سورج سے مفت لیتے ہیں، بجلی کی عام قیمت کے مطابق رقم خرچ کریں تو روئے زمین کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ ہر گھنٹے کے لیے ایک ارب اور سات ملین ڈالر کا بل ادا کریں۔

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾

"اور ہم نے بارش برسانے والے بادلوں سے موسلادھار پانی برسایا"۔

"معصرات" مُعصر کی جمع ہے۔ یہ "عصر" کے مادہ سے ہے۔ اس کے معنیٰ دبانے اور نچوڑنے کے ہیں۔ بارش برسانے والے بادلوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نچوڑتے ہیں تا کہ اُن کے اندر سے پانی باہر نکلے۔

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

"اور درختوں سے پُر باغات اُگائیں۔ یقیناً فیصلے کا دن معین ہے۔ اُس دن صور پھونکا جائے گا اور تم لوگ فوج در فوج نکل آؤ گے اور آسمان کھول دیا جائے گا اور اُس میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۳ؕ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۴ۙ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۶ۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۷ۙ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۸ۙ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۹ۙ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۱۰ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۱۱ص وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۱۲ۙ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۱۳ۙ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۱۴ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۱۵ۙ

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''وہ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ کیا اِس اہم خبر اور باعظمت خبر کے بارے میں، جس کے بارے میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، ہرگز نہیں عنقریب اُنھیں معلوم ہوجائے گا۔ پھر ہرگز نہیں انھیں عنقریب معلوم ہوجائے گا۔ کیا ہم نے زمین کو سکون و راحت کی جگہ نہیں بنایا اور پہاڑوں کو (زمین کے لیے) میخیں نہیں بنایا، اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا خلق کیا۔

اور ہم نے تمھاری نیند کو تمھارے سکون کا باعث قرار دیا، اور ہم نے رات کو (تمھارے لیے) لباس قرار دیا، اور ہم نے دن کو معاش کا ذریعہ بنایا، اور ہم نے تمھارے اُوپر سات مستحکم آسمان بنائے، اور ہم نے ایک روشن اور حرارت بخش چراغ بنایا۔ اور ہم نے بارش برسانے والے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا تاکہ ہم اُس کے ذریعہ غلّہ اور نباتات اُگائیں"۔

کس چیز نے آپؐ کو جلد بوڑھا کر دیا؟

کتاب الخصال میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسولؐ اللہ! کس چیز نے آپ کو بہت جلد بوڑھا کر دیا؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات اور سورۂ عم یتساءلون نے جلد بوڑھا کر دیا ہے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝١ "وہ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں"۔

عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝٢ "کیا اس اہم اور باعظمت خبر کے بارے میں"۔

مسئلہ ولایت اور نباء عظیم

مفسرین نے نباء عظیم کی کئی تفسیریں کی ہیں۔ اس سے مراد انھوں نے قیامت، قرآن اور تمام اصولِ عقائد دینی جن میں مبدا و معاد شامل ہیں۔ اس سورہ کی مجموعہ آیات میں جو قرائن موجود ہیں، وہ یہ بتاتے ہیں کہ نباء عظیم کی تفسیر معاد سے کرنا سب سے احسن ہے۔ لیکن اہلِ بیتؑ اور بعض اہلِ سنت کے طرق سے روایات منقول ہیں کہ نباء عظیم کی تفسیر امیرالمومنین امام علی علیہ السلام کی ولایت و امامت سے ہوتی ہے۔

جب ابوحمزہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں یہ سوال کیا تھا کہ نباء عظیم سے کیا مراد ہے تو آپؑ نے فرمایا: یہ آیت جناب امیرالمومنین امام علی علیہ السلام کے بارے میں اُتری اور نباء عظیم آپؑ ہیں۔ کیونکہ آپؑ نے میدانِ صفین میں اس آدمی سے فرمایا تھا، جو سورۂ نباء کی تلاوت کر رہا تھا اور بدن پر ہتھیار لگائے ہوئے تھا اور قرآنِ مجید کو گلے میں حمائل کیے ہوئے تھا کہ تو نباء عظیم کو جانتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا تھا: میں نہیں جانتا! آپؑ نے فرمایا:

انا واللہ النباء العظیم الذی فیہ اختلفتم وعلی ولایتہ تنازعتم وعن ولایتنی

رجعتم بعد ما قبلتم...... ویوم القیامۃ تعلمون ما علمتم

"میں ہوں وہ نباء عظیم، جس کے بارے میں تم اختلاف رکھتے ہو اور اس کی ولایت کے بارے میں تم جھگڑا کرتے ہو حالانکہ تم نے میری ولایت کو قبول کیا تھا اور بعد میں پھر گئے اور روز قیامت تم دوبارہ اسے جان لو گے کہ نباء عظیم کیا ہے"۔

اے علیؑ! آپ اللہ کی حجت ہیں

عیون الاخبار میں آیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

یاعلی! انت حجت اللّٰہ وانت باب اللّٰہ وانت الطریق الی اللّٰہ وانت النباء العظیم وانت الصراط المستقیم وانت المثل الاعلیٰ

"اے علیؑ! آپ اللہ کی حجت ہیں، آپؑ باب اللہ ہیں، آپؑ ہی صراط مستقیم ہیں، آپؑ ہی عظیم خبر ہیں۔ آپؑ ہی سیدھا راستہ ہیں، آپؑ ہی عظیم مثال ہیں"۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ﴿۷﴾

"کیا ہم نے زمین کو سکون و راحت کی جگہ نہیں بنایا، اور پہاڑوں کو (زمین کے لیے) میخیں نہیں بنایا"۔

راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ "مہاد" کا معنیٰ ہے: صاف ستھری جگہ اور اسے "مہد" سے لیا گیا ہے۔ "مہد" کا معنیٰ ہے، ایسی جگہ جو بچے کے سکون کے لیے تیار کی گئی ہو، اور پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں قرار دیا۔ اگر زمین کی سطح صاف ہوتی تو پھر طوفانوں سے محفوظ نہ رہ سکتی۔

راتِ ایک لباس

وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ۙ﴿۱۰﴾ "اور ہم نے رات کو (تمہارے) لیے لباس قرار دیا"۔

کیونکہ جب رات آتی ہے تو اس کی تاریکی پوری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، اس لیے وہ تمام زندہ موجودات کے لیے لباس کا کام دیتی ہے۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۙ﴿۱۳﴾ "اور ہم نے ایک روشن اور حرارت بخش چراغ بنایا"۔

سراج سے مراد سورج ہے، اور "وھاج"، "وھج" کے مادہ سے ہے۔ اس نور و حرارت کے معنیٰ میں سے ہے، جو آگ سے برآمد ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان ہے کہ اُس نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔

انتری دایت نے اپنی کتاب "دنیائے سیارگان" میں اس نور و حرارت کا حساب لگایا ہے، جو نور و حرارت سورج، اہلِ زمین کو دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر فرض کریں اس نور و حرارت کے لیے جو ہم سورج سے مفت لیتے ہیں، بجلی کی عام قیمت کے مطابق رقم خرچ کریں تو روئے زمین کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ ہر گھنٹے کے لیے ایک ارب اور سات ملین ڈالر کا بل ادا کریں۔

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾

"اور ہم نے بارش برسانے والے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا"۔

"معصرات" مُعصر کی جمع ہے۔ یہ "عصر" کے مادہ سے ہے۔ اس کے معنیٰ دبانے اور نچوڑنے کے ہیں۔ بارش برسانے والے بادلوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نچوڑتے ہیں تاکہ اُن کے اندر سے پانی باہر نکلے۔

وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾

"اور درختوں سے پُر باغات اُگائیں۔ یقیناً فیصلے کا دن معین ہے۔ اُس دن صور پھونکا جائے گا اور تم لوگ فوج در فوج نکل آؤ گے اور آسمان کھول دیا جائے گا اور اُس میں

دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔

اور پہاڑوں کو چلا دیا جائے گا تو وہ سراب ہو جائیں گے۔ بے شک جہنم ایک گھات ہے، جو سرکشوں کا ٹھکانہ ہے۔ وہ اس میں طولانی مدت تک پڑے رہیں گے۔ وہاں وہ نہ کوئی ٹھنڈی چیز چکھیں گے اور نہ پسندیدہ مشروب، سوائے کھولتے ہوئے پانی، پیپ اور خون کے۔ یہ اُن کے جرائم کا مناسب عوض ہے۔ یہ لوگ کسی حساب کی اُمید ہی نہ رکھتے تھے۔ اور ہماری آیات کو شدومد کے ساتھ جھٹلاتے تھے۔ اور کتاب میں ہم نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے۔ پس اب چکھو کہ ہم تمھارے عذاب میں اضافہ ہی اضافہ کرتے جائیں گے"۔

روزِ موعود

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾

"اُس دن صُور پھونکا جائے گا اور تم لوگ فوج در فوج نکل آؤ گے"۔

تفسیر مجمع البیان میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رسول اللہ ﷺ کے قریب بیٹھے تھے اور رسول اللہ ﷺ ابوب انصاریؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ اُس نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا پر نگاہ فرمائی ہے، اس کی وضاحت فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: اے معاذ! تم نے ایک مشکل ترین سوال کیا ہے۔ پھر آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں بہنے لگے اور فرمایا: میری اُمت کے دس گروہ مختلف شکلوں میں محشور ہوں گے۔ اُن میں بعض بندوں کی صورت میں محشور ہوں گے اور بعض سُور کی شکل میں، بعض سر کے بل چل کر آ رہے ہوں گے۔

بعض اندھے محشور ہوں گے، بعض بہرے اور گونگے محشور ہوں گے۔ وہ اس وقت عقل و شعور سے دُور ہوں گے۔ کچھ اس صورت میں میدانِ محشر میں آئیں گے، جو اپنی زبانوں کو چبا رہے ہوں گے اور اُن کے منہ سے بدبودار لعاب بہہ رہا ہوگا جس کی عفونت سے اہلِ محشر کو اذیت ہوگی۔ بعض اس صورت میں پیش ہوں گے کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں قطع شدہ ہوں گے۔ بعض جہنم میں پھانسیوں پر لٹکے ہوئے ہوں گے۔ کچھ ایسے ہوں گے، جن کے پیٹ سے بدبودار ریح خارج ہو رہی ہوگی۔ اور کچھ قطران کے جبّوں میں ملبوس آئیں گے، اُن کی جلد قطران کی گرمی وحدت سے جل رہی ہوگی۔

جو لوگ بندروں کی شکل میں آئیں گے، وہ چغل خور ہوں گے اور جو سور کی شکل رکھتے ہوں گے، وہ وہ ہوں گے، جنھوں نے اِس دنیا میں زِنا کو اپنا رکھا تھا۔ جو منہ کے بل چل رہے ہوں گے وہ وہ لوگ ہوں گے، جن کا دھندا سُود سے رہا ہوگا۔ اندھے محشور، وہ ہوں گے، جنھوں نے ظلم و جور سے کام لیا ہوگا۔ گونگے بہرے وہ وہ لوگ محشور ہوں گے، جنھوں نے اپنے اعمال پر غرور کیا ہوگا۔ زبان چبانے والے وہ علما اور قضاۃ ہوں گے، جنھوں نے اپنے اقوال کے برعکس کام کیا ہوگا۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور خود عمل نہ کرتے تھے۔ وہ جن کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے، وہ وہ لوگ ہوں گے، جنھوں نے اپنے ہمسائیوں کو ستایا ہوگا۔ جو جہنّم میں پھانسی پر لٹکے ہوں گے، وہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے حکمرانوں کے پاس لوگوں کی چغلیاں کھائی ہوں گی۔ جن کے پیٹ سے عفونت نکل رہی ہوگی، وہ ہوں گے جنھوں نے خدا کی حرام کردہ چیزوں سے لذت حاصل کی ہوگی اور جو لوگ قطران کے جبوں میں ملبوس ہوں گے، وہ وہ لوگ ہوں گے، جو اس دنیا میں فخر و غرور سے کام لیتے تھے۔

جہنّم گھات میں ہے

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ ”بے شک جہنّم ایک گھات ہے“۔

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ ”وہ اس میں طولانی مدت تک پڑے رہیں گے“۔

حمران بن اعین سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان درج ذیل آیات کے بارے میں سوال کیا:

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾

”وہ اس میں طولانی مدت تک پڑے رہیں گے وہ وہاں نہ کوئی ٹھنڈی چیز چکھیں گے اور نہ پسندیدہ مشروب، سوائے کھولتے ہوئے پانی، پیپ اور خون کے“۔

آپؑ نے فرمایا: یہ آیات ان دوزخیوں کے بارے میں نازل ہوئیں جنھوں نے ہمیشہ ہمیشہ جہنّم میں رہنا ہے۔

کتاب معانی الاخبار میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”احقابا“ یہ حقب کی جمع ہے۔ ایک حقب ستر خریف کا ہوتا ہے اور ایک خریف سات سو برس کا ہوتا ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے اور ایک دن دنیا کے ایک ہزار سالوں کے برابر ہوگا۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک حقب کی مقدار ستر ہزار سال ہے، یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾ إِنَّآ أَنذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۚ يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِي كُنتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾

''پرہیزگاروں کے لیے یقیناً کامیابی ہے۔ باغات اور ہر نوع کے انگور ہیں اور جوانی سے بھرپور ہم سن بیویاں ہیں اور لبریز جام ہیں۔ وہ وہاں بے ہودہ اور جھوٹی بات نہیں سنیں گے۔ یہ صلہ ہے تیرے رب کی طرف سے اور کافی عطیہ ہے۔

وہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو اِن کے درمیان ہے، اُن پر رحم کرنے والا، پروردگار ہے، اُس کے سامنے کسی کو بولنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ جس دن روح اور فرشتے ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے، اس کے سامنے کوئی بات نہ کر سکے گا، سوائے اُس کے جسے رحمٰن اذن دے اور جو درست بات کرے۔

وہ دن حق ہے پس جو چاہتا ہے، وہ اپنے پروردگار کے ہاں منزل بنا لے۔ اور ہم تمھیں قریب آنے والے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ یہ عذاب اُس دن نازل ہوگا، جب انسان ان تمام اعمال کو دیکھ لے گا، جو وہ اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکا ہے اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوتا''۔

متقین ہی کامیاب ہیں

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ ''پرہیزگاروں کے لیے یقیناً کامیابی ہے''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ قیامت کے روز صاحبانِ تقویٰ کامیاب ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں فرمایا ہے: (وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾) ''جوانی سے بھرپور ہم سن بیویاں ہیں''۔ اہلِ جنت کو جو حوریں پیش ہوں گی، وہ اُن کی ہم عمر ہوں گی۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

''جس دن روح اور فرشتے ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے اُس کے سامنے کوئی بات نہ کر سکے گا سوائے اس کے جسے رحمٰن اذن دے اور جو درست بات کرے''۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ جب محمد بن فضیل نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں اس مندرجہ بالا آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا تھا: بخدا قیامت کے دن ہمیں کلام کرنے کی اجازت ہوگی۔

راوی نے کہا: جب آپؑ اللہ سے ہم کلام ہوں گے تو آپؑ کیا بات کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: سب سے پہلے ہم اپنے رب کی کبریائی بیان کریں گے۔ پھر اپنے نبی پر درود بھیجیں گے، پھر اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری شفاعت کو رد نہیں فرمائے گا۔

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ''کافر کہے گا: اے کاش میں مٹی ہوتا''۔

علی بن ابراہیم نے تفسیر قمی میں اس زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ کافر قیامت کے دن کہے گا: اے کاش! میں امام علی علیہ السلام کا پیروکار ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ابوتراب کی کنیت عطا کی تھی۔

کتاب علل الشرائع میں ہے کہ جب عبداللہ بن عباس سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ابوتراب کی کنیت کیوں عطا کی تھی۔ اُس نے کہا کہ وہ اس لیے کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ کی طرف سے زمین کے مالک تھے اور اس کی حجت تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، کافر حضرت امام علی علیہ السلام کے پیروکار کے انعامات کو دیکھے گا۔ وہ اُس وقت حسرت کرے گا کہ اے کاش! وہ امام علی علیہ السلام کا شیعہ ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حکایت کی ہے۔ (وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾)

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

"یعنی قیامت کے دن تمام لوگ اپنے اعمال کی جزا یا سزا کا انتظار کر رہے ہوں گے پس کچھ لوگ ثواب و جزا کی اُمید میں ہوں گے اور کچھ اپنے عذاب کا انتظار کر رہے ہوں گے اُس وقت یہ لوگ موت کی خواہش کریں گے اور کہیں گے کاش کہ وہ خاک ہوتے"۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ قیامت کے دن زمین کو وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے گا اور تمام مخلوقات، چرند پرند، حیوانات اور انسان، سب کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ پس حیوانات میں قصاص کا حکم جاری ہوگا حتیٰ کہ بے سینگ بکری کو اگر سینگ والی بکری نے سینگ مارا ہوگا تو اس کا بھی قصاص لیا جائے گا۔

روایت میں ہے کہ اس قصاص کے بعد اُن سے کہا جائے گا کہ تمھیں انسان کا خادم بنا کر پیدا کیا گیا تھا اور تم زندگی بھر ان کی اطاعت کرتے رہے تھے۔ اب سابقہ حالت کی طرف پلٹ جاؤ۔ پھر وہ سب مٹی مٹی ہو جائیں گے۔ جب کافر لوگ دیکھیں گے تو وہ کہیں گے: کاش ہم دنیا میں خنزیر ہوتے۔ پس اس جیسا کھاتے پیتے اور مرجاتے اور اب قیامت کے دن ان حیوانات کی طرح مٹی ہو جاتے۔

تفسیر بُرہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بروز محشر کافر کہے گا: کاش میں ترابی ہوتا، یعنی امام علیؑ کا شیعہ ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ کچھ لوگوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ابوتراب کیوں کہا؟ انھوں نے جواب دیا اس لیے کہ حضرت علی علیہ السلام حجۃ اللہ ہیں۔ انھی کی بدولت کائنات قائم ہے۔ قیامت کے روز کافر کہے گا: کاش میں تراب ہوتا۔

اس امر کی وضاحت کے لیے یہ عرض ہے کہ قیامت کے دن انسانی اعمال مناسب صورتوں میں مجسم ہو کر اُن کے سامنے ظاہر ہوں گے۔ انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا اور ان کے مشاہدے سے ایک وحشت و ندامت محسوس کرے گا، اور حسرت کے سمندر میں ڈوب جائے گا لیکن جب وہ اپنی نیکیوں کو دیکھے گا تو اس کی خوشی و مسرت کی انتہا نہ رہے گی۔

سورۂ کہف کی آیت ۴۹ میں ہے: (وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ) جو کچھ وہ انجام دیتے تھے وہ اُسے حاضر پائیں گے"۔ سورۂ زلزال کی آخری آیات میں آیا ہے: (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝) جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اُسے ضرور دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اُسے ضرور دیکھے گا۔ اس لیے قرآن مجید ہمیں اس دن کے آنے سے قبل خبردار کر رہا ہے کہ ہر شخص اس بات پر نگاہ رکھے کہ اُس نے اپنے آگے کیا بھیج رکھا ہے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (حشر:۱۸)

سُورَةُ النّٰزِعٰتِ

سورۃ النازعات مکیۃ آیاتھا ۴۶ ورکوعاتھا ۲

”سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھیالیس آیات اور دو رکوع ہیں“۔

سورۂ نازعات کے مضامین

اس سورہ کے مضامین کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① اس سورہ کا آغاز قسموں کے ساتھ کیا گیا ہے جو مسئلہ معاد کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس دن کے وحشت ناک بعض مناظر کی طرف اشارہ ہے۔

② اس حصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کی طرف مختصر اشارہ ہے۔

③ اس حصے میں یہ بتایا گیا ہے کہ آسمان اور زمین اللہ کی قدرت کے مظہر ہیں۔

④ دوبارہ اس حصے میں معاد کی بحث ہے اور ظالموں اور سرکشوں کے انجام اور صالح لوگوں کے اجر کی وضاحت ہے۔

⑤ سورہ کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ کسی کو معلوم نہیں ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا لیکن وہ دن دُور نہیں ہے، وہ قریب ہے۔

سورۂ نازعات کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: من قراء والنازعات لم یمت الا ریاناً ولم یبعث اللہ الا ریاناً "جو شخص سورۂ نازعات کو پڑھے گا تو جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوگا تو سیراب ہو کر جائے گا، اور جب اُسے اللہ محشور کرے گا تو سیراب کر کے ہی محشور کرے گا اور جب جنت میں داخل کرے گا تو سیراب کر کے داخل کرے گا"۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ومن قرء سورۃ نازعات لم یکن حسبه وحسابه یوم القیامۃ الا کقدر صلوۃ مکتوبۃ حتی یدخل الجنۃ "جس شخص نے سورۂ نازعات کی تلاوت کی تو قیامت کے دن اس کا حساب و کتاب کے لیے میدانِ محشر میں توقف روزانہ کی ایک نماز پڑھنے کی مقدار کے برابر ہوگا۔ اس کے بعد وہ فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا"۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''قسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو گھس کر شدت کے ساتھ کھینچ لیتے ہیں اور نرمی و نشاط کے ساتھ نکال لیتے ہیں۔ اجرا حکم کے لیے تیزی سے چلتے ہیں۔ پھر (تعمیل حکم کے لیے) ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں۔ پھر اُمور کی تدبیر کرنے والے ہیں۔ جس دن ہولناک زلزلے لرزا کر رکھ دیں گے۔

اُس کے پیچھے دوسرا (لرزا) دینے والا آئے گا۔ بہت سے قلوب اُس دن مضطرب ہوں گے۔ اُن کی آنکھیں شدتِ خوف سے جھکی ہوئی ہوں گی۔ کہتے ہوں گے: کیا ہم ابتدا کی

طرف واپس پلٹ جائیں گے؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے (پھر بھی) وہ کہتے ہیں: پھر تو یہ واپسی خسارے والی ہوگی۔ پس یہ واپسی صرف ایک عظیم صیحہ سے واقعہ ہوگی۔ پھر وہ اچانک میدانِ (حشر) میں ظاہر ہوں گے۔

تفسیر آیات

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ "قسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو گھس کر شدت کے ساتھ کھینچ لیتے ہیں"۔

"نازعات" نزع کے مادہ سے ہے۔ اس کے معنٰی ہیں: کسی چیز کو اس کی جگہ سے اکھیڑنا یا کھینچنا۔ ملائکہ کافروں کی ارواح کو اُن کے ابدان سے پوری شدت کے ساتھ کھینچ لیتے ہیں۔ جس طرح ایک کمان سے تیر پھینکنے والا کمان کو پوری شدت کے ساتھ اپنی طرف کھینچتا ہے تو اُس کا بدن بھی کمان کی طرح اکٹھا ہونے لگتا ہے۔

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ "اور نرمی ونشاط کے ساتھ نکال لیتے ہیں"۔

"ناشطات" نشط کے مادہ سے ہے۔ گرہ کھولنے کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے جو آسانی کے ساتھ کھل جاتی ہے۔ اُن فرشتوں کے بارے میں کہا گیا ہے جو کفار کی اَرواح کو ان کی جلد اور ناخنوں کے درمیان سے نکال لیتے ہیں۔ اُن کے پیٹ اور منہ سے پورے کرب کے ساتھ نکال لیتے ہیں۔

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ "جو اجراء حکم کے لیے تیزی کے ساتھ چلتے ہیں"۔

اِس میں چند اقوال میں "سابحات" سبح کے مادہ سے ہے۔ پانی یا ہوا میں سریع و تیز حرکت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تسبیح اسی سے ہے جو اللہ کی پاکیزگی بیان کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ جو شخص تسبیح کرتا ہے وہ اپنے رب کی عبادت کی راہ میں تیزی سے آگے کی طرف بڑھتا ہے۔ یہ بھی ہے کہ جب ملائکہ مومنین کی اَرواح قبض کرتے ہیں تو نرمی کے ساتھ اُن کی روح قبض کرتے ہیں۔ پھر وہ اُنھیں دعوت دیتے ہیں تاکہ وہ راحت حاصل کرے۔

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ "پھر (تعمیل حکم کے لیے) ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں"۔

علی بن ابراہیم نے تفسیر قمی میں نقل کیا ہے: مومنین کی اَرواح جنت کی طرف جانے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتے ہیں اور کافروں کی اَرواح جہنم کی طرف جانے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے والے ہیں۔

مومنین اپنے انوار میں

عیون الاخبار میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس قدس میں اُن کے خواص جمع تھے۔ رات کا وقت تھا، چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ ہر طرف اُس کے جلوے ہی جلوے تھے۔ اس نورانی اور خوب صورت منظر کو دیکھ کر آپؑ کے خواص نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آسمان کے مناظر کتنے ہی پُر کیف ہیں، ہر طرف حُسن بکھرا ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! یہ منظر یہ نظارے واقعی حسین ہیں، جن سے تم متاثر ہو رہے ہو لیکن جو کچھ تم آسمان والوں کے بارے میں دیکھ رہے ہو وہی کچھ آسمان والے زمین والوں کی طرف سے دیکھ رہے ہیں، جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہی کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ وہ چار مدیرِ آسمانی فرشتے جنابِ جبرئیلؑ، جنابِ میکائیلؑ، جنابِ اسرافیلؑ اور جنابِ عزرائیلؑ ان کی نگاہیں زمین پر تم پر لگی ہوئی ہیں اور تمہارے برادرانِ ایمانی پر لگی ہوئی ہیں۔ تمہارا نور اس چودھویں کے چاند سے زیادہ ہے۔ یہ ملائکہ تمہارے نور کے دیدار میں گم ہو چکے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ زمین کی طرف دیکھو۔ کتنے نورانی حسین و جمیل ملکوتی مناظر ہیں کہ جن سے زمین کی کائنات روشن ہے۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ "پھر اُمور کی تدبیر کرنے والے ہیں"۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ کے فرشتے انسانوں کے اُمور کی تدبیر کرتے ہیں۔ وہ پورے سال کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خداوند کریم اپنی مخلوق کی قسمیں اُٹھا سکتا ہے، لیکن مخلوق، مخلوق کی قسمیں نہیں کھا سکتی، جب بھی قسم کھائے تو اُسی کی ذات کی قسم کھائے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ "جس دن ہولناک زلزلے لرزا کر رکھ دیں گے"۔

"راجفۃ" رجف کے مادہ سے ہے، جو شدید لرزے کا معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ قیامت کے دن زمین کو زلزلے آئیں گے۔

قرآنِ مجید کو سن کر قریش کہتے تھے کہ کیا ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ "کہتے ہوں گے کیا ہم ابتداء کی طرف واپس پلٹ جائیں گے، کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے"۔ قریش نے جب ازراہِ استہزاء کہا تو اللہ تعالیٰ نے اِن آیات کو اُتارا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾

"کیا آپ تک موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ جب اُس کے رب نے مقدس سرزمین طویٰ میں اُس کو ندا دی۔ فرعون کی طرف جایئے وہ سرکش ہوگیا ہے۔ پھر اُسے کہیے کیا تو پاکیزگی چاہتا ہے۔ اور میں تیرے پروردگار کی طرف سے تیری رہنمائی کردوں تاکہ تو اُس سے ڈرے۔
پس موسیٰؑ نے اُسے عظیم الشان معجزہ دکھایا مگر اُس نے تکذیب کی اور نافرمانی کی۔ پھر پشت پھیری اور (دین موسیٰؑ کے مٹانے کی) منصوبہ بندی کی۔ پس جمع کیا اور انھیں پکارا۔ پھر کہنے لگا: میں ہی تمھارا بڑا رب ہوں۔
پس اللہ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کرلیا۔ اس میں عبرت اُن لوگوں کے لیے ہے، جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ کیا تمھاری تخلیق مشکل ہے یا آسمان کی خلقت؟ اللہ نے

اس کی چھت کو بلند کیا۔ پھر اُسے معتدل بنایا اور اس کی رات کو تاریک اور اس کے دن کو منور کیا۔ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔ اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارہ نکالا"۔

تفسیر آیات

فَحَشَرَ فَنَادٰی ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾

"پس جمع کیا اور اُنھیں پکارا، پھر کہنے لگا: میں تمھارا بڑا رب ہوں۔ پس اللہ نے اُسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں گرفتار کرلیا"۔

فرعون نے دعویٰ کیا تھا میں تمھارا ربِ اعلیٰ ہوں

فرعون نے ایک مرتبہ کہا تھا: (مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ) "میں اپنے علاوہ کسی اور کو تمھارا معبود نہیں جانتا"۔ (سورۂ قصص:۳۸) لیکن زیر بحث آیت میں ایک قدم آگے بڑھا کر اپنی ربوبیت کا دعویٰ کرتے ہوئے کہتا ہے، میں تمھارا ربِ اعلیٰ ہوں۔ کتابِ خصال میں ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں جملوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اتمامِ حجت کے لیے اس مدت میں اس پر عذاب نازل نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ سے فرمایا تھا کہ میں نے تمھاری دُعا کو قبول کرلیا ہے۔ اس قبولیت کے باوجود چالیس سال بعد فرعون پر عذاب آیا۔

ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنابِ جبرئیلؑ نے مجھے کہا کہ جب فرعون نے کہا تھا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی، تو میں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا تھا: اے پروردگار! تو فرعون پر عذاب بھیج کیونکہ اس نے ایک بہت بڑا دعویٰ کردیا ہے تو ندائے پروردگار آئی کہ اے جبرئیلؑ! تم جیسا ایسا کہہ سکتا ہے، جسے خوف ہو کہ وہ ہاتھ سے چلا جائے گا۔ میں قدرت کاملہ رکھتا ہوں، فرعون کدھر جائے گا۔

جناب ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود میں ہے، جس کے راوی ابن عباس ہیں کہ جنابِ جبرئیل رسولؐ اللہ کے حضور آئے اور کہا: اے محمدؐ! آپؐ مجھے اُس وقت دیکھتے، جب فرعون دریا میں ڈوب رہا تھا اور اس کی زبان پر کلمۂ اخلاص جاری تھا:

امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنواسرائیل وانا من المسلمین

"میں ایمان لایا اُس پر جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنواسرائیل ایمان لائے اور میں اُس ذات کو تسلیم کرچکا ہوں"۔

میں نے اُسے پانی، کیچڑ میں ڈبکیاں دیں اور دھنسا دیا۔ اس وقت میں اس پر سخت غضب ناک تھا اور مجھے یہ بھی خوف تھا کہ اب یہ توبہ کر رہا ہے، اللہ اس کی توبہ قبول نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے جبرئیلؑ! تو اُس پر کس لیے اس قدر غضب ناک تھا؟

جنابِ جبرئیلؑ نے جواب دیا: میں اس کے اس دعوے پر غضب ناک ہوا تھا۔ جب اُس نے کہا تھا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى، حالانکہ اس سے قبل اُس نے ایک اور دعویٰ کیا تھا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ، اس پہلے کلمہ اور آخری کلمہ کا درمیانی فاصلہ چالیس سال پر مشتمل ہے۔ فرعون نے جب دریا کو خشک دیکھا تھا تو اپنی قوم سے کہنے لگا تھا: دیکھئے دریا بھی میری وجہ سے خشک ہوگیا ہے، جب اُس کی قوم نے دریا کو دیکھا تو واقعی اس میں راستے بن چکے تھے اور وہ خشک ہو چکا تھا۔ انھوں نے فرعون کی تصدیق کی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (واضل فرعون قومه وماهدیٰ)

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾

''اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔ اُس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارہ نکالا''۔

ہر چیز کی بنیاد پانی ہے

روضہ کافی میں حدیث ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شامی سے فرمایا: خالق تھا اور مخلوق نہ تھی، اُس سے قبل کوئی چیز نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک شے بنائی اور اُس سے کائنات کی ہر شے بنائی اور وہ شے پانی ہے۔ ہر چیز پانی سے بنی ہے اور ہر چیز کی نسبت پانی کی طرف ہے۔ پانی کی نسبت کسی شے کی طرف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو پانی سے پیدا فرمایا۔ پھر ہوا کو پانی پر زور سے چلایا اور وہ اس پر تھپیڑے مارنے لگی اور وہ پانی پر اس قدر تیز و تند ہو کر چلی کہ اس میں جھاگ پیدا ہوگئی۔ پھر اسی جھاگ سے اللہ نے زمین کو خلق فرمایا، جو بالکل صاف و شفاف تھی، نہ جس میں پہاڑ تھے، نہ ٹیلے، نہ کھڈے تھے، نہ کھائیاں، نہ درخت تھے، نہ نباتات۔ پھر اُس نے اس کو اُٹھایا اور پانی کے اُوپر رکھ دیا۔ پھر اللہ نے اسی پانی سے آگ کو پیدا کیا۔ پانی کی وجہ سے آگ پھٹ گئی، اُس سے دھواں پیدا ہوا۔ پھر اِس دھوئیں سے اللہ نے صاف و شفاف آسمان بنایا جس میں نہ کوئی سوراخ تھا اور نہ کوئی اُونچ نیچ تھی۔ اس لیے اللہ نے اپنے قرآن میں فرمایا:

السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾

''اللہ نے اُس کی چھت کو بلند کیا پھر اس نے معتدل بنایا اور اُس کی رات کو تاریک اور اُس کے دن کو منور کیا''۔

آپؑ نے فرمایا: جب آسمان بنا تو اس وقت نہ تو سورج تھا اور نہ چاند تھا، نہ ستارے تھے اور نہ اُن کا تیرنا تھا۔ پھر اُسے لپیٹا اور زمین کے اُوپر کھڑا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان کو بلند کیا۔ پھر اس کے نیچے زمین کو بچھایا اس لیے اللہ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ''اس کے بعد اللہ نے زمین کو بچھایا''۔

اس موضوع پر نہج البلاغہ میں بھی ایک طولانی خطبہ ہے کہ جس میں فرمایا کہ اللہ نے ساتوں آسمانوں کو کس صورت میں پیدا کیا۔ آپؑ نے فرمایا:

جعل سفلاهن موجاً مكفوفاً وعلياهن سقفاً محفوظا وسمكا مرفوعا

''اور اُس سے ساتوں آسمان پیدا کیے، نیچے والے آسمان کو رُکی ہوئی موج کی طرح بنایا اور اُوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا...... الخ''۔

بیتِ عتیق

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیت عتیق خانہ کعبہ کو زمین کی تخلیق سے قبل بنایا۔ بعدازایں زمین کو خلق فرمایا اور زمین کو اس کے نیچے بچھا دیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو بنایا تو اُسے کعبہ کے نیچے منیٰ تک بچھا دیا۔ پھر اُسے منیٰ سے عرفات تک بچھایا۔ پھر اُسے عرفات سے منیٰ تک بچھایا پس زمین عرفات سے ہے اور عرفات منیٰ سے ہے اور منیٰ کعبہ سے ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ زمین کو بنائے تو اُس نے ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ پانی پر تیز و تند چلیں اور اُسے تھپیڑے ماریں۔ جب ہواؤں نے پانی پر تھپیڑے مارے تو وہ ایک موج کی شکل میں بن گیا۔ پھر اس سے جھاگ پیدا ہوئی اور اُسے خانہ کعبہ کے مقام پر جمع فرمایا۔ پھر اسی جھاگ سے پہاڑ بنایا، پھر اُسے کعبہ کے نیچے رکھ دیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا)

ابوحمزہ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کا نام عتیق کیوں رکھا ہے؟ آپؑ نے

فرمایا: سب سے پہلے کوئی گھر نہ تھا۔ اللہ نے سب سے پہلے اسے خلق فرمایا کہ وہ اس کا رب ہو اور اس کے ساتھ رہنے والے ہوں، اس لیے کعبہ کا رب صرف اللہ ہے۔ اُس کے علاوہ اس کا کوئی اور رب نہیں ہے۔ اس لیے وہ گھر محترم ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اُسے پیدا کیا پھر زمین کو پیدا کیا اور اُسے اس کے نیچے بچھا دیا۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ درج کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے مکہ آیا اور اُس کے ساتھ الابرش کلبی بھی تھا۔ مسجد الحرام میں ان دونوں کی ملاقات امامؑ سے ہوئی۔ ہشام نے ابرش سے کہا: انھیں جانتے ہو؟ اُس نے کہا: نہیں، میں نہیں جانتا۔ ہشام نے اُسے کہا: ان کے ماننے والے کہتے ہیں کہ یہ نبی ہیں کیونکہ اِن کے پاس علم بہت زیادہ ہے۔ ابرش نے کہا: میرے پاس کچھ ایسے سوالات ہیں، جن کا جواب نبی دے سکتا ہے یا نبی کا وصی دے سکتا ہے۔ ہشام نے کہا: ٹھیک ہے۔ اُن سے پوچھئے: ابرش امامؑ کی طرف بڑھا اور کہا: میرا ایک سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (سورۂ انبیاء: ۳۰)

"کیا کفار اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ یہ آسمان و زمین باہم ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انھیں جدا کر دیا"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابرش! جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کا عرش پانی پر تھا، پانی ہوا پر تھا اور ہوا کی کوئی حد نہیں ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی۔ پانی میٹھا اور شیریں تھا۔ جب اللہ جل شانہٗ نے ارادہ فرمایا کہ زمین کو پیدا کرتو ہوا کو حکم دیا کہ وہ پانی پر ہر طرف سے چلے اور اپنے تھپیڑے مارے تو پانی ایک موج کی طرح ہو گیا۔ پھر چاہا کہ اس میں جھاگ پیدا ہو تو اُس میں جھاگ پیدا ہو گئی تو اس جھاگ کو اپنے گھر کے مقام پر جمع کیا۔ پھر جھاگ کا پہاڑ بنا دیا۔ پھر زمین کو اس کے نیچے بچھا دیا۔ اس لیے اللہ نے اپنے قرآن میں فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا

بعد ازیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا، پھر سمندروں پر زور زور سے ہوائیں چلیں، ہواؤں نے پانی کے ذخیروں کو تھپیڑے دیئے اور بحر بیکراں کی موجوں کو اُچھالا۔ ہواؤں نے پانی کو یوں مَتھ دیا (جس طرح دہی کے مٹکیزے کو متھا جاتا ہے) پانی کو دھکیلتی ہوئی تیزی سے چلتی رہیں۔ اس طرح پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور پانی تہ بہ تہ جھاگ دینے لگا۔ پھر اس موج اور جھاگ سے دھواں نکلا جس میں آگ نہیں تھی، اسی سے آسمان کی تخلیق فرمائی جن کا رنگ سبز تھا، جس طرح کہ پانی کا رنگ تھا۔ پانی کی وجہ سے زمین کا رنگ خاکی ٹیالا ہو گیا۔

کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: آقا! یہ بتایئے اللہ تعالیٰ نے پہلے دن کو پیدا کیا یا رات کو؟ آپؑ نے فرمایا: پہلے دن کو پیدا فرمایا، پھر رات کو، سورج چاند اور زمین کو آسمان کی تخلیق سے پہلے خلق فرمایا۔

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾

''اُس نے زمین سے اس کا پانی اور چارہ باہر نکالا''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنابِ آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو اس وقت آسمان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور نہ زمین پر نباتات کی پیداوار تھی۔ جس وقت جنابِ آدم علیہ السلام نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا، اس پر بادل اور خوب برسے، زمین کو حکم دیا کہ وہ نباتات کو پیدا کرے۔

نہج البلاغہ میں جناب امیر علیہ السلام کا خطبہ ہے، آپ فرماتے ہیں:

وَجَبَلَ جَلَامِيْدَهَا وَنُشُوْزَ مُتُوْنِهَا وَاَطْوَادِهَا، فَاَرْسَاهَا فِيْ مَرَاسِيْهَا وَاَلْزَمَهَا قَرَارَتَهَا، فَمَضَتْ رُؤُوْسُهَا فِي الْهَوَآءِ، فَسَكَنَتْ اُصُوْلُهَا فِي الْمَآءِ، فَاَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُوْلِهَا، وَاَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِيْ مُتُوْنِ اَقْطَارِهَا وَمَوَاضِعِ اَنْصَابِهَا فَاَشْهَقَ قِلَالَهَا، وَاَطَالَ اَنْشَازَهَا، وَجَعَلَهَا لِلْاَرْضِ عِمَادًا، وَاَرَّزَهَا فِيْهَا اَوْتَادًا ، فَسَكَنَتْ عَلٰى حَرَكَتِهَا مِنْ اَنْ تَمِيْدَ بِاَهْلِهَا اَوْتَسِيْخَ بِحَمْلِهَا اَوْ تَزُوْلَ عَنْ مَوَاضِعِهَا (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۹)

''اور ٹھوس چکنے پتھروں، ٹیلوں اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اُن کو ان کی جگہوں پر نصب اور اُن کی قرارگاہوں میں قائم کیا۔ چنانچہ اُن کی چوٹیاں فضا کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہیں اور بنیادیں پانی میں گڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح اُس نے پہاڑوں کو پست اور ہموار زمین سے بلند کیا اور ان کی بنیادوں کو اُن کے پھیلاؤ اور ان کے ٹھہراؤ کی جگہوں میں زمین کے اندر اُتار دیا۔ ان کی چوٹیوں کو فلک بوس اور بلندیوں کو آسمان پیما بنا دیا اور اُنھیں زمین کے لیے ستون قرار دیا اور میخوں کی صورت میں گاڑا، چنانچہ وہ ہچکولے کھانے کے بعد تھم گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے رہنے والوں کو لے کر جھک پڑے یا اپنے بوجھ کی وجہ سے دھنس جائے یا اپنی جگہ چھوڑ دے''۔

جب بادلوں نے اپنا سینہ زمین پر ٹیک دیا ہو

نہج البلاغہ میں حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَلَمَّا اَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بَوَانِيْهَا وَابَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ مِنَ الْعِبْءِ الْمَحْمُوْلِ عَلَيْهَا، اَخْرَجَ بِهٖ مِنْ هَوَامِدِ الْاَرْضِ النَّبَاتَ، وَمِنْ زُعْرِ الْجِبَالِ الْاَعْشَابَ، فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِيْنَةِ رِيَاضِهَا، وَتَزْدَهِيْ بِمَآ اُلْبِسَتْهُ مِنْ رَيْطِ اَزَاهِيْرِهَا وَحِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهٖ مِنْ نَاضِرِ اَنْوَارِهَا، وَجَعَلَ ذٰلِكَ بَلَاغًا لِّلْاَنَامِ وَرِزْقًا لِّلْاَنْعَامِ

"جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیروں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدایا بوجھ اس پر پھینک دیا تو اللہ نے افتادہ زمینوں سے سرسبز کھیتیاں اُگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا سبزہ پھیلا دیا۔ زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگھار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اُسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اُسے پہنا دیے گئے تھے اِترانے لگی۔ اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپاؤں کا رزق قرار دیا ہے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۸۹، پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت)

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ "اور دیکھنے والوں کے لیے دوزخ ظاہر کی جائے گی"۔

کتاب کمال الدین والنعمۃ میں روایت ہے: امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دجال کس کس کو قتل کرے گا اور کہاں کہاں قتل کرے گا۔ اُس کے بعد "طامۃ الکبریٰ" آئے گی۔ لوگوں نے آپؑ سے پوچھا: اے امیرالمومنینؑ! پھر کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: "صفا" کے نزدیک دابۃ الارض خروج کرے گا، وہ ہر مومن کے چہرے پر وہ انگوٹھی رکھے گا تو اس کے چہرے پر چھپ جائے گا کہ "یہ مومن ہے" اور ہر کافر کے چہرے پر رکھے گا تو اس کے چہرے پر یہ تحریر چھپ جائے گی کہ یہ کافر ہے۔ اُس وقت مومن آواز بلند کرے گا: اے کافر! تیرے لیے واہی تباہی ہے اور کافر ندا دے گا: اے مومن تو خوش قسمت ہے۔ کاش کہ میں تمھاری طرح ہوتا اور آج عظیم کامیابی حاصل کر لیتا۔ پھر وہ دابہ اپنے سر کو بلند کرے گا اور اللہ کے اذن سے مشرق و مغرب کے درمیان دیکھے گا۔ یہ معاملہ سورج کے طلوع سے شروع ہوگا اور غروب پر بند ہو جائے گا۔ اس وقت توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ پھر توبہ قبول نہ ہوگی۔ اس وقت کوئی عمل اور ایمان فائدہ نہ دے گا۔ جس نے

پہلے ایمان کو قبول نہ کیا تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عہد دیا تھا کہ میں اپنی عترت کے علاوہ کسی اور کو نہ بتاؤں۔

وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

''اور اس میں پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ یہ سب کچھ تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے ہے۔ جس وقت وہ عظیم حادثہ نمودار ہوگا تو اُس دن انسان اپنی کوشش و کاوش کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے لیے جہنم آشکارا کیا جائے گا۔ جس شخص نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو مقدم رکھا۔ یقیناً دوزخ اُس کا ٹھکانہ ہے۔

اور جو شخص اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا خوف رکھتا ہے اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا ہے، جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب واقع ہوگی؟

اس کی حقیقت کے بیان کرنے سے آپ کو کیا کام؟ اس کی انتہا تیرے رب کی طرف ہے۔
آپ تو صرف ان لوگوں کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں۔ جب وہ اس قیامت
کے دن کو دیکھیں گے (تو اُنھیں ایسا لگے گا) کہ گویا وہ (دنیا میں) صرف ایک شام یا ایک
صبح ٹھہرے ہیں"۔

تفسیر آیات

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

"جو شخص اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا خوف رکھتا ہے اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا
ہے، جنت اس کا ٹھکانہ ہے"۔

تفسیر برہان میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ سمندری سفر پر تھا کہ سمندری طوفان کی وجہ سے اُن کی کشتی ڈوب گئی اور مرد بھی پانی میں ڈوب گیا لیکن اس کی بیوی ایک تختے پر سوار ہو کر ایک جزیرہ میں جا پہنچی۔ وہاں پہلے سے ایک ڈاکو و رہزن موجود تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ عورت اکیلی ہے تو وہ بدکاری پر آمادہ ہو گیا۔ بیچاری عورت نے ہر چند اپنا دفاع کیا لیکن وہ کامیاب ہو گیا۔ اس دوران عورت نے ایک آہ سرد کھینچی اور اُس کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ ڈاکو نے پوچھا: تیری یہ حالت کیوں ہو گئی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ آسمان کے رب سے ڈرتی ہے۔ اُس نے پوچھا: تو نے کوئی ایسی غلطی کی ہے کہ جس کی وجہ سے تو اس قدر خوف زدہ ہے؟ وہ کہنے لگی: اس ذات کی عزت کی قسم! اس سے پہلے اُس سے کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ یہ سن کر ڈاکو کے دل میں خوف پیدا ہو گیا اور اپنے فاسد ارادہ سے توبہ کر لی۔ پھر وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا تو اس اثناء میں اس کی ایک راہب سے ملاقات ہوئی، جو وہ اپنے زمانے کا ایک بہت بڑا عابد و زاہد تھا۔ پس اُس راہب نے کہا: ہم دونوں آپس میں سفر کی رفاقت رکھتے ہیں۔ موسم گرما ہے، سورج نصف النہار پر ہے۔ مل کر خدا سے دعا مانگیں کہ وہ ہم پر بادل کا سایہ کر دے۔ اس آدمی نے کہا: میں تو ایک گناہ گار انسان ہوں مجھے اپنے اللہ کے حضور جرأت نہیں ہوتی کہ اس کی بارگاہ میں کوئی سوال کروں۔ راہب نے کہا: میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہنا۔ عابد نے دعا مانگی اور اُس آدمی نے آمین کہا تو فوراً ان کی دُعا قبول ہوئی اور اللہ نے اُن پر سایہ کرنے کے لیے بادل بھیج دیا۔ اس طرح اُن کا سفر جاری رہا۔ آخر وہ چلتے چلتے دوراہے پر پہنچا تو ہر ایک نے اپنی اپنی راہ لی۔ بادل

برابر اس نوجوان کے سر پر سایہ ڈالنے کے لیے اس کے اُوپر چلتا رہا۔ یہ دیکھ کر راہب نے کہا: اے نوجوان! تو ایک نیک انسان ہے کیونکہ میری دعا تیری وجہ سے قبول ہوئی۔ یہ بادل تیرے لیے آیا ہے بتاؤ تیری کون سی نیکی ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے ہماری یہ دعا قبول ہوئی۔ تو اُس نے اپنا واقعہ سنایا۔ یہ سن کر راہب نے اُسے کہا: تیرے تمام گذشتہ گناہ معاف ہو چکے ہیں لہٰذا آیندہ خیال رکھنا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا تدع النفس وهواها فان هواها في رداها وترك النفس وما تهوى داءها وكف النفس عما تهوى دواء ها

"نفس کو ہوا و ہوس کے ساتھ نہ چھوڑ، اس لیے کہ ہوائے نفس نفس کی موت کا سبب ہے اور نفس کو اس کی خواہش کے مقابلہ میں آزاد چھوڑ دینا اس کی بیماری ہے اور اس کو ہوا و ہوس سے روکنا اس کی دوا ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

الجنة محفوفة بالمكاره والصبر فمن صبر على المكاره في الدنيا دخل الجنة وجهنم محفوفة باللذات والشهوات، فمن اعطى نفسها لذتها وشهوتها دخل النار

"جنت پریشانیوں، صبر و شکیبائی اور استقامت میں گھری ہوئی ہے جو شخص ان شدائد کے مقابلے میں دنیا میں صبر سے کام لیتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور جہنم سرکش خواہشات میں گھری ہوئی ہے جو شخص اپنے نفس کو ان لذتوں اور خواہشوں کے مقابلے میں آزاد چھوڑ دے وہ جہنم میں داخل ہوگا"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يقول الله وعزتي وجلالي وكبريائي ونوري وعلوي وارتفاع مكاني لا يؤثر عبد هواه على هواي الا شتّت عليه امره ولبست عليه دنياه وشغلت قلبه بها ولم اوته منها الا ما قدرت له وعزتي وجلالي وعظمتي ونوري وعلوي وارتفاع

مکانی یؤثر عبد هوٰی علی هواہ الا واستحفظته ملائکتی وکفلت السماوات والارض رزقه وکنت له وراء تجارة کل تاجر واتته الدنیا وهی راغمة

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت، جلال، کبریائی، نور، عظمت وجلالت کی قسم! جب کوئی میرا بندہ میری محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہے حالانکہ خواہشاتِ نفس اُسے اپنے شدید گھیرے میں لیے ہوتا ہے اور وہ دنیا سے اتنا لیتا ہے، جتنا میں نے اس کے لیے جائز کیا ہے۔ مجھے اپنی عزت، جلال، کبریائی، نور وعظمت اور جلالت کی قسم! میں اس بندے کی محبت کو اپنے اُوپر لازم قرار دیتا ہوں۔ میرے ملائکہ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ زمین وآسمان اس کے رزق کے کفیل بن جاتے ہیں اور میں ہی اس کے لیے ہر قسم کی تجارت کرتا ہوں، دنیا اس کے قدموں میں ہوتی ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اپنے نفس کی خواہشات سے اس طرح ڈرو، جس طرح تم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہو۔ دشمنوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچ سکتا، جتنا خواہشات سے نقصان کا خطرہ ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؀ "آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ کب واقع ہوگی؟"

خداوند تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"اے میرے رسولؐ! ان سے کہہ دیجیے قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے"۔

سُورَةُ عَبَسَ

سورۃ عبس مکیۃ آیاتہا ۴۲ و رکوعاتہا ۱

''سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بیالیس آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ عبس کے مضامین

بظاہر تو یہ سورہ مختصر نظر آتی ہے لیکن بہت سے مضامین پر مشتمل ہے۔ ان مضامین کی تفصیل یہ ہے:

۱. اللہ تعالیٰ نے اُس آدمی پر شدید عتاب نازل کیا، جس نے ایک نابینا کی آمد کو پسند نہ کیا حالانکہ وہ نابینا، حقیقت کا متلاشی تھا۔
۲. قرآنِ مجید کی عزت وعظمت کا بیان۔
۳. انسانی تخلیق کی کہانی قرآن کی زبانی۔
۴. انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کی نعمات کی طرف دیکھے اور پھر اس کا شکریہ ادا کرے۔
۵. آخر میں قیامت کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے اور اُس میں مومنین اور کفار کا حال بیان کیا گیا ہے۔

سورۂ عبس کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں آیا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے سورۂ عبس، سورۂ شمس کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں اپنی رحمت کے سایے میں رکھے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ عبس کی تلاوت کی وہ بروزِ محشر ہشاش بشاش خندان چہرے کے ساتھ محشور ہوگا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ؕ﴿۲﴾ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ۙ﴿۳﴾ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۵﴾ فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ۙ﴿۸﴾ وَہُوَ یَخۡشٰی ۙ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ۚ﴿۱۰﴾ کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ ۚ﴿۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ۘ﴿۱۲﴾ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍۭ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ۙ﴿۱۵﴾ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ؕ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَہٗ ؕ﴿۱۷﴾ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ ؕ﴿۱۸﴾ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَہٗ ۙ﴿۲۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''وہ ترش رو ہوا اور منہ پھیر لیا، ایک نابینا کے آنے پر۔ اور آپ کیا جانتے ہیں شاید وہ پاکیزگی اختیار کرتا؟ یا وعظ و نصیحت سنتا اور نصیحت اُسے فائدہ دیتی، اور جو اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے۔

آپ اس کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اگر وہ پاکیزگی کی طرف متوجہ نہ ہو تو آپ پر کوئی

ذمہ داری نہیں ہے، لیکن جو آپ کے پاس آیا اور کوشش کرتا ہے، اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔
اُس سے آپ بے رُخی اپناتے ہیں۔ کبھی ایسا نہ کیجیے، یہ (قرآن) نصیحت ہے۔ پس جو
چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔
یہ محترم الواح میں ہیں، جو بلند و بالا اور پاک و پاکیزہ ہیں۔ ایسے (فرشتوں) کے ہاتھوں
میں، جو نیکوکار بھی ہیں اور بزرگوار بھی ہیں۔ ہلاک ہو جائے یہ انسان یہ کس قدر ناشکرا ہے۔
اُسے اللہ نے کس چیز سے خلق کیا۔ اُسے نطفے سے بنایا ہے، پھر اس کی تقدیر بنائی۔ پھر اس پر
(زندگی) کی راہیں آسان کر دیں"۔

شانِ نزول

اس سورہ کے شانِ نزول میں اختلاف ہے کہ اس میں جو عتاب نازل ہوا وہ عتاب کس پر نازل ہوا، عام و خاص دونوں طرح کے مفسرین کے درمیان یہ مشہور ہے کہ قریش کے کچھ سردار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ ان میں عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل، عباس بن عبدالمطلب وغیرہ تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں دعوتِ اسلام دے رہے تھے۔ اس دوران عبداللہ ابن مکتوم جو نابینا تھے، مفلس و نادار بھی تھے۔ وہ بھی اس مجلس میں وارد ہوئے۔ انھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: انھیں قرآن کی کچھ آیات سنائیں؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِدھر مصروف تھے اور وہ مسلسل آوازیں دے رہے تھے کیونکہ انھیں معلوم ہی نہ تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت کیا مصروفیت ہے۔ اِدھر ان کا اِصرار بڑھا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپؐ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ عرب کے سردار کیا خیال کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے نابینا اور غلام ہیں۔ آپؐ نے عبداللہ کی طرف سے اپنے رُخ انور پھیر لیا اور حاضرین کے ساتھ مصروف گفتگو رہے۔ اس موقعہ پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کے بعد ہمیشہ عبداللہ بن مکتوم کا احترام کرتے تھے۔ جب اُن پر نظر پڑتی تو فرماتے: (مرحبا بمن عاتبني فيه ربي) "خوش آمدید اے وہ شخص جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے موردِ عتاب قرار دیا"۔
آپؐ اُن سے پوچھتے آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے کہ آپ کی ضرورت پوری کروں؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دو مرتبہ اسلامی غزوات کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب قرار دیا۔

اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی ہے کہ بارگاہِ نبوت میں ایک اُموی شخص بیٹھا تھا کہ عبداللہ بن مکتوم وہاں حاضر ہوئے۔ جب اس کی نگاہ عبداللہ پر پڑی تو اُس نے اپنی عبا کا دامن سمیٹ لیا۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ میلا نہ ہوجائے اور اُس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اسی شان نزول کو قبول کیا ہے۔ انھوں نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اس آیت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے، جو وضاحت کی دلالت کرے کہ اس سے مراد پیغمبر اکرم ﷺ ہیں جو چیز اس امر پر قرینہ بن سکتی ہے، وہ صرف باتیں ہیں۔ انھوں نے فرمایا: ان آیات میں کئی قرائن یہ بتاتے ہیں کہ اس سے مراد پیغمبر ﷺ نہیں ہیں۔ ترش روئی اختیار کرنا انبیاءؑ کی صفات میں سے نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ تو اپنے دشمنوں سے بھی کشادہ روئی سے پیش آتے تھے۔ دوسرے یہ کہ دولت مندوں کی طرف متوجہ ہونا اور حق طلب مفلسین سے رُوگردانی کرنا۔ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے ساتھ ہرگز مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ سورۂ قلم میں آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ "بے شک تمھارے اخلاق بڑے (اعلیٰ درجہ کے) ہیں۔ اور یہ مشہور ہے سورۂ قلم، سورۂ عبس سے پہلے نازل ہوئی۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ "ایسے فرشتوں کے ہاتھوں میں جو نیکوکار بھی ہیں اور بزرگوار بھی ہیں"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

الحافظ للقرآن العالم به مع السفرة الكرام البررة "وہ حافظ قرآن، جو قرآن کا عالم بھی ہو تو وہ اُن فرشتوں کے ساتھ ہے، جو قرآن کو لکھتے ہیں، نیکوکار بھی ہیں اور بزرگوار بھی ہیں"۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

''پھر اُسے موت دے دی، پھر اُسے قبر میں پہنچا دیا۔ پھر جس وقت چاہے گا، اُسے زندہ کر دے گا۔ ہر گز نہیں! اللہ نے جو کام اس کے ذمہ لگایا تھا، اُس نے اُسے پورا نہیں کیا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی غذا کی طرف دیکھے۔ کہ ہم نے (آسمان) سے خوب پانی برسایا۔ پھر ہم نے اچھی طرح سے زمین کو شگافتہ کیا۔ پھر ہم نے اُس میں دانے اُگائے۔ انگور اور سبزیاں بھی، اور زیتون اور کھجوریں، اور درختوں سے بھرپور باغات، اور پھل اور چارے بھی، جو تمھارے لیے اور تمھارے چوپاؤں کے لیے سامانِ زندگی ہیں۔
پھر جب ہیبت ناک آواز آئے گی: تو جس روز آدمی اپنے بھائی سے دُور دُور بھاگے گا۔ اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اپنی بیوی اور اولاد سے۔ ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی مصروفیت ہوگی، جس میں وہ مشغول ہوگا۔ کچھ چہرے اُس دن روشن ہوں گے، خنداں و فرحان ہوں گے اور کچھ چہرے اسی روز غبار آلود ہوں گے۔ سیاہی نے اُسے ڈھانپ رکھا ہوگا۔ وہی لوگ کافر و فاجر ہیں''۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾

''پھر اُسے موت دے دی پھر اُسے قبر میں پہنچایا''۔

کتاب علل الشرائع میں فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ دفن کا حکم کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے دفن کا حکم دیا گیا ہے تاکہ جسم کا فساد ظاہر نہ ہو، اس کی بو زمین کے اندر ہی رہے تاکہ زندوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ چاہنے والوں اور نہ چاہنے والوں سے جسدِ خاکی پوشیدہ ہو جائے، دوست محزون نہ ہو اور دشمن خوش نہ ہو۔

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ "اور پھل اور چارے بھی"۔

ارشاد مفید میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر سے اس مندرجہ بالا آیت کا سوال کیا گیا۔ آپ نے کہا: میں اگر کتابِ خدا کے بارے میں ایسی بات کہوں، جسے میں نہیں جانتا تو مجھ پر کون سا آسمان سایہ کرے گا اور کون سی زمین ہوگی جو مجھے قبول کرے گی۔

جب یہ ماجرا امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے حضور پیش ہوا تو آپؑ نے فرمایا: عجیب بات ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ "اب ،خودرُو گھاس اور چراگاہ کے معنٰی میں ہے"، اور یہ کہ (وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا) کا جملہ خدا کی اپنے بندوں پر عنایت ہے۔ اس اعتبار سے کہ اُس نے اُنھیں غذائی مواد پیش کیے ہیں، یہ اُن کے لیے بھی ہے اور اُن کے چوپاؤں کے لیے بھی ہے، جو ان کی زندگی کا سبب اور اُن کے جسم کی بنیادی ضرورت ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾

قیامت کی سختی اور ہیبت اس قدر ہوگی کہ ہر انسان اس قدر حیران و پریشان ہوگا کہ کسی کو کسی کی کوئی پروا نہ ہوگی۔ نفسا نفسی کا عالم ہوگا، ہر طرف چیخ و پکار بلند ہوگی۔

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محشر کا ذکر کیا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے محشور ہوں گے اور پسینہ اُن کے منہ تک پہنچا ہوا ہوگا۔ آپ کے کسی حرم نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! پھر لوگ ایک دوسرے کو ننگا دیکھیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس وقت کسی کو اتنی فرصت نہ ہوگی۔ ہر آدمی اپنے حال میں گرفتار ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾

پس اُس دن اہلِ ایمان کے چہرے ہشاش بشاش ہوں گے اور وہ شاداں و فرحاں جنت کی طرف روانہ ہوں گے۔

کافروں اور مشرکین کے چہروں پر مایوسی چھائی ہوئی ہوگی۔

"غبرۃ" کا معنیٰ تاریکی اور سیاہی ہے۔ "قترۃ" دھوئیں کی سیاہی کو کہا جاتا ہے۔ اُس دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿۳۷﴾ "ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی مصروفیت ہوگی، جس میں وہ مشغول ہوگا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین موقف ایسے ہیں، جن میں کوئی شخص کسی کو یاد نہیں کرے گا: پہلا میزان، جہاں اعمال تولے جائیں گے وہاں جب تک یہ نہ دیکھے کہ اس کا پلڑا بھاری ہے یا نہیں۔ پھر پُل صراط جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ وہ اس پر سے گزر سکے گا یا نہیں۔ پھر اس وقت جب نامۂ اعمال انسانوں کے ہاتھ میں دیں گے جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ اس کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیتے ہیں یا بائیں ہاتھ میں۔ یہ تین موقف جہاں کوئی انسان دوسرے کو یاد نہیں کرے گا، نہ قریبی دوست، نہ یار مہربان، نہ اعزہ، نہ مخلص ساتھی، نہ اولاد اور نہ والدین۔

سُورَةُ التَّكْوِيرِ

سورۃ التکویر مکیۃ آیاتھا ۲۹ و رکوعاتھا ۱

''سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انتیس آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ تکویر کے مضامین

اس سورۂ مبارکہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے اُن دشمنوں کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، جو ہٹ دھرم اور کج فہم تھے اور آپؐ پر جنون کی تہمت لگانے والے تھے۔ اس سورہ کے آغاز میں قیامت کی علامات کو بیان کیا گیا ہے اور اُن تبدیلیوں کو بیان کیا گیا ہے، جن کا سبب قیامت کا دن ہوگا۔ اس کے ساتھ قرآن کے لانے والے کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے میں ان قسموں کو بیان کیا گیا ہے جو قلوب کو ہلا دینے والی ہیں۔

سورۂ تکویر کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص سورۂ عبس اور سورۂ تکویر کو پڑھے وہ اللہ کی رحمت کے زیر سایہ جنت جاودان میں ہوگا۔ اور خدا کے نزدیک یہ کوئی اہم چیز نہیں ہے کہ وہ ارادہ کرے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۂ تکویر کو پڑھے اللہ اُسے اس وقت ہر رُسوائی سے محفوظ رکھے گا، جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے: جو شخص چاہتا ہے کہ وہ قیامت کے دن میرا دیدار کرے تو وہ سورۂ تکویر کی تلاوت کرے۔

OOO

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿٥﴾ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿١٥﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، اور جب ستارے بے نور ہو کر رہ جائیں گے اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا۔ جس وقت حاملہ اُونٹیاں فراموش کردی جائیں گی۔ جس وقت وحشی جانور جمع کر دیے جائیں گے، اور جب دریاؤں کو جوش میں لایا جائے گا۔

اور جب نفوس (ابدان) سے جوڑ دیئے جائیں گے اور جب زندہ در گور لڑکی سے سوال کیا جائے گا، کہ اس کو کس گناہ میں قتل کیا گیا؟

جس وقت اعمال نامے پھیلا دیئے جائیں گے اور جب آسمان کھول دیا جائے گا اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی، اور جب جنت نزدیک لائی جائے گی۔ اس وقت ہر انسان جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ قسم ہے، ان ستاروں کی، جو پس پردہ چلے جاتے ہیں"۔

تفسیر آیات

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۞ "جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا"۔

کتابِ توحید میں ہے: جناب حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھامے چل رہا تھا اور باقی لوگ بھی ساتھ تھے۔ اس طرح چلتے رہے کہ اس اثنا میں سورج نے غروب کیا تو اس وقت میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! سورج کہاں غیب ہوتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: آسمان میں غروب ہوتا ہے۔ پھر اس آسمان سے بلند ہوتا ہے، دوسرے آسمان پر جاتا ہے، اس طرح سفر کرتے ہوئے ساتویں آسمان پر آجاتا ہے۔ پھر اس سے بلند ہو کر عرش کے نیچے آجاتا ہے۔ وہاں بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہوجاتا ہے۔ اور سورج پر جو موکل فرشتے ہیں، وہ بھی سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ پھر وہ بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتا ہے:

اے میرے پروردگار! اب میں کہاں سے طلوع کروں، اپنی جائے غروب سے یا اپنی جائے طلوع سے؟ اس لیے اللہ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۞

"اور سورج اپنے مقرر ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ بڑے غالب آنے والے دانا کی تقدیر ہے"۔ (سورۂ یٰسین: ۳۸)

ربِ عزیز نے اپنی یہ عظیم الشان صفت اپنی مخلوق کے لیے تخلیق فرمائی ہے۔ جنابِ جبرئیلؑ عرش کے نور سے نورانی حلے، دن کی ساعات کے مطابق لاتے ہیں۔ اگر گرمیوں کا دن ہوتا ہے تو اس کے مطابق لاتے ہیں۔ اگر سردیوں کا دن ہوتا ہے تو اُس کے مطابق لاتے ہیں۔ خریف یا ربیع کا موسم ہوتا ہے تو اُس مقدار میں نور لا کر سورج کے حوالے کرتے ہیں۔ سورج اِن حلوں کو اس طرح پہنتا ہے جس طرح تم لوگ لباس پہنتے ہو۔ اِن حلوں کو پہننے کے بعد آسمانوں کی فضا میں آتا ہے اور اپنے مطلع پر طلوع کرتا ہے۔

جب قیامت کا دن ہوگا، اُسے کہا جائے گا کہ اب وہ مغرب سے طلوع کرے، پھر سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝

چاند کا حال بھی یہی ہے وہ بھی اپنے مطلع سے طلوع کرتا ہے اور اپنے مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ بھی آسمانوں کو عبور کرتا ہوا ساتویں آسمان پر آجاتا ہے اور وہاں عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوجاتا ہے۔ جناب جبرئیلؑ اس کے لیے کرسی سے نور لاتے ہیں۔ اس کو قرآن میں اس صورت میں بیان کیا گیا ہے:

جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا (سورۂ یونس، آیہ ۵)

علی بن ابراہیم نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے: جب قیامت آئے گی تو سورج بے نور ہوجائے گا۔ ستاروں کی روشنی بھی ختم ہوجائے گی اور پہاڑ غبار بن کر بادلوں کی طرح فضا میں اُڑنے لگیں گے۔

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝

"جس وقت اعمال نامے پھیلا دیے جائیں گے"۔

صُحف "صحیفہ" کی جمع ہے، یعنی انسانی اعمال انسان کے سامنے آجائیں گے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝

"قسم ہے اُن ستاروں کی جو پس پردہ چلے جاتے ہیں"۔

خنس "خانس" کی جمع ہے۔ "خنس" کے مادہ سے ہے، پنہاں ہونے کے معنی میں ہے۔ شیطان کو بھی "خناس" کہا گیا ہے کیونکہ وہ خود کو چھپائے رکھتا ہے۔ خنس ستاروں کا نام ہے۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝

"جب زندہ درگور لڑکی سے سوال کیا جائے گا"۔

الْمَوْءُودَةُ، وأد یئد سے ہے جس کا معنی و مطلب زندہ درگور کرنا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کردیتے تھے تاکہ ان کے اخراجات برداشت نہ کرنے پڑیں۔ اس کے علاوہ اُن کے جوان ہونے کے بعد کسی کو داماد نہ بنانا پڑے۔ یہ پورے عرب میں ایک رواج بن چکا تھا۔ قرآن کریم نے کئی ایک مقامات پر اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ جب عربوں کو بیٹے کی پیدائش کی خبر ملتی تو وہ خوش ہوجایا کرتے تھے اور جب لڑکی کی پیدائش کی اطلاع سنتے تو وہ پریشان ہوجایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک عرب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا: میں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنی آٹھ بیٹیاں زندہ درگور کی تھیں۔ اس جرم کا کفارہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر لڑکی کے عوض ایک غلام آزاد کر۔ اُس نے عرض کیا: میرے پاس اُونٹ کثرت کے ساتھ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر لڑکی کے بدلے میں ایک اُونٹ اللہ کی راہ میں دے دے۔

تفسیر مجمع البیان میں آیا ہے کہ جب عورت کو دردِ زِہ پیدا ہوتا تھا تو وہ گڑھا کھود کر اس کے اُوپر بیٹھ جاتی تھی۔ اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ اُسے اس گڑھے کے حوالے کر دیتی تھی اور اس کے اُوپر مٹی ڈال دیتی تھی۔ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو اُسے اُٹھا لیتی تھی۔

جب قیامت کا دن ہوگا، اِن زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں کو قوتِ گویائی دی جائے گی اور وہ بارگاہِ خداوندی میں اپنی مظلومیت بیان کریں گی۔ وہ عرض کریں گی کہ اُنھیں کس جرم میں قتل کیا گیا تھا؟

پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا: اس دنیا میں جو لوگ مظلوم و بے گناہ قتل ہوئے ہیں وہ جب قیامت کے دن اُٹھیں گے تو اُن کی گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا لیکن اس سے کستوری کی خوشبو آرہی ہوگی۔ ہر مقتول اپنے قاتل کو گرفتار کیے ہوئے عرصۂ محشر میں پیش ہوگا اور وہ بارگاہِ خداوندی میں فریاد کرے گا: اے میرے پروردگار! اس سے پوچھا جائے کہ اُس نے مجھے کس جرم میں قتل کیا تھا۔

جنابِ جابر جعفی سے روایت ہے، میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جو شخص ہماری مودت میں قتل ہوگا وہ بروزِ محشر اپنے قاتل کو پکڑ کر سوال کرے گا کہ اُسے کس جرم میں قتل کیا گیا تھا۔

الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿۱۹﴾ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿۲۵﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿۲۶﴾

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾

"چلتے ہیں اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔ قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگتی ہے اور صبح کی جب وہ طلوع کرتی ہے کہ یہ (قرآن) باعظمت فرستادہ کا کلام ہے۔ جو صاحبِ قوت ہے عرش کے مالک کے نزدیک اعلیٰ مقام رکھتا ہے، اُس کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ امین ہے اور تمھارا رفیق دیوانہ نہیں ہے۔

اور اُنھوں نے اُس (فرشتہ) کو روشن اُفق میں دیکھا اور وہ غیب (کے ابلاغ) پر بخیل نہیں ہے۔ اور یہ قرآن کسی شیطان رجیم کا کلام نہیں ہے۔ پس تم کس طرف جارہے ہو؟ یہ (قرآن) عالمین کے لیے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ تم میں سے ہر شخص کے لیے جو سیدھی راہ اختیار کرنا چاہتا ہے، تم صرف وہی چاہتے ہو جو عالمین کا پروردگار چاہتا ہے"۔

الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿١٦﴾ "چلتے ہیں اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں"۔

"کنس" کانس کی جمع ہے۔ کنس کے مادہ سے ہے، چھپ جانے کے مادہ سے ہے۔ پرندوں کے گھونسلوں اور وحشی جانوروں کی غاروں کو کناس کہا جاتا ہے۔ ان قسموں سے نظامِ شمسی کے پانچ سیاروں کی طرف اشارہ ہے جو دُوربین کے بغیر دیکھے جاتے ہیں (عطارد، زہرہ، مشتری، مریخ، زُحل)

جب انسان ستاروں کا مطالعہ کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ آسمان کے ستارے اجتماعی طور پر بتدریج طلوع ہوتے ہیں اور اکٹھے ہی غروب ہوتے ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ "اور صبح کی جب وہ طلوع کرتی ہے"۔

عیون الاخبار میں ہے: جب جناب امیرالمومنین امام علی علیہ السلام سے پوچھا گیا: وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے۔ وہ نہ گوشت رکھتی ہے اور نہ خون رکھتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ صبح ہے: وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿۲۰﴾ "جو صاحبِ قوت ہے، عرش کے مالک کے نزدیک اعلیٰ مقام رکھتا ہے"۔

جب اس آیت میں مذکورہ صاحبِ قوت کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا، آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد جبرئیل امینؑ ہے۔

مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿۲۱﴾ "اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ امین ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن پروردگار کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جائے گی۔

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۲۹﴾

"تم صرف وہی چاہتے ہو جو عالمین کا پروردگار چاہتا ہے، مشیت پروردگار کارفرما ہے، ہر طرف اُسی کا حکم چلتا ہے"۔

کتاب احتجاج طبرسی میں روایت ہے: کسی زندیق نے قرآنِ مجید پر اعتراضات کیے کہ اس میں تناقض ہے کہ کہیں ہے: الله يتوفى الانفس حين موتها۔ اور دوسرے مقام پر ہے: يتوفاكم ملك الموت۔ اور ایک اور مقام پر ہے: توفته رسلنا۔ (اور یہ بھی فرمایا: تتوفاهم الملائكة۔

یہ سن کر امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جب مومن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے، اس کی روح کو رحمت کے فرشتے قبض کرتے ہیں۔ جب گناہ گار کی موت کا وقت آتا ہے، اس وقت عذاب کے فرشتے اس کی روح کو قبض کرتے ہیں۔ کچھ فرشتے ایسے ہیں، جو رحمت کے فرشتوں کے معاون ہیں اور کچھ فرشتے ایسے ہیں، جو عذاب کے فرشتوں کے معاون ہیں۔ اس اعتبار سے جن فرشتوں کی ڈیوٹی ہوتی ہے اور ان کے ماتحت جو فرشتے کام کرتے ہیں تو اُن کا فعل اُن فرشتوں کا فعل شمار ہوتا ہے، جو اس کام پر مامور ہوتے ہیں۔ اور ان مامورین کا فعل ملک الموت کا فعل شمار ہوتا ہے اور ملک الموت کا فعل اللہ کا فعل بن جاتا ہے۔ اس اعتبار سے ملک الموت کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے، یعنی اللہ کے ہاتھوں اُن کی روح قبض ہوئی یا اللہ نے اپنے یدِ قدرت سے ان کی اَرواح کو قبض کیا۔ اُس کے مامورین کے افعال کی نسبت اللہ کی طرف ہے، اس لیے فرمایا: وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ۔

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ

سورة انفطار مكية آياتها ۱۹ وركوعاتها ۱

"سورۂ انفطار مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انیس آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۂ انفطار کے مضامین

یہ سورہ قیامت کے احوال پر مشتمل ہے کہ اس دنیا کا خاتمہ کس صورت میں ہوگا۔ اُن فرشتوں کا بیان ہے، جو انسانی اعمال کو اپنے ریکارڈ میں لاتے ہیں۔ اچھے اور بُرے لوگوں کے حالات کی طرف اشارے ہیں اور اس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس دن انسان کس قدر دشواریوں سے دوچار ہوگا۔

تلاوت کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جو شخص ان دو سورتوں میں سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق کی تلاوت کرے اور دونوں کو نمازِ فریضہ اور نافلہ میں اپنا نصب العین بنالے تو کوئی اُسے خدا سے محجوب نہیں کرسکے گا اور کوئی چیز اس کے اور خداوند تعالیٰ کے درمیان حائل نہیں ہوگی۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے سورۂ انفطار کو پڑھا، اللہ تعالیٰ اُسے تمام نیک لوگوں کی قبروں کے برابر اور بارش کے قطرات کے برابر نیکیاں عطا کرے گا اور قیامت کے دن اُسے عزت واکرام بخشے گا۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ﴿۶﴾ الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ﴿۷﴾ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ﴿۸﴾ کَلَّا بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ﴿۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"جب آسمان پھٹ جائے گا۔ جب ستارے منتشر ہو جائیں گے اور جس وقت سمندر باہم مل جائیں گے اور جب قبریں ٹوٹ پھوٹ جائیں گی۔ اُس وقت انسان جان لے گا کہ اُس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا۔

اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کریم پروردگار کے مقابلے میں دھوکے میں رکھا۔ جس نے تجھے خلق کیا پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے معتدل بنایا، جس شکل میں تجھے پسند کیا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں! بلکہ تم روزِ جزا کی تکذیب کرتے ہو جب کہ تم پر نگہبان مقرر ہیں"۔

جب یہ جہاں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿۲﴾

"جب آسمان پھٹ جائے گا۔ جب ستارے منتشر ہو جائیں گے"۔

یعنی عالمِ بالا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ ہر طرف ہولناک دھماکے ہوں گے، ہر طرف ایک تصادم کا سماں ہوگا اور ہیبت ناک آوازیں بلند ہوں گی۔

انفطرت، انفطار کے مادہ سے ہے، جس کا معنٰی ہے: شگافتہ ہوجانا، پھٹ جانا۔

انثرت، اس کا مادہ "نثر" جس کا معنٰی ہے: منتشر ہوجانا، پراگندہ ہوجانا۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴿۵﴾

"اُس وقت انسان جان لے گا کہ اُس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا"۔

انسان کو اپنے اعمال کی خبر ہوجائے گی کہ اُس نے دنیا میں کیا کام کیے تھے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ایک دن ایک شخص بارگاہِ نبوت میں کھڑا ہوا اور لوگوں سے مدد طلب کی تو سب لوگ خاموش رہے۔ اس موقع پر ایک صحابی نے اس سائل کو کوئی چیز عطا کی پھر باقی اصحاب نے بھی اس کی پیروی میں کچھ نہ کچھ دے دیا۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: جس شخص نے کسی نیک سنت کی بنیاد رکھی اور اس کی پیروی میں دوسرے لوگ چلنے لگیں تو وہ اپنا اجر بھی محفوظ رکھتے ہیں لیکن اس کی پیروی کرنے والوں کے اجر کے برابر اُسے بھی اجر ملے گا بغیر اس کے کہ ان کی پیروی کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی ہو اور جس شخص نے ایک برائی کی سنت رکھی اور لوگ اس کی پیروی کرنے لگیں، ان کے گناہوں کے برابر بھی اس کا گناہ ہے بغیر اس کے کہ پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی ہو۔

رب کریم کے مقابلے میں دھوکا کیسا؟

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾

"اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے کریم پروردگار کے مقابلے میں دھوکے میں رکھا"۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو آپؐ نے فرمایا: انسان کی سب سے بڑی دشمن جہالت ہے، یہی جہالت انسان کو دھوکہ دیتی ہے، جو اُسے اپنے رب کے مقابلے میں لا کھڑا کرتی ہے۔

نہج البلاغہ میں امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا خطبہ موجود ہے، جس میں آپؑ نے اس مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پیش کی ہے۔ آپؑ نے جب اس آیت کی تلاوت فرمائی تو فرمایا: "اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے اس پروردگار سے دھوکے میں رکھ دیا جو کریم ہے۔ یہ شخص جس سے یہ سوال ہو رہا ہے، جواب دیتے ہیں: کتنا عاجز اور فریب خوردہ ہے،

عذر پیش کرنے میں کتنا قاصر ہے، وہ اپنے نفس کو سختی سے جہالت میں ڈالے ہوئے ہے۔

اے انسان! تجھے کس چیز نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکہ دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنی جاہی پر مطمئن بنا دیا ہے۔ کیا تیرے مرض کے لیے شفا اور تیرے خواب غفلت کے لیے بیداری نہیں ہے؟ کیا تجھے اپنے آپ پر اتنا بھی رحم نہیں آتا، جتنا دوسروں پر ترس کھاتا ہے۔ بسااوقات تو جلتی دھوپ میں کسی کو دیکھتا ہے تو اس میں سایہ کر دیتا ہے یا کسی کو درد و کرب میں مبتلا پاتا ہے تو اُس پر شفقت کی بنا پر تیرے آنسو نکل پڑتے ہیں مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے صبر دلایا ہے اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کر دیا ہے اور خود اپنے اُوپر رونے سے تسلی دے دی ہے، حالانکہ سب جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیونکر عذاب الٰہی کے رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدار نہیں رکھتا حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و تسلط کی راہ میں پڑا ہوا ہے (خطبہ ۲۲۰، ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ)

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۞ ”جس شکل میں پسند کیا تجھے جوڑ دیا“۔

اگر خداوند تعالیٰ چاہتا تو انسان کو اِس صورت کے علاوہ پیدا کرتا جو موجودہ صورت کی غیر ہوتی۔

مناقب شہر آشوب میں روایت ہے، حضرت امام حسن علیہ السلام نے زیر بحث آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب میرے والد گرامی امیرالمومنینؑ کی میرے دادا جناب ابوطالبؑ کی پشت میں تصویر کشی کرنے کا ارادہ فرمایا تو اُنھیں میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہہ بنایا، اس لیے میرے بابا تمام انسانوں میں رسول اللہ سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی مادر گرامی کی شبیہہ تھے اور میں اپنی نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کی شبیہہ ہوں۔

شیخ الطائفہ نے اپنی امالی میں لکھا ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سب سے پہلی نعمت کون سی نازل فرمائی؟ آپؑ نے عرض کیا: سب سے پہلی نعمت جو مجھ پر میرے رب نے نازل فرمائی ہے، وہ میری تخلیق ہے کہ اُس نے مجھے پیدا فرمایا حالانکہ اس سے پہلے میرا کہیں ذکر ہی نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ نے سچ فرمایا۔ آپؑ نے فرمایا: دوسری نعمت آپؑ پر کون سی نعمت نازل ہوئی؟ آپؑ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے میری نشوونما فرمائی اور اُس نے مجھے خوب صورت ترین صورت عطا فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ نے سچ فرمایا۔

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۞ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۞ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۞
وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۞ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۞ وَمَا هُمْ عَنْهَا

بِغَآىِٕبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

"باعظمت لکھنے والے، جو تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔ نیک و صالح افراد نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں ہوں گے۔ وہ روزِ جزا دوزخ میں ہوں گے اور وہ اُس سے غائب نہیں ہو سکیں گے اور آپ کو کیا معلوم کہ روزِ جزا کیا ہے؟ پھر آپ کو کیا معلوم کہ روزِ جزا کیا ہے؟ اُس دن کسی کو کسی دوسرے کے لیے کچھ کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا، اُس دن صرف اللہ کی حکمرانی ہوگی"۔

تفسیر آیات

وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾

"جب کہ تم پر نگہبان مقرر ہیں باعظمت لکھنے والے"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان پر محافظ و نگران فرشتے مقرر فرمائے ہیں، جو ہر وقت اس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔ سورۂ "ق" میں ان فرشتوں کو رقیبٌ عتیدٌ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (سورہ ق: آیت ۱۸)

"انسان کوئی بات نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے پاس فرشتہ ہے جو نگرانی کے اُمور انجام دینے کے لیے مستعد ہے"۔ اسی سورہ ق میں ہے: اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ "یاد کر اُس وقت کو جب وہ دو فرشتے جو دائیں بائیں سے تجھے پکڑے ہوئے ہیں اور تیرے اعمال ثبت کرتے ہیں"۔

اس کے علاوہ بھی نگران فرشتے ہیں، جن کا ذکر سورۂ حم السجدہ کی آیت ۲۰ اور ۲۱ میں ہے۔ انسان پر کتنے گواہ ہیں آیئے قرآن سے پوچھتے ہیں تو قرآن بتاتا ہے:

"پہلا گواہ خدا ہے جو فرماتا ہے: جو عمل تم انجام دیتے ہو ہم اس کے شاہد و ناظر ہیں"۔ (سورۂ یونس: ۶۱)

"اُس کے بعد انبیاء و اوصیاء ہیں"۔ (سورۂ نساء: ۴۱)

"تیسرے نمبر پر انسان کے اپنے اعضا زبان، ہاتھ، پاؤں ہیں"۔ (سورۂ نور: ۲۴)

"چوتھے نمبر اس کی اپنی کھال ہے"۔ (حم السجدہ:۲۱)

"پانچویں نمبر پر فرشتے ہیں"۔ (ق:۲۱) (اور زیر بحث آیت)

"چھٹے نمبر کی گواہ زمین ہے جس پر انسان زندگی بسر کرتا ہے"۔ (زلزال:۴)

"اور آخر میں وہ وقت، وہ زمانہ جس میں انسان اعمال انجام دیتا ہے"۔ (سفینۃ البحار، جلد۲)

احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا کہ اللہ نے انسانوں کی نگران اور اُن کے اعمال لکھنے کے لیے جو فرشتے مقرر فرمائے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام پوشیدہ اُمور کو جانتا ہے، کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو عبادت و بندگی کے لیے بلایا اور اُنھیں اپنے بندوں پر گواہ قرار دیا تاکہ اس کے بندے اس کی نگرانی کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ اس کی عبادت و اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی کرنے سے اُنھیں زیادہ سے زیادہ دُکھ ہو۔ بہت سے بندے ایسے ہوتے ہیں جو گناہ کا پختہ ارادہ کرتے ہیں۔ جب انھیں نگران فرشتے یاد آتے ہیں تو اپنے آپ کو گناہ سے روک دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہمارا پروردگار ہمیں دیکھ رہا ہے اور یہ نگران فرشتے بھی گواہی دیں گے، اس کے علاوہ خدا نے اپنی رحمت اور مہربانی سے انھیں اپنے بندوں پر مامور کیا ہے تاکہ حکمِ خدا سے سرکشی کرنے والے شیاطین کو اُن سے دُور رکھیں اور زمین کے جانوروں اور بہت سی آفات کو دُور کرتے ہیں جنھیں بندے اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے، جب تک حکمِ خدا نہ آجائے، یعنی ان کی موت نہ آجائے۔

نگران فرشتے

جناب ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "سعد السعود" میں حدیث نقل کی ہے: حضرت عثمان بن عفان بارگاہ رسالت میں آئے اور عرض کیا: انسان پر کتنے فرشتے مامور ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ تیرے دائیں طرف تیری نیکیاں لکھنے پر مامور ہے۔ ایک فرشتہ تیرے بائیں طرف بُرائیاں لکھنے پر مامور ہے۔ جب تو کوئی نیکی کرتا ہے تو وہ تیرے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جب تو کوئی بُرا عمل کرتا ہے تو بائیں طرف فرشتہ جو بُرائیاں لکھنے پر مامور ہے، وہ دائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے: کیا میں اس کی بُرائی لکھ سکتا ہوں۔ وہ کہتا ہے ابھی نہ لکھو شاید یہ اللہ کے حضور میں توبہ کرلے اور اللہ اُس کی توبہ کو قبول کرلے تو وہ اُس بندے کا انتظار کرتا ہے کہ وہ شاید توبہ کرلے لیکن جب وہ استغفار نہیں کرتا تو وہ فرشتہ دوبارہ دائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے

لیکن وہ لکھنے سے روک دیتا ہے۔ اس طرح وہ تین دفعہ کہتا ہے اور وہ ہر دفعہ اُسے لکھنے سے روک دیتا ہے۔ جب بندہ توبہ نہیں کرتا تو وہ اس وقت کہتا ہے: اب اس کی برائی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دے، یہ کتنا بُرا ساتھی ہے، اسے ہمارا حیا تک بھی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فرمایا ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (''انسان کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے''۔ سورۂ ق:۱۸)

دو فرشتے تیرے آگے مقرر ہیں اور دو فرشتے تیرے پیچھے مامور ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ (سورۂ رعد:۱۱) ''دو فرشتے اُس کے آگے اور دو پیچھے ہیں''۔

ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مقرر ہے، جب تو اللہ کے حضور تواضع اختیار کرتا ہے وہ تجھے بلند کرتا ہے اور جب تو اللہ کے مقابلے میں فخر و غرور کو اپناتا ہے تو وہ تجھ پر ہنستا ہے۔ دو فرشتے تیرے دونوں ہونٹوں پر مقرر ہیں۔ اُن کا کام صرف یہ ہے کہ جب تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے، وہ اُسے تیرے نامۂ اعمال میں درج کریں۔

ایک فرشتہ تیرے منہ کے اندر کھڑا ہے۔ دو فرشتے تیری آنکھوں پر مامور ہیں۔ یہ دس ملائکہ بنتے ہیں، جو ہر انسان پر مقرر ہیں۔ رات کے ملائکہ اور ہیں، دن کے ملائکہ اور ہیں۔ اس حساب سے ہر انسان پر بیس فرشتے مقرر ہیں۔ انسان کو گمراہ کرنے کے لیے ابلیس اس کے پاس دن کو رہتا ہے اور اُس کے چیلے رات کو کام کرتے ہیں۔

کتاب سعد السعود میں ایک اور روایت میں آیا ہے: دن والے فرشتے انسان کے پاس صبح کی نماز کے وقت آتے ہیں۔ اس وقت رات والے فرشتے آسمان کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ جب سورج غروب کرتا ہے، اس وقت رات والے فرشتے آجاتے ہیں اور دن والے واپس آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ انسان کی موت تک رہتا ہے۔ جب آدمی پر موت آتی ہے تو مقرر فرشتے اُسے کہتے ہیں: خداوند تعالیٰ ہماری طرف سے تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم نے تیرے کتنے اعمالِ صالح دیکھے ہیں اور کتنی اچھی گفتگو جو تجھ سے صادر ہوئی ہے، وہ ہم نے سنی ہے اور تیری وہ مجالس جن میں خیر کے سوا کچھ نہ تھا، ہم اُن میں حاضر رہے ہیں۔ آج کے دن ہم تیری شفاعت کرنے والے ہیں۔ اگر مرنے والا گناہ گار و عاصی ہوتا ہے تو وہ اُسے کہتے ہیں: اللہ تجھے جزائے خیر عطا نہ کرے۔ تو ہمیشہ ہمیں اذیت دیتا تھا۔ ہم نے تیری کتنی بداعمالیاں دیکھی ہیں اور تیری وہ باتیں سنی ہیں، جو اللہ کے فرامین کے خلاف تھیں اور تیری مجالس کتنی بُری مجالس تھیں، جو ہمارے سامنے رہی ہیں۔ آج ہم بارگاہِ خداوندی میں تیرے لیے اُن چیزوں کا سوال کریں گے، جن کو تو پسند نہیں کرتا۔ اور ہم بارگاہِ خداوندی میں تیرے خلاف گواہی دینے والے ہیں۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور سوال کیا کہ وہ فرشتے جو انسانی اعمال کو تحریر کرنے پر مامور ہیں، کیا وہ انسان کے ارادہ اور اُس کے نیک یا بد کام کرنے کے باطنی عزم سے باخبر ہو جاتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: کیا بچے کچھ اور گندے پانی کے کنوئیں کی بُو اور عطر کی خوشبو ایک جیسی ہوتی ہے؟

راوی نے عرض کیا: نہیں! امام علیہ السلام نے فرمایا: جب انسان کوئی اچھا کام کرنے کی نیت کرتا ہے تو اس وقت اس کا سانس خوشبودار ہو جاتا ہے اور وہ فرشتہ جو دائیں طرف مامور ہے، بائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے تو اُٹھ کھڑا ہو کہ اس بندے نے نیکی کا ارادہ کیا ہے اور جب وہ اس کام کو کر لیتا ہے تو اس انسان کی زبان اس فرشتے کا قلم بن جاتی ہے اور اس کا لعابِ دہن سیاہی بن جاتا ہے (اور وہ اسے لکھ لیتا ہے)۔ لیکن جب انسان گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سانس بدبودار ہو جاتا ہے۔ اس وقت بائیں طرف کا فرشتہ دائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے: اُٹھ کھڑا ہو کہ اس نے معصیت و گناہ کا ارادہ کر لیا ہے اور جب وہ گناہ کر لیتا ہے تو اس کی زبان اس فرشتے کے لیے قلم بن جاتی ہے اور لعابِ دہن سیاہی بن جاتا ہے اور وہ اُسے لکھ لیتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان کوئی بُرائی کرتا ہے، دائیں طرف کا فرشتہ بائیں طرف کے فرشتے سے کہتا ہے: اس کا گناہ لکھنے میں جلدی نہ کرنا، شاید یہ اس کے بعد کوئی نیکی کرے، جو اس کے گناہ کو ختم کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (سورۂ ہود:۱۱۴) "نیکیاں بُرائیوں کو ختم کر دیتی ہیں"۔

یا یہ آدمی توبہ و استغفار کرے اور گناہ کے اثرات مٹ جائیں۔ گناہ لکھنے والا فرشتہ سات گھڑیاں انتظار کرتا ہے۔ اگر اس کے بعد بندہ استغفار نہ کرے یا کوئی نیکی سرانجام نہ دے تو پھر دائیں طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے کہ اب اس محروم و بدبخت کا گناہ اپنے ہاں درج کر لے۔

نماز میں سلام پڑھنا کیوں واجب ہے؟

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور عرض کیا: نماز میں سلام پڑھنا کیوں واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تا کہ نمازی نماز کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے۔ میں نے عرض کیا: دائیں جانب بوقت سلام اشارہ کرنا ہوتا ہے اور بائیں جانب نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے ہے کہ وہ فرشتہ جو نیکیاں لکھنے پر مامور ہے وہ دائیں جانب ہوتا ہے اور جو برائیاں لکھنے

پر مامور ہے وہ بائیں جانب ہوتا ہے۔ نماز نیکی ہے، بدی نہیں ہے اس لیے داہنی جانب سلام کرنے کا حکم ہے۔

میں نے آپؑ پر ایک اور سوال کیا کہ پھر سلام اس طرح کیوں نہیں کیا جاتا:

السلام علیك والملك علی الیمین واحد

"تجھ پر سلام ہو اور دائیں طرف والے فرشتے پر سلام ہو"۔

لیکن جو سلام واجب ہے اُس میں کہا جاتا ہے: السلام علیکم.....؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے ہے کہ دائیں طرف والے فرشتے کو بھی سلام کرنا ہوتا ہے اور اس طرح بائیں طرف والے فرشتے کو بھی سلام کرنا ہوتا ہے مگر دائیں طرف والے فرشتے کی طرف اشارہ سے سلام کرنا، اس کی فضیلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا: سلام میں صرف اشارہ کیا جاتا ہے، پورا رُخ کیوں نہیں پھیرا جاتا کیونکہ حکم ہے کہ اگر کوئی اکیلی نماز پڑھ رہا ہے تو ناک سے اشارہ کرے، اگر جماعت سے پڑھ رہا ہے تو آنکھ سے اشارہ کرے؟

آپؑ نے فرمایا: فرشتوں کی نشست انسان کے دونوں جبڑوں کے پاس ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ دائیں جبڑے کے پاس ہے اور بائیں طرف والا بائیں جبڑے کے پاس ہے اور نمازی کا اس پر سلام اس لیے ہے کہ وہ اس کی نماز کو اپنے صحیفہ میں لکھے۔

مَیں نے عرض کیا: ماموم تین مرتبہ سلام کیوں کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک سلام امام کے سلام کے جواب میں اس پر ہوتا ہے اور دونوں فرشتوں پر ہوتا ہے۔ دوسرا سلام اپنے دائیں جانب کے نمازی پر اور اُس کے دونوں فرشتوں پر ہوتا ہے۔ تیسرا سلام بائیں جانب کے نمازی اور اُس کے دونوں فرشتوں پر ہوتا ہے۔ وہ نمازی جس کے بائیں جانب کوئی نمازی نہیں ہے تو وہ بائیں جانب سلام نہیں کرے گا۔ سوائے اس صورت میں کہ اس کا دایاں جانب دیوار کی سمت ہو اور اس کے بائیں جانب امام کے پیچھے کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اُدھر سلام کرے گا۔ میں نے عرض کیا: امام کس کو سلام کہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: امام اپنے دونوں فرشتوں کو اور اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو وہ اپنے فرشتوں کو سلام اس لیے کرتا ہے، اس کے دل میں ہوتا ہے کہ وہ اس کی نماز کو صحیح لکھیں اور بغیر کسی خرابی کے لکھیں اور اپنے مامومین کو سلام اس لیے کہتا ہے کہ تم لوگ اللہ کے عذاب سے امن و سلامتی میں رہو۔

عمار بن یاسر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام علی علیہ السلام پر جو نگران فرشتے ہیں،

وہ تمام نگران فرشتوں پر فخر کرتے ہیں کہ وہ جب بھی امام علی علیہ السلام کا صحیفہ لے کر آسمان کی طرف گئے تو اس صحیفے میں کوئی ایسا امر نہیں تھا، جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنا ہو۔

تفسیر قمی میں روایت ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے تھے اور اُن کا مبارک ہاتھ ابن عباسؓ کے کندھے پر تھا۔ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام ان کی طرف بڑھے اور ان کا استقبال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے معانقہ فرمایا اور اُن کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ جناب ابن عباس نے امام علی علیہ السلام کو سلام کیا۔ آپؑ نے اُن کا جواب دھیمی آواز میں دیا۔ ابن عباس غصے ہو گئے اور کہنے لگے: آپؐ کے اس سلوک سے علیؑ فخر کرنے لگے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: علیؑ کے بارے میں ایسا مت کہو۔ ابھی میری ملاقات جبرئیلؑ سے ہوئی۔ اُس نے کہا: ابھی میری ملاقات ان فرشتوں سے ہوئی ہے، جو علیؑ پر مقرر تھے۔ انھوں نے کہا: جب سے علیؑ پیدا ہوئے ہیں، اُس دن سے لے کر آج تک امام علی علیہ السلام کی کوئی خطا نہیں لکھی۔

وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ﴿۱۹﴾ ''اُس دن صرف اللہ کی حکمرانی ہوگی''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن تمام اُمور اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اس دن تمام حکمران ہلاک ہو جائیں گے اور حاکمِ حقیقی کی حکومت ہوگی۔

سُورَۃ المُطَفِّفِین

سورۃ المطففین مکّیۃ آیاتها ۳۶ و رکوعاتها ۱

"سورۂ مطففین مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھتیس آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۂ مطففین کے مضامین

① یہ سورہ مکی ہے۔ اس سورہ میں ان لوگوں کو شدید تہدید و تنبیہ کی گئی ہے جو کم تولنے والے ہیں۔

② اس سورہ میں یہ درس دیا گیا ہے کہ تمام گناہوں کا سرچشمہ یہ ہے کہ جب انسان قیامت پر پختہ یقین نہیں رکھتا تو اُس وقت اُس سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔

③ قیامت کے احوال۔

④ جنت میں اہلِ جنت کی عظیم الشان نعمتوں کا تذکرہ۔

⑤ اس حصے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر لوگ اہلِ ایمان سے مذاق کرتے تھے۔ اس کی طرف اشارہ ہے پھر قیامِ قیامت کی بحث۔

سورۂ مطففین کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنی فریضہ نمازوں میں سورۂ مطففین کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ نہ جہنم کی آگ اُسے دیکھے گی اور نہ وہ جہنم کی آگ دیکھے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس سورہ کی تلاوت کی اللہ تعالیٰ اُسے جنت کی خالص شراب سے سیراب فرمائے گا۔

ooo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝٨ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝١٢ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٤ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝١٥ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝١٦ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝١٧ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝١٨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝١٩ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٢٠

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"ہلاکت ہے کم تولنے والوں کے لیے۔ جب وہ لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا تولتے ہیں، جب اُنھیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم تولتے ہیں۔ کیا اِنھیں یقین نہیں ہے کہ وہ اُٹھائے جائیں گے، عظیم دن کے لیے۔ اُس دن تمام لوگ رب العالمین کی بارگاہ میں

کھڑے ہوں گے۔ ہرگز نہیں فاجروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہے اور آپ کو کیا معلوم سجین کیا ہے؟ رقم شدہ کتاب ہے۔

اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے، جو قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اُس روز کو تجاوز کار و معصیت کار کے علاوہ کوئی اور نہیں جھٹلاتا۔ جب اُسے ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے یہ تو گزرے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔

ایسی بات ہرگز نہیں، بلکہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن کے دلوں پر زنگ چڑھ چکا ہے۔ ہرگز نہیں اس روز یقیناً وہ اپنے پروردگار کی رحمت سے دُور ہوں گے۔ پھر وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ پھر (اُن) سے کہا جائے گا، یہ وہی ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ ہرگز نہیں نیک لوگوں کا نامہ اعمال علیین میں ہے اور آپ کو کیا معلوم علیین کیا ہے؟ یہ رقم شدہ کتاب ہے، جس کے شاہد مقربین ہیں"۔

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝١ "ہلاکت ہے کم تولنے والوں کے لیے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپؐ پر اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کیونکہ ان دنوں اہلِ مدینہ میں بہت سے لوگ کم تولتے تھے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو انھوں نے کم تولنا چھوڑ دیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: خداوند تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں لفظ ویل کسی شخص کے لیے استعمال نہیں کیا مگر یہ کہ اس کو کافر کہا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝٣٧ (سورۂ مریم:۳۷)

"وائے ہے کافروں پر عظیم دن کے مشاہدہ سے"۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۝٤ (مطففین:۴)

"کیا اُنھیں یقین نہیں ہے کہ وہ اُٹھائے جائیں گے؟"

"یظن" جس کا مادہ "ظن" سے ہے۔ اس آیت میں یقین کے معنیٰ میں آیا ہے۔ اس بات کی شاہد وہ حدیث ہے، جو حضرت امام علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے اس زیر بحث آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ الیس

یوقنون انهم مبعوثون "کیا انھیں یقین نہیں ہے کہ وہ قبروں سے اُٹھیں گے"۔

آپؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "ظن" کی دو قسمیں ہیں: ایک ظن جس کا معنٰی "شک" ہے اور دوسرا جس کا معنٰی "یقین" ہے، جو ظن قرآن میں قیامت کے بارے میں آیا ہے وہ یقین کے معنٰی میں آیا ہے اور جو "ظن" دنیا کے بارے میں آیا ہے وہ "شک" کے معنٰی میں آیا ہے۔

سورج نیزے کے برابر ہوگا

مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سورج انسانوں کے اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک میل یا دو میل کی بلندی پر ہوگا۔ راوی کہتا ہے: میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ وہ میل زمین کی مسافت والے ہوں گے یا وہ میل جس سے آنکھوں میں سرمہ لگایا جاتا ہے؟

پھر آپؐ نے فرمایا: سورج کی حدت اس قدر ہوگی کہ ہر آدمی اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ بعض کی ایڑیوں تک پسینہ ہوگا، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کا پسینہ اُن کے لیے لگام بنا ہوا ہوگا۔

روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے منہ پر اپنی انگلیاں رکھ دیں کہ آپؐ نے اس اشارے سے بتایا کہ اس طرح پسینہ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی۔ مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

علیین کون ہیں؟

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

"ہرگز نہیں، نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے اور آپ کو کیا معلوم علیین کیا ہے؟ رقم شدہ کتاب ہے، جس کے شاہد مقربین ہیں"۔

اُصول کافی میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے ہمیں "اعلٰی علیین" سے پیدا فرمایا اور ہمارے پیروکاروں کے قلوب کو بھی اُس چیز سے پیدا کیا، جس سے ہمیں پیدا فرمایا اور ان کے ابدان کو "اعلٰی علیین" سے پیدا نہیں کیا۔ پس یہی وجہ ہے، اُن کے قلوب کا میلان ہماری طرف رہتا ہے۔ کیونکہ جس چیز سے ہماری تخلیق ہوئی ہے، اس سے ان کے قلوب کی تخلیق ہوئی ہے۔ پھر آپؑ نے ان زیر بحث آیات کی تلاوت فرمائی۔

آپ نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالٰی نے ہمارے دشمنوں کو "سجین" سے پیدا کیا اور اُن کے

پیروکاروں کے قلوب کو بھی "سجین" سے پیدا کیا اور ان کے ابدان کو کسی اور چیز سے پیدا فرمایا۔ یہی وجہ ہے ان کے قلوب کا میلان اُن کی طرف رہتا ہے۔ پھر آپؑ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ "ہرگز نہیں فاجروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہے اور آپ کو کیا معلوم سجین کیا ہے؟ رقم شدہ کتاب ہے؟"

سجین کیا ہے؟

تفسیر مجمع البیان میں براء بن عازب کی روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کافر کی روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کو سجین میں لکھ دو اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک خول ہے، سجین جہنم میں ایک گڑھا ہے اور "فلق" جہنم کا ایک منہ بند کردہ کنواں ہے اور سجین کھلے منہ والا گڑھا ہے۔ ابو ہریرہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

مومنین کی ارواح اور اعمال بلندیوں کا سفر کرتے ہیں

حضرت امام محمد باقر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مومنین کی اَرواح اور اُن کے اعمال آسمانوں کا سفر کرتے ہیں۔ جب وہ آسمانوں کے قریب آتے ہیں تو آسمانوں کے دروازے ان پر کھول دیئے جاتے ہیں۔ اِس طرح کافروں کے اعمال بھی اور اُن کی ارواح بھی آسمانوں کی طرف جاتی ہیں لیکن جب وہ آسمان کے قریب آتے ہیں تو ایک منادی ندا کرتا ہے۔ اِنھیں نیچے سجین کی طرف لے جاؤ اور سجین حضرموت میں ایک وادی ہے، جسے برھوت کہا گیا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ ایک بندہ کے اعمال خوشی خوشی آسمان کی طرف لے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کے اعمال سجین میں لے جاؤ، وہ اس لیے کہ اس کا مقصد میری رضا نہیں تھا۔

ایک حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے: سجین ساتویں زمین ہے اور علیین ساتواں آسمان ہے۔

حُب دنیا کی سزا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ان کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ اس گاؤں کے تمام لوگ مرے پڑے تھے۔ اُن کے طیور و وحوش وہ بھی سب موت سے ہمکنار ہو چکے تھے۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر آپؑ نے فرمایا: ان سب کی موت کا سبب صرف ایک ہے۔ اگر ان کے اعمال مختلف

ہوتے تو انھیں اجتماعی موت نہ آتی۔ کچھ پہلے مرتے، کچھ بعد میں مرتے، کچھ دفن ہوتے اور بعد میں مرنے والے دفن سے رہ جاتے۔

ان حواریوں نے آپؑ سے کہا: اے روح اللہ! اے کلمۃ اللہ! اللہ سے دعا مانگیں کہ انھیں ہمارے لیے زندہ فرما دے تاکہ وہ ہمیں بتائیں کہ وہ کون سے اعمالِ بد میں گرفتار تھے، جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں اپنی درخواست پیش کی تو انھیں فضا سے جواب ملا، آپ انھیں ندا دیں۔ یہ آپؑ کو اپنا حال بتا دیں گے۔ جب رات ہوئی تو جنابِ عیسیٰ علیہ السلام ایک بلند جگہ پر تشریف لے گئے اور وہاں آپؑ نے ان ہلاک شدگان کو آواز دی: اے بستی والو!

اُن میں سے کچھ نے آپؑ کو جواب دیتے ہوئے کہا: اے روح اللہ! اے کلمۃ اللہ! فرمائیں آپؑ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تمھاری ہلاکت تمھارے کون سے اعمال کا نتیجہ ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا: ہم طاغوتوں کی بندگی و اطاعت کرتے تھے اور دنیا سے محبت رکھتے تھے۔ ہمیں خدا کا کوئی خوف نہ تھا۔ ہماری آرزوئیں لمبی تھیں اور لہو و لعب میں مصروف رہتے تھے۔ آپؑ نے اُن سے پوچھا: تم دنیا سے محبت کس طرح کرتے تھے؟ اُنھوں نے کہا: جس طرح بچہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے۔ جب دنیا ہماری طرف متوجہ ہوتی تو ہماری خوشی کی انتہا ہو جاتی تھی۔ جب دنیا ہم سے جاتی تو ہم چیخنے اور چلّانے لگتے۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے کہا ہے کہ ہم طاغوت کی بندگی و اطاعت کرتے تھے، اس سے کیا مراد ہے؟ اُنھوں نے کہا: ہم معصیت کار لوگوں کی اطاعت کرتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: آخرکار تمھارا انجام کیا ہوا؟ انھوں نے کہا: ہم نے رات خیر و عافیت کے ساتھ گزاری۔ جب ہم نے صبح کی تو ہم ھاویہ میں تھے۔ آپؑ نے پوچھا: ھاویہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ھاویہ سجین ہے۔ آپؑ نے پوچھا: سجین کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا: چنگاریوں کا پہاڑ ہے جو قیامت کے دن ہم پر بھڑکایا جائے گا۔

دل پر سفید نکتہ

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

''ایسی بات ہرگز نہیں بلکہ اُن کے اعمال کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ چکا ہے''۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے دل پر سفید نکتہ نہ ہو۔ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو وہ سفید نکتہ سیاہ نکتہ میں بدل جاتا ہے۔ اگر انسان توبہ کرلے تو وہ سیاہی چلی جاتی ہے۔ اگر انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے تو وہ سیاہ نکتہ پھیلنے لگتا ہے اور سفیدی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جب دل کے سفید نکتے کی سفیدی

سیاہی میں بدل جائے تو ایسا آدمی کبھی بھی اچھائی و بھلائی کی طرف واپس نہیں آتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

"ایسی بات ہرگز نہیں، بلکہ اُن کے اعمال کی وجہ سے اُن کے دلوں پر زنگ چڑھ چکا ہے"۔

گناہوں کی بیماری کا پیغمبرانہ نسخہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپس میں مل بیٹھو اور مذاکرہ کرو، ایک دوسرے کو احادیث سناؤ۔ احادیث کا بیان دلوں کو منور کر دیتا ہے۔ دلوں پر اس طرح زنگ چڑھ جاتا ہے، جس طرح تلوار پر زنگ چڑھ جاتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾

"ہرگز نہیں اس روز وہ اپنے پروردگار کی رحمت سے دُور ہوں گے"۔

ایک آدمی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس زیر بحث آیت کے بارے میں پوچھا: مولا! اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کو مکان سے متصف نہیں کیا جاسکتا کہ وہ جس میں حلول کرے یا وہ حجاب میں محجوب ہو جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے ثواب و رحمت سے دُور ہوں گے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ

يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

"یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ خوبصورت تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ اُن کے چہروں سے ہی آپ نعمت کی تروتازگی پہچان لو گے۔ انھیں مُہر شدہ خالص مشروب پلائے جائیں گے۔ جس پر مشک کی مُہر ہوگی۔ رغبت رکھنے والوں کو اس کی طرف رغبت کرنی چاہیے۔ اِس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ وہ چشمہ جس کا پانی مقربین پئیں گے۔ بدکار لوگ دنیا میں ہمیشہ مومنین کا مذاق اُڑاتے تھے۔ جب وہ اُن کے پاس سے گزرتے تھے تو اشاروں سے اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔ اور وہ جب اپنے گھر والوں کی طرف پلٹتے تو اِتراتے ہوئے پلٹتے تھے۔ اور جب ان (اہلِ ایمان) کو دیکھتے تو کہتے: یہ گمراہ ہیں۔ یہ ان پر محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے۔ پس آج مومنین کافروں پر ہنس رہے ہیں۔ مرصع تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ کیا اب ان کافروں نے اپنے اعمال کا عوض لے لیا ہے؟"

جنت کے مشروبات

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ "انھیں مُہر شدہ خالص مشروب پلائے جائیں گے"۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

من اطعم مؤمنا من جوع اطعمه الله من ثمار الجنة ومن سقى مؤمنا من ظماء سقاء الله من الرحيق المختوم

"جس نے بھوکے مومن کو کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے میوہ جات کھلائے گا اور جس نے پیاسے مومن کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ اُسے مُہر شدہ جنت کے مشروبات سے سیراب فرمائے گا"۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی۔ اُس وصیت میں فرمایا:

یاعلی من ترك الخمر لغیرالله سقا الله من الرحیق المختوم فقال علیؑ: لغیرالله؟ قال نعم والله صیانة لنفسه فیشکره الله تعالٰی علی ذٰلك

"اے علیؑ! جو غیر اللہ کے لیے بھی شراب کو ترک کرے اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے مشروبات سے سیراب فرمائے گا۔ آپؑ نے عرض کیا: اللہ کے غیر کے لیے بھی اگر وہ شراب کو ترک کرے، پھر بھی اُسے جنت کے مشروبات پلائے جائیں گے۔ فرمایا: جی ہاں! جو شخص اپنی جان کی حفاظت کے لیے بھی دنیا کی شراب کو چھوڑ دے، اللہ اُسے رحیق مختوم سے سیراب کرے گا"۔

مجمع البیان میں حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے گرمی کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اُس رحیق مختوم سے سیراب فرمائے گا۔

روضہ کافی میں منقول ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے ابن مریم! میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، اگر تو دیکھ لے تو ان کو پانے کے شوق میں تیری روح پرواز کر جائے۔ جنت میں جو گھر ہے دنیا کے گھر جیسا گھر نہیں ہے۔ جس گھر کے پڑوسی طیب و طاہر لوگ ہیں، جن گھروں میں ملائکہ مقربین کی آمدورفت ہے، وہ ایسے گھر ہیں، جن میں موجود نعمتوں میں کوئی تغیر نہیں آئے گا۔ وہاں رہنے والوں کو کوئی زوال نہیں آئے گا۔ اے ابن مریمؑ! سبقت کرنے والوں کے ساتھ سبقت کرو۔ اے ابن مریمؑ! سعادت مندی تمھارا مقدر ہے۔ اگر تو عمل کرنے والا ہے تو پھر تو اپنے آباؤاجداد جناب آدمؑ و جناب ابراہیمؑ کے ساتھ جنت میں ہوگا اور نعمتوں میں ہوگا، جس میں کوئی ردوبدل نہیں ہوگا۔ میں نے متقین کو بھی یہی اجر دینا ہے۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ "وہ چشمہ جس کا پانی مقربین پئیں گے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر قمی میں نقل کیا ہے: اس زیر بحث آیت کے مصداق حضرات آل محمد علیہم السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ "اور سبقت لے جانے والے تو آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی وہ مقرب لوگ ہیں۔ (سورۂ واقعہ: ۱۰-۱۱) کے مصداق رسول اللہ ﷺ، حضرت خدیجہؑ اور حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

سُورَۃُ الاِنشِقَاقِ

سورۂ انشقاق کے مضامین

اس سورہ کا آغاز قیامت کے احوال سے کیا گیا ہے۔ نیک و صالح لوگوں اور گناہگاروں کے اعمال کے حساب کی طرف اشارے موجود ہیں۔ اس سورہ میں اُن عقائد کا ذکر ہے جو عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔ آخر میں انسانی زندگی کو زیر بحث لایا گیا ہے کہ انسان کی دنیاوی زندگی اور اُخروی زندگی کی حقیقت کیا ہے۔ علاوہ ازیں نیک و بد اعمال اور ان کی سزا وجزا کی بات موجود ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو آدمی ان دونوں سورتوں "انفطار" اور "انشقاق" کو پڑھے گا اور نمازِ فریضہ و نافلہ میں اپنا نصب العین بنائے، اللہ اس کو اس کی خواہشات کے مطابق عطا کرے گا۔ کوئی چیز اس کے بعد اس کے اور خدا کے درمیان حائل نہیں ہوگی۔ وہ ہمیشہ لطفِ خدا پر نظر رکھے گا، اور خدا اس پر نظر رکھے گا یہاں تک کہ لوگوں کے حساب سے فارغ ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ انشقاق کو پڑھے تو اللہ روزِ قیامت اسے شر سے امان میں رکھے گا کہ اس کا نامۂ اعمال پسِ پشت دیا جائے۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ﴿۷﴾ فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا ۙ﴿۸﴾ وَّ یَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَہۡرِہٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ یَصۡلٰی سَعِیۡرًا ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّہٗ کَانَ فِیۡۤ اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ﴿۱۳﴾ اِنَّہٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ﴿ۚۛ۱۴﴾ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیۡرًا ؕ﴿۱۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''جس وقت آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور جب زمین وسیع کردی جائے گی، اور جو کچھ اس کے اندر ہے، اُسے اُگل کر رکھ دے گی اور خالی ہوجائے گی اور اپنے رب کے امر کو تسلیم کرلے گی اور ایسا ہی ہونے کے لائق ہے۔
اے انسان! تو رنج و تکلیف اُٹھا کر اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہے اور اُس سے ملاقات کرنے والا ہے۔ پس جس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے۔ اُس سے عنقریب آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور وہ خوشی و مسرت کے ساتھ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹے گا۔ اور جس کا نامۂ اعمال اس کی پشت کی طرف سے دیا جائے گا تو عنقریب

اس کی فریاد بلند ہوگی کہ مجھ پر وائے ہو کہ میں ہلاک ہوگیا ہوں، اور وہ جہنم کی آگ میں جھلسے گا۔

بے شک یہ اپنے گھر والوں میں شاداں و فرحاں رہتا تھا۔ اُس کا گمان تھا، اُسے پلٹ کر (اللہ کے حضور) جانا ہی نہیں۔ جی ہاں! اُس کا رب یقیناً اُس (کے اعمال) کو دیکھ رہا تھا"۔

تفسیر آیات

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝ "جس وقت آسمان پھٹ جائے گا"۔

علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے: جس وقت قیامت قائم ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا۔

جناب شیخ الطائفہ نے اپنی "مصباح" میں ایک دعا نقل کی ہے، جس کی روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی گئی ہے:

واسألك باسمك الذی وضعته علی الجبال فنسفت ووضعته علی الجبال فانشقت

"میں تیرے اس اسمِ مبارک کے توسط سے سوال کرتا ہوں، جسے تو نے پہاڑوں پر رکھا تو وہ گرد و غبار بن کر اُڑ گئے۔ اگر آسمانوں پر رکھا تو وہ پھٹ گئے"۔

وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ "اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا"۔

"اذنت" اصل میں "اُذن" سے لیا گیا ہے اور "اُذن" کے معنی کان کے ہیں۔ یہاں "اذنت" کا معنی کان لگا کر سننے کے ہیں۔ حکم کی اطاعت اس سے کنایہ ہے۔

وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝

"اور جب زمین وسیع کردی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے، اُسے اُگل کر رکھ دے گی اور خالی ہوجائے گی"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ تمد الارض زمین پھیل جائے گی اور پھٹ جائے گی تو لوگ اُس سے باہر آجائیں گے۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝

"اُس سے عنقریب آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا"۔

یعنی جن لوگوں کی نیکیوں کا پلڑا وزنی ہوگا یا وہ لوگ جو توبہ کر چکے ہوں گے اور نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا تو اُنھیں حساب کی سختیوں سے بچا لیا جائے گا اور وہ اپنے بہشتی مکانات میں اپنی حوروں کی طرف آئیں گے۔

وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰

مروی ہے کہ اہلِ جہنم کے دائیں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے اور ان کا بایاں ہاتھ پسِ پشت ہوگا لہٰذا اُسے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا۔

ثُبُوۡرًا، ثبور کا معنی ہلاکت و مصیبت ہے۔ یعنی وہ اس وقت واثبورا کی صدا لگائیں گے، یعنی ہائے ہلاکت۔

، کافر لوگ اِسی دنیاوی زندگی سے خوش رہتے ہیں اور اُنھیں آخرت کی کوئی فکر نہیں ہوتی لیکن مومن اس دنیا میں غمگین رہتے ہیں کیونکہ اُنھیں آخرت کی فکر بے چین کیے رکھتی ہے اس لیے حدیث میں آیا ہے:

اَلدُّنۡیَا سِجۡنٌ لِلۡمُؤۡمِنِ وَجَنَّۃٌ لِلۡکَافِرِ

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے"۔

وماوسق، وسق کا معنی ہے جمع کرنا اور رات کی آمد پر ہر شے کو اپنی جگہ پر واپس لاتی ہے اس لیے ہر ذی رُوح کی قسم مراد ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ رات ہوتی ہے تو ستارے آجاتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو وہ غروب کر جاتے ہیں لہٰذا یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے ستاروں کی قسم مراد ہو۔

اتَّسَقَ، وَسَقَ سے مشتق ہے اور باب افتعال ہے جس کا معنٰی ہے جمع ہونا لیکن یہاں کمال کے معنٰی میں آیا ہے۔

طبقًا عن طبقٍ، یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف۔

روایات میں آیا ہے: جب رسول اللہ ﷺ کو معراج نصیب ہوا تو آپ ﷺ کو خطاب ہوا: اے نبیؐ! درجہ بہ درجہ آگے بڑھتے جاؤ یا اس سے مراد اہلِ ایمان ہیں کہ تم لوگ درجہ بہ درجہ منازل آخرت کو طے کرو گے اور یہ بھی امکان ہے کہ اس کے ذریعے ہر انسان کو خطاب ہو کہ تم نے دنیا میں درجہ بہ درجہ بڑھنا ہے اور موت کے بعد حیات پھر موت، پھر برزخ، پھر حشر، پھر حساب وغیرہ۔ حساب کے ساتھ نرمی یا سختی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے پیدائشی ترتیب مراد ہو کہ پہلے نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ، پھر ہڈیاں اور اُن پر گوشت، پھر اس کے بعد والی منازل جنین، ولید، رضیع، فطیم، یافع، ناشی، متررع، مراہق، محتلم، بالغ، امرد، ملتحی، مستوی، شاب، کہل، شیخ اور ہرم، یہ سب منازل طے کرنے کے بعد موت سے ہمکنار ہو جاؤ گے، یعنی پیدا ہونے سے مرنے تک طبق در طبق اور درجہ بہ درجہ حالات تبدیل کرو گے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ تم بھی گذشتہ اُمتوں کی طرح اُن کے اعمال کرو گے جو کام انھوں نے کیے تھے تم بھی وہی

کرو گے۔

تفسیر برہان میں آیا ہے کہ شبِ معراج حضورؐ کو خطاب ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جب میں منزلِ قاب قوسین پر پہنچا تو اس وقت ارشاد ہوا: اِقرأ مِنِّي عَلِيَّ ابنِ اَبِي طَالِب السَّلام یعنی اے محمدؐ! جب واپس زمین پر جانا تو علیؑ تک میرا سلام پہنچا دینا اور انھیں یہ بھی کہنا: اِنِّي اُحِبُّهُ وَاُحِبُّ مَنْ يُحِبُّه، کہ میں انھیں محبوب رکھتا ہوں اور جو اُن سے محبت رکھتا ہے اسے بھی محبوب رکھتا ہوں، کیونکہ علیؑ سے مجھے محبت ہے اس لیے میں نے اس کا نام اپنے نام سے تجویز کیا ہے کہ میں علی عظیم ہوں اور وہ علیؑ ہے اور میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے اور اگر کوئی شخص میری ایک ہزار پچاس سال عبادت کرے اور محشر کے دن میرے حضور پیش ہو تو اس کی تمام عبادت میرے نزدیک علیؑ کی ایک نیکی کے برابر ہوگی۔

کتاب احتجاج طبرسی میں منقول ہے: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ مختلف طبقوں میں تقسیم ہو جائیں گے، اُن میں کچھ وہ ہوں گے جن کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ اس کی حالت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے (وَّيَنۡقَلِبُ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ؁۹) اُس سے عنقریب آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا، اور کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا سے دل نہیں لگایا تھا اور اپنی پوری زندگی اللہ کے لیے گزار دی تھی اور جن لوگوں نے دنیا سے دل لگایا اور اُس کے ہو کر رہے تھے تو ان کا حساب شدید ترین ہوگا اور اُنھیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین ایسے کام ہیں جن کی وجہ سے حساب نہایت آسان ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُنھیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ صحابہ نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! وہ تین عمل کون سے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جو تجھے محروم کرے تو اُسے عطا کر، جو تجھ سے تعلق توڑے تو اُس سے تعلق جوڑ، جو تجھ پر ظلم کرے تو اُسے معاف کر دے۔

جوامع الجامع میں حدیث ہے: آسان حساب وہ ہے جس کی تفصیلات کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔ روایت میں یہ بھی آیا ہے: "حساب یسیر" کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا اور اس کی برائیوں سے درگزر کیا جائے گا اور جس کے حساب کی تفصیلات سامنے رکھی گئیں تو وہ ضرور معذب ہوگا۔

مومن کو خوش کرنے کا اجر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مطول حدیث میں فرمایا: اللہ تعالیٰ جب قیامت کے روز ایک مومن کو قبر سے

نکالے گا جب وہ اپنی قبر سے باہر نکلے گا تو اس کے ساتھ اُس کی مثل آدمی بھی قبر سے باہر آئے گا اور وہ اُس کے آگے آگے چلنے لگے گا۔ جب مومن کی نگاہ قیامت کی ہولناکیوں پر پڑے گی تو وہ پریشان ہوگا۔ اُس وقت اس کی وہ مثال اُسے کہے گا: تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تو خوفزدہ مت ہو۔ تجھے اللہ کی طرف سے مسرت وکرامت کی بشارت ہو۔ آخرکار وہ اللہ کے حضور آن کھڑا ہوگا تو اس کا حساب نہایت ہی آسانی کے ساتھ فوراً ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے جنت جانے کا حکم دے دے گا۔ جب وہ جنت کی طرف جارہا ہوگا تو اُس جیسا آدمی بھی اس کے آگے آگے چلا جارہا ہوگا۔ اس وقت وہ مومن اُسے کہے گا: میری قبر سے میرے ساتھ نکلنے والے تجھ پر اللہ کی رحمت ہو، تو مجھے میرے پروردگار کی طرف سے مسلسل خوشخبری دیتا رہا ہے تو کون ہے؟ وہ کہے گا: میں وہ مسرور ومسرت ہوں، جو تو نے اپنے برادر ایمانی کے دل میں اُس دنیا میں پیدا کیا تھا، یعنی تو نے اُسے خوش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا تاکہ میں تجھے جنت کی بشارت دوں۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ﴿۱۲﴾

"اور جس کا نامۂ اعمال اس کی پشت کی طرف سے دیا جائے گا تو عنقریب اس کی فریاد بلند ہوگی کہ مجھ پر وائے ہو کہ میں ہلاک ہوگیا ہوں اور وہ جہنم کی آگ میں جھلسے گا"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر قمی میں ابوالجارود کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا، وہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسود بن ہلال مخزومی ہے جو قبیلہ بنومخزوم کا فرد تھا۔ اور جس کی پشت کے پیچھے اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا وہ اس کا بھائی الاسود بن عبدالاسود بن ہلال مخزومی ہے، جسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔

اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ "اُس کا گمان تھا کہ اُسے پلٹ کر (اللہ کے حضور) جانا ہی نہیں ہے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر قمی میں نقل کیا ہے: "ثبور" کا معنیٰ ہے: فریاد بلند کرنا۔ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ اُسے قیامت کے دن محشور نہیں ہونا، یعنی موت کے بعد نشور نہیں ہے۔

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ

بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

''شفق کی قسم! اور رات کی اور جسے وہ جمع کر لیتی ہے اور چاند کی قسم! جب وہ کامل ہوتا ہے۔ تمھیں مرحلہ بہ مرحلہ ضرور منتقل ہونا ہے۔ پس وہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اور جب اُنھیں قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے بلکہ یہ کفار جھٹلاتے ہیں۔
اور جو کچھ ان کے قلوب میں ہے، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ پس اُنھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور اعمالِ صالح انجام دیتے ہیں تو اُن کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے''۔

تفسیر آیات

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ ''شفق کی قسم''۔
شفق اُس سرخی کو کہا جاتا ہے جو غروبِ شمس کے بعد آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ ''تمھیں مرحلہ بہ مرحلہ ضرور منتقل ہونا ہے''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم مختلف حالات سے دوچار ہو گے۔ جس طرح پہلی اُمتیں چلتی رہی ہیں تم بھی اُن کی پیروی میں چلتے رہو گے۔ اُن کے راستے سے ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہو گے۔ اگر اُن میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا تو تم بھی ضرور داخل ہو گے۔

لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ اس کے ذریعے تنبیہ کی گئی ہے کہ اے کفار! تم ایمان کیوں نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اللہ کے حضور کیوں نہیں جھکتے۔

روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ انشقاق کی تلاوت فرما لیتے تو سجدہ میں گر جایا کرتے تھے۔

يُوْعُوْنَ، وِعَاءٌ سے مشتق ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کہ وہ جو کچھ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، اللہ اُن کے تمام رازوں کو جانتا ہے اس لیے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے دل وعاء ہیں، اس لیے ان میں اچھی باتیں رکھا کرو۔

سُورَۃُ البُرُوج

سورة البروج مكّية آياتها ٢٢ و ركوعاتها ١

"سورۂ بروج مکّہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بائیس آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۂ بروج کے مضامین

اس سورہ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو قرآن نے ذات الاخدود کہا ہے، جنھوں نے اپنے زمانے کے مومنین کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں جھونک دیا تھا۔ یہ سورہ بتاتی ہے کہ ان کا انجام کیا ہوا۔ اِس سورہ سے یہ درس ملتا ہے کہ ظالموں کا انجام بھیانک و دردناک ہے۔ اس سورہ کے اِس واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ اہلِ ایمان کو ہمیشہ حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

اس سورہ میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم قومِ عاد وثمود اور فرعون وغیرہ طاقت ور قوموں کی داستانوں کو دہرایا تو تمھارا انجام بھی عبرت ناک ہوگا کیونکہ خداوند تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے، اُس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ آخر میں قرآن کریم کی حقانیت کا تذکرہ ہے کہ وہ لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔

سورۂ بروج کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے سورۂ بروج کی تلاوت اپنی فریضہ نمازوں میں کی، اللہ اُسے انبیا علیہم السلام کے ساتھ محشور فرمائے گا کیونکہ سورۂ بروج انبیاء کی سورہ ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ بروج کی تلاوت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے دنیا کے ہر جمعہ اور ہر عرفہ کی تعداد کے مطابق دس گناہ زیادہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔

OOO

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ① وَالۡیَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ② وَشَاہِدٍ وَّمَشۡہُوۡدٍ ③ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ⑤ اِذۡ ہُمۡ عَلَیۡہَا قُعُوۡدٌ ⑥ وَّہُمۡ عَلٰی مَا یَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ شُہُوۡدٌ ⑦ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ⑧ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ⑨ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَلَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ⑩ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۬ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ ⑪ اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدٌ ⑫

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''قسم ہے، برجوں والے آسمان کی، اور قسم ہے وعدہ کیے گئے دن کی۔ شاہد کی قسم اور اس چیز کی جس کی گواہی دی جائے گی۔ ہلاک ہو جائیں اُخدود والے، جو نار تھی جو ایندھن والی ہے۔ جس وقت وہ اس (خندق) کے کنارے پر بیٹھے تھے اور وہ جو کچھ مومنین کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے۔

اور وہ ان (مومنین) سے صرف اس وجہ سے عداوت رکھتے تھے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے جو بڑا غالب آنے والا اور لائق ستائش ہے۔

وہی (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی جس کے لیے ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔
جنھوں نے مومنین و مومنات پر تشدد کیا۔ پھر توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے
اور ان کے لیے جلانے والا عذاب ہے۔
جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے صالح اعمال انجام دیئے ان کے لیے جنت میں باغات
ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ آپ کے پروردگار کی
گرفت بہت سخت ہے"۔

تفسیر آیات

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ "قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی"۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپؐ کے بعد کتنے امام ہوں گے تو آپؐ نے اس زیر بحث آیت کی تلاوت کی (وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ)۔ آپؐ نے فرمایا: جتنے آسمان کے برج ہیں وہ بھی اتنے ہیں، جتنے سال کے مہینے ہیں، ان کی تعداد بھی اتنی ہے۔

سورج کے تین سو ساٹھ برج

اصبغ بن نباتہ کی روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: سورج کے ۳۶۰ برج ہیں۔ ہر برج عرب کے ایک جزیرہ کی مثل ہے۔ سورج ہر دن ایک برج میں رہتا ہے۔ جب وہ غائب ہوتا ہے تو وہ عرش کے نیچے آجاتا ہے۔ صبح تک وہاں سجدہ ریز رہتا ہے۔ پھر واپس اپنے مطلع پر آتا ہے۔ دو فرشتے بھی اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ "اور قسم ہے وعدہ کیے گئے دن کی"۔

تفسیر قمی اور تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ سے مراد قیامت کا دن ہے۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ "اور شاہد کی قسم اور اس چیز کی، جس کی گواہی دی جائے گی"۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شاہد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مشہود امیر المومنین امام علی علیہ السلام ہیں۔

کتاب معانی الاخبار میں آیا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور جب اس مندرجہ بالا آیت کے بارے میں

پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے۔

حدیث میں ہے: ایک شخص مسجد نبویؐ میں داخل ہوا اُس نے کسی کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کر رہا تھا وہ کہتا ہے کہ میں اس کے پاس گیا۔ میں نے اُس شخص سے اس زیر بحث آیت کی تفسیر پوچھی تو اُس نے کہا: شاہد سے مراد جمعہ ہے اور مشہود سے مراد یوم عرفہ ہے۔

وہ کہتا ہے: میں وہاں سے چل کر ایک دوسرے آدمی کے پاس آیا۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کر رہا تھا۔ میں نے اُسی سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ اُس نے کہا: شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عید قربان کا دن ہے۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا اور ایک نوجوان کے پاس پہنچا۔ وہ نوجوان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کر رہا تھا جو حُسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا۔ اُس سے تفسیر پوچھی تو اُس نے کہا: شاہد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مشہود قیامت کا دن ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یاایها النبی انا ارسلنٰك شاهداً ومبشراً

"اے نبیؐ! میں نے آپ کو شاہد اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے"۔

راوی کہتا ہے: میں نے اُس سے پوچھا: پہلا آدمی کون تھا؟ اس نے کہا: ابن عباس تھے۔ میں نے پوچھا: دوسرا آدمی کون تھا؟ اُس نے کہا: عبداللہ بن عمر تھے۔ میں نے کہا: تیسرا آدمی کون تھا؟ اُس نے کہا: وہ حسین بن علی علیہ السلام تھے۔

لیل و نہار شاہد ہیں اور ابن آدمؑ مشہود ہے

مضٰی امسك شهيداً معدلاً — وخلفت فی یوم علیك شهيد

فان انت بالامس اقترفت اسائةً — فقيّد باحسان وانت حميد

فلا ترج فعل الخير يوماً الی غد — لعل غداً ياتی وانت فقيد

"تیرا کل جو ماضی کا حصہ بن گیا ہے اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی تو وہ تجھ پر گواہ ہے۔ اگر تو نے اپنے آپ کو گناہ سے بچالیا ہے تو تو نے اچھائی حاصل کی، جس کی وجہ سے تو قابلِ تعریف ہے۔ اچھے کام کو اگلے دن کے لیے مؤخر نہ کر، شاید وہ دن تو آجائے لیکن تو موجود نہ ہو"۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا

صحیفۂ سجادیہ میں حضرت امام سجاد علیہ السلام کی صبح و شام کی دعا موجود ہے، آپؑ اس میں فرماتے ہیں:

وھذا یوم حادث جدید وھو علینا شاھد عتید

وان احسنّا ودّعنا بحمد وان اسأنا فارقنا بذم

"یہ نیا دن جو ہم پر طلوع ہوا ہے یہ ہم پر شاہد و گواہ ہے۔ اگر ہم نے بھلائی کے کاموں کو اپنایا تو ہمیں اچھائی اور توصیف کے ساتھ وداع کرے گا۔ اگر ہم نے بُرائی سے کام لیا تو ہماری مذمت کرتے ہوئے ہمیں چھوڑ دیتا ہے"۔

اصحابِ اُخدود کون تھے؟

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾

"ہلاک ہو جائیں اُخدود والے، جو نار تھی جو ایندھن والی ہے"۔

مفسرین کے درمیان اس واقعہ میں اختلاف ہے۔ سب سے زیادہ مشہور واقعہ یہ ہے کہ یہ واقعہ یمن کے قبیلہ حمیر کے ذُونواس نامی بادشاہ کے زمانے کا ہے۔ ذُونواس حمیر قبیلے کا ایک فرد تھا، وہ یہودی ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کا اپنا سارا قبیلہ بھی یہودی ہو گیا۔ اُس نے اپنا نام یوسف رکھ لیا۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آخر ایک زمانہ ایسا آیا کہ کسی نے اُسے بتایا کہ سرزمین نجران جو یمن کا شمالی حصّہ ہے، اس میں ابھی تک ایک نصرانی گروہ اپنے مذہب پر قائم ہے۔ اُس کے ہم مذہب لوگوں نے اُسے اُبھارا کہ اہلِ نجران کے لوگوں کو یہودی بنا لیا جائے، بادشاہ نجران کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو اکٹھا کیا اور اُن کے سامنے دین یہود پیش کیا کہ وہ اُسے قبول کر لیں لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور اُنھوں نے شہادت قبول کرنے کا عزم کر لیا۔

ذُونواس نے حکم دیا کہ خندقیں کھودی جائیں پھر ان میں لکڑیاں ڈالی گئیں اور اُنھیں آگ لگا دی گئی۔ ذُونواس اور اُس کے ساتھیوں نے نصرانیوں کے ایک گروہ کو پکڑ کر اس آگ میں زندہ جلا دیا اور دوسرے گروہ کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس طرح آگ میں جلنے والوں اور تلوار سے قتل ہونے والوں کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

کتاب محاسن برقی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے حبشہ کے لوگوں میں ایک نبی ان پر مبعوث فرمایا۔ اُن لوگوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا، ان کے درمیان جنگ ہوئی۔ ان لوگوں نے اس نبی کے اصحاب میں سے ایک گروہ کو قتل کیا اور ایک گروہ کو اس پیغمبر سمیت گرفتار کیا۔ ایک جگہ آگ تیار کی اور لوگوں کو اُس کے قریب بلایا اور کہا: جو شخص ہمارے دین پر ہے، وہ ایک طرف ہو جائے اور جو اس گروہ کے دین پر ہے وہ اپنے آپ کو آگ میں ڈال دے۔ پیغمبر کے

ساتھی جو قیدی بنائے گئے تھے، وہ آگ میں کودنے پر ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔ اس دوران ایک خاتون وہاں آئی جس کی گود میں ایک ماہ کا بچہ تھا۔ جس وقت عورت نے چاہا کہ وہ بھی آگ میں چھلانگ لگا دے تو ماں کی ممتا آڑے آئی۔ اُس ایک ماہ کے بچے نے اُسے کہا: اے اماں جان! خوف مت کھاؤ۔ آپ خود بھی اس آگ میں چھلانگ لگائیں اور مجھے بھی ڈال دیں۔ اللہ کی قسم! یہ چیز اللہ کے راستے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ بچہ بھی اُن افراد میں سے تھا، جنھوں نے گہوارے میں کلام کیا۔

ایک اور روایت میں جو حضرت امام علی علیہ السلام سے منقول ہے، آپؑ نے فرمایا: وہ اہل کتاب مجوسی تھے، جو اپنی کتاب پر عمل کرتے تھے۔ ان کے بادشاہوں میں سے ایک نے اپنی بہن سے مباشرت کی اور خواہش ظاہر کی کہ بہن سے شادی کو جائز قرار دے لیکن لوگوں نے قبول نہ کیا۔ بادشاہ نے ان انکار کرنے والوں میں سے بہت سوں کو جلتی ہوئی آگ کی خندق میں ڈلوا دیا۔

تفسیر مجمع البیان میں صحیح مسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

گذشتہ زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس نے اپنی رعایا پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے ایک جادوگر کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں۔ وقت گزرتا رہا، وہ بادشاہ حکومت کرتا رہا۔ آخر وہ جادوگر اپنے بڑھاپے کی عمر میں پہنچ گیا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا کہ اُسے ایک لڑکا دیا جائے تاکہ میں اُسے اپنا یہ فن سکھلا سکوں تاکہ میرے بعد وہ حکومتی فرائض کو ادا کرے۔ بادشاہ نے ایک لڑکا جادوگر کے حوالے کر دیا اور اُس نے اس کی تربیت شروع کر دی۔ اتفاق کی بات ہے کہ بادشاہ اور جادوگر کے منازل کے درمیان ایک راہب کا مکان تھا جو نہایت ہی عبادت گزار تھا۔ جب وہ لڑکا وہاں سے گزرتا تو اس راہب کی نصیحتوں کو سننے کے لیے کچھ دیر کے لیے اس کے پاس ٹھہر جاتا تھا جس کی وجہ سے اُسے جادوگر کے پاس پہنچنے میں دیر ہو جاتی تھی۔ جادوگر اُسے سزا دیتا تھا اور اگر وہ گھر دیر سے جاتا تو اُسے گھر والے سزا دیتے۔ پس اُس لڑکے نے اپنی اس مشکل کو راہب کے سامنے رکھا تو اُس نے کہا: میرا نام تم کبھی نہ لینا۔ اگر گھر والے دیر کی وجہ پوچھیں تو کہہ دینا کہ جادوگر نے روک لیا تھا۔ اگر جادوگر وجہ پوچھے تو گھر والوں کا نام لے لیا کریں کہ انھوں نے روک دیا تھا۔ اس طریقے سے اس لڑکے نے اس راہب سے دین سیکھ لیا۔ ایک دفعہ ایک خونخوار درندے نے لوگوں پر حملہ کر دیا اور اسی لڑکے کا اُدھر سے گزر ہوا۔ پس اُس نے ایک پتھر اُٹھایا اور دعا مانگی کہ اے میرے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو اس درندے کو موت دے دے۔ پس اُس نے زور سے اُس درندے کو پتھر دے مارا جس سے وہ درندہ مر گیا اور لوگ اُس سے نجات پا کر اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔

لڑکے نے اس واقعہ کا تذکرہ اُس راہب سے کیا تو اُس نے کہا: اے میرے بیٹے! تم پر ایک امتحان آئے گا لیکن یہ

یاد رکھنا میرے بارے میں کسی سے بات نہ کرنا۔ آخرکار وہ لڑکا نہایت ہی دین دار اور مستجاب الدعوات ہو گیا۔ حتیٰ کہ کوڑھ اور برص کے مریض اُس سے شفا پا جاتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ کے مقربین میں سے ایک آدمی نابینا ہو گیا تو اُس نے اُس لڑکے کو کافی دولت کی پیش کش کی کہ وہ اُسے شفایاب کر دے۔ لڑکے نے اُسے جواب دیا کہ وہ کسی کو کوئی شفا نہیں دے سکتا کیونکہ یہ اللہ کا کام ہے۔ ہاں اگر تو ایمان لے آئے تو میں تیرے لیے اللہ سے دعا کروں گا اور اللہ تجھے بینا کر دے گا۔ وہ اس لڑکے کی بات کو مان کر ایمان لے آیا اور لڑکے نے اس کے حق میں دعا کی تو اللہ نے اس کی دعا سن لی اور اُس آدمی کو بینائی مل گئی۔ پس جب وہ آدمی شاہی دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے اُس سے پوچھا: تجھے کس نے شفا دی ہے؟ اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ اُسے اللہ نے شفا دی ہے۔ بادشاہ نے کہا: میرے علاوہ اور کوئی اللہ ہے؟ اُس نے کہا: اللہ وہ ہے جو تیرا بھی اللہ ہے اور میرا بھی اللہ ہے۔ بادشاہ نے پوچھا: تجھے کس نے یہ سبق سکھایا ہے؟ اُس نے اُس لڑکے کا نام لیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے دربار میں بلایا اور اُس سے پوچھا: کیا تو لوگوں کو شفایاب دیتا ہے؟ اُس نے جواب دیا: میں تو شفا نہیں دیتا بلکہ میرا اللہ شفا دیتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ بھی کوئی اللہ ہے؟ لڑکے نے جواب دیا: ہاں وہ خدا ہے جو تیرا بھی خدا ہے اور میرا بھی خدا ہے۔ اُس نے اُس پر تشدد کیا اور لڑکے نے راہب کا نام بتا دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ راہب کو آرے کے ساتھ چیر دیا جائے اور اس لڑکے کے لیے حکم جاری کیا کہ اگر وہ اپنے دین کو نہ چھوڑے تو اُسے پہاڑ کی چوٹی سے زمین کی طرف گرا دیا جائے تاکہ اس کی ہڈیاں پسلیاں چُور چُور ہو جائیں۔ جب اس لڑکے کو لوگ لے کر جا رہے تھے تو اس نے اپنے اللہ سے دعا مانگی کہ اُسے ان لوگوں کے شر سے نجات دے دے، پس پہاڑ کو زلزلہ آیا اور وہ سب کے سب مر گئے اور لڑکا صحیح و سالم واپس شاہی دربار میں پہنچا اور اُس نے بادشاہ سے کہہ دیا کہ اللہ نے اُسے بچا لیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُس کو سمندر میں لے جا کر غرق کر دو۔ چنانچہ جب لوگ اُسے گرفتار کر کے کشتی میں سوار کر کے لے جا رہے تھے کہ اُسے سمندر میں ڈال دیں تو پھر اُس نے دعا مانگی اور اس کی دعا سے کشتی اُلٹ گئی اور حکومتی آدمی سب پانی میں ڈوب گئے اور لڑکا زندہ بچ گیا اور واپس بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اُس نے کہا: اللہ نے اُسے بچا لیا ہے۔ اس کے بعد اُس لڑکے نے بادشاہ سے کہا: اگر تو مجھے مروانا چاہتا ہے تو جس طرح میں کہوں تو اس طریقہ سے مجھے قتل کر، تب تو کامیاب ہو گا اور وہ طریقہ یہ ہے کہ تم اپنی تمام رعایا کو جمع کر اور مجھے کھجور کے تنے پر لٹکا دے اور تیر کو کمان میں رکھ کر یہ کلمہ کہو کہ میں اس لڑکے کے پروردگار کے نام سے تیر مار رہا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اس طرح کیا اور تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر لگا اور وہ لڑکا شہید ہو گیا اور تمام حاضرین نے اس وقت کلمۂ توحید پڑھا اور کہا کہ ہم اس لڑکے کے خدا پر ایمان لائے ہیں۔ بادشاہ کے بعض مصاحبین نے اُسے کہا کہ لڑکا اپنی قربانی دے کر لوگوں کو توحید کا سبق دینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ وہ خود تو مر گیا لیکن ہزاروں لوگوں کو

مسلمان کر گیا ہے۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اُس نے گڑھے کھودنے کا حکم دیا اور اُس میں لکڑیاں ڈلوائیں اور انھیں آگ لگا دی اور لوگوں کو اُن گڑھوں میں ڈالنے کا حکم دے دیا جو ایمان لائے تھے لیکن مومن لوگ اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے ان گڑھوں میں چھلانگ لگانے لگے اور آخر سب ان آگ کے گڑھوں میں جل گئے۔

ابن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کے دورِ حکومت میں یہ اطلاع ملی کہ لوگوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو اس میں سے ایک نوجوان کی لاش برآمد ہوئی جس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے انھیں حکم دیا کہ اس جگہ کو بند کر دو اور اُسے وہیں دفن کر دو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے جنھوں نے گڑھے کھدوا کر آگ جلائی تھی ان کی تعداد دس ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ ان کی تعداد تین ہے۔ ایک شام میں تھا جس کا نام انطیاخوس تھا جو رُومی باشندہ تھا، دوسرا فارس میں تھا، اس کا نام بخت نصر تھا۔ تیسرا سرزمین عرب میں تھا۔ نجران کا رہنے والا تھا جس کا نام یوسف بن ذوالنواس تھا۔ اس کی داستان کچھ یوں ہے: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اُٹھا لیا گیا تو اُس وقت پورے عرب میں انجیل کے دو قاری تھے: ایک سرزمین تہامہ میں تھا اور دوسرا نجران میں جو علاقہ یمن میں تھا۔ پس یہ نجران والا قاری کسی امیر آدمی کے ہاں ملازم تھا اور وہ انجیل کی تلاوت کرتا تھا۔ اُس امیر کی لڑکی نے ایک دفعہ دیکھا کہ انجیل پڑھتے ہوئے اُس کے چہرے سے نور ساطع ہے تو اُس لڑکی نے اپنے والد کو بتایا کہ ان کا ملازم ایسا کلام پڑھتا ہے جس کی وجہ سے اس کے چہرہ سے نور ساطع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اُس امیر آدمی نے اس نور کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنے ملازم کو اپنے ہاں بلایا اور اس سے اس نور کی حقیقت دریافت کی تو اس نے اس کے اصرار پر بتایا کہ وہ دین عیسوی پر ہے اور انجیل کی تلاوت کرتا ہے۔ پس وہ آدمی اپنے پورے خاندان سمیت ایمان لے آیا۔ جب یوسف بن ذونواس بن شراحیل تبع حمیری کو اس معاملہ کی اطلاع ملی تو اس نے خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ روشن کی۔ پس جو شخص دین عیسیٰ سے مرتد ہوتا تو اُسے عام معافی دی جاتی تھی۔ اور جو ثابت قدم رہتا اُسے آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ بخت نصر کے بیٹے بہرقیہ نے حضرت دانیال اور اُن کے ماننے والوں کو ایک کنوئیں میں ڈال کر اُوپر آگ روشن کر دی تھی جو اُن پر گلزار بن گئی تھی۔ پھر اُنھیں درندوں کے آگے ڈال دیا تھا لیکن اللہ نے اُنھیں محفوظ رکھا تھا۔

اَلْوَدُوْدُ، ممکن ہے فعول بمعنی فاعل ہو یعنی مومنین سے محبت کرنے والا اور یہ بھی ممکن ہے کہ فعول بمعنی مفعول ہو، یعنی وہ ذات جس سے اہلِ ایمان کو محبت کرنا چاہیے۔

اَلْمَجِیْدُ، وہ اللہ جو بزرگی والا ہے اور عرش کا مالک ہے۔

اَلْجُنُوْدُ، وہ کافر جنھوں نے اپنے لشکروں کے ساتھ اللہ کے نبیوں کو خوفزدہ کیا، جس طرح فرعون وثمود وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کو صبر کی توفیق دی اور ان کے دشمنوں کو عبرت ناک سزائیں دیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ قرآن مجید ہے، اللہ کا بھیجا ہوا کلام ہے، اس میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر ہے اور اُس کے عذاب کا تذکرہ ہے۔

فی لوح محفوظ، تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی کی طرح ہے جس کی لمبائی زمین و آسمان کے مابین فاصلے کے برابر ہے، اور اُس کی چوڑائی مشرق ومغرب کے برابر ہے اور بعض نے اسرافیل کی پیشانی کو لوح محفوظ قرار دیا ہے اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ عرش کے دائیں طرف ہے۔

آگ

الخصال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آگ کی چار قسمیں ہیں: ایک آگ وہ ہے، جو کھاتی بھی ہے اور پیتی بھی ہے۔ دوسری آگ وہ ہے، جو کھاتی ہے اور پیتی نہیں ہے۔ تیسری وہ ہے، جو پیتی ہے اور کھاتی نہیں ہے۔ چوتھی وہ ہے، جو نہ کھاتی ہے اور نہ پیتی ہے۔ جو آگ کھاتی اور پیتی ہے، وہ ابن آدمؑ اور تمام حیوانات کی آگ ہے، جو کھاتی ہے اور پیتی نہیں ہے، وہ ایندھن کی آگ ہے۔ اور جو پیتی ہے اور کھاتی نہیں ہے، وہ درختوں کی آگ ہے اور جو آگ نہ کھاتی ہے اور نہ پیتی ہے وہ آگ جو نہ کھاتی ہے اور نہ پیتی ہے وہ چقماق کی آگ ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ﴿۲۱﴾ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

”وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرتا ہے اور وہ بہت معاف کرنے والا محبت کرنے والا ہے، جو بلند شان والا ہے، عرش کا مالک ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اُسے انجام دیتا ہے۔ کیا لشکروں کی داستان آپ تک پہنچی ہے۔ فرعون وثمود (والے لشکروں کی)

بلکہ کافر لوگ ہمیشہ حق کے جھٹلانے میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ ان سب پر محیط ہے بلکہ یہ قرآن عظمت کا مالک ہے۔ لوحِ محفوظ میں موجود ہے"۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

"بلکہ یہ قرآن عظمت کا مالک ہے، لوحِ محفوظ میں موجود ہے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کی محفل میں جناب جبرئیل امینؑ بھی تھے۔ جناب جبرئیلؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ اسرافیلؑ ہیں، جو پروردگار کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

لوح جو سرخ یاقوت سے بنی ہوئی ہے وہ اس کے سامنے ہے جس وقت پروردگار چاہتا ہے کہ وحی کرے تو لوح اسرافیل کی پیشانی پر اپنی ضرب لگاتی ہے تو اسرافیل لوح میں دیکھتا ہے پھر وہ ہماری طرف القا کرتا ہے تو ہم زمین و آسمان کی طرف سفر کرتے ہیں۔

ولایت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی "امالی" میں روایت نقل کی ہے: محمد بن یعقوب نہشلی نے کہا: میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سنا، انھوں نے اپنے والد گرامی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، انھوں نے اپنے والد گرامی امام جعفر صادق علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد محترم جناب محمد باقر علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد گرامی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد حضرت امام حسین علیہ السلام سے، اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام علی علیہ السلام سے، انھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، انھوں نے جبرئیل امینؑ سے، انھوں نے اسرافیلؑ سے، انھوں نے لوح سے، لوح نے قلم سے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولایت علی بن ابی طالب حصنی فمن دخل حصنی امن من ناری

"امام علی بن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے، جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو گیا"۔

تین لاکھ کا لشکر

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "مناقب" میں یہ روایت نقل کی ہے: روم کے بادشاہ نے عبدالملک بن مروان کی

طرف خط لکھا کہ میں نے اس اُونٹ کا گوشت پکایا ہے، جس پر تیرا باپ بیٹھ کر مدینہ سے بھاگا تھا۔ میں تیرے ساتھ تین لاکھ کے لشکر سے جنگ کرنے والا ہوں۔ جب یہ خط عبدالملک کو ملا تو اُس نے یہ خط حجاج کی طرف بھیجا اور لکھا کہ اسی خط کی عبارت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف لکھو اور جو کچھ وہ لکھیں، وہ میری طرف بھیج دو۔ جب خط آپؑ کو ملا تو آپؑ نے اس کی طرف لکھا: اللہ کے پاس ایک لوح ہے، جس میں وہ روزانہ تین سو دفعہ اپنی قدرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کوئی ایسا لمحہ نہیں ہے کہ جس میں وہ کسی کو زندہ نہ کرے یا موت نہ دے، کسی کو عزت دے اور کسی کو ذلیل کردے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مجھے اُمید ہے تجھ پر میرے خدا کا ایک لمحہ کافی ہے۔

حجاج نے یہ خط عبدالملک کی طرف روانہ کردیا۔ جب وہ خط عبدالملک کو ملا تو اُس نے وہی خط روم کے بادشاہ کی طرف روانہ کردیا۔ جب اُس نے وہ خط پڑھا تو کہا: یہ خط کلامِ نبوت کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہوسکتا۔

سُورَةُ الطَّارِقِ

سورة الطارق مكّية آياتها ١٧ وركوعاتها ١

''سورۂ طارق مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی سترہ آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ طارق کے مضامین

اس سورہ کے مضامین کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا نظارہ کرے اور اُن میں غور وفکر کرے کہ اس کی زندگی کا کیا مقصد ہے۔

② انسان کو اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنے نقطۂ آغاز کی طرف نگاہ کرے کہ اُسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے تا کہ اس کے غرور و سرمستی کا علاج ہو جائے۔

③ قیامت کے دن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اس کے تمام پوشیدہ اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور وہاں کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا۔

④ قسمیں کھا کر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کا کلام حق ہے۔

⑤ کفار و مشرکین نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو سازشیں کیں، ان کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اطمینان دلایا کہ اللہ ان کی سازشوں کو ناکام کردے گا۔

⑥ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: ان کافروں کو مہلت دے دو، آخر انھوں نے میرے پاس آنا ہے۔

سورۂ طارق کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں نقل ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سورۂ طارق کی نماز فریضہ میں تلاوت کرے گا، قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اس کی اس قدر عزت و عظمت ہوگی کہ وہ جنت میں انبیاء علیہم السلام کے ہمراہ ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورہ الطارق کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اُسے آسمان کے ہر ستارہ کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾ فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾ يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''قسم ہے آسمان کی اور تاریکی میں روشن ہونے والے کی۔ اور آپ کیا جانیں رات کو روشن ہونے والا کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جس پر نگران نہ ہو۔ پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس شے سے پیدا کیا گیا ہے؟
وہ ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بے شک اللہ اُسے واپس لوٹانے پر قادر ہے۔ اُس روز تمام بھید فاش ہو جائیں گے۔ نہ انسان کے پاس کوئی طاقت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا''۔

تفسیر آیات

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ''قسم ہے آسمان کی اور تاریکی میں روشن ہونے والے کی''۔

علی بن ابراہیم نے تفسیر قمی میں نقل کیا ہے: ''الطارق'' ثاقب ستارہ ہے اور وہ عذاب کا ستارہ ہے اور قیامت کا ستارہ ''زحل'' ہے، جو سب سے اُونچا ہے۔

کتاب خصال میں روایت ہے: ابان بن تغلب نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں تھا کہ ایک آدمی جس کا تعلق یمن سے تھا، وہ حاضر ہوا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے ملک میں زُحل ستارے کے بارے میں لوگ کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ اُس نے کہا: لوگ کہتے ہیں، یہ ستارہ نحس ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اس ستارے کو نحس نہ کہنا۔ یہ ستارہ حضرت امیر المومنینؑ کا ستارہ ہے۔ تمام اوصیاء کا ستارہ بھی یہی ہے۔ نجم ثاقب سے مراد ستارۂ زحل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس یمنی نے کہا: ثاقب سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: زحل ستارہ ساتویں آسمان میں طلوع کرتا ہے۔ اس کی روشنی تمام آسمانوں کو چیرتی ہوئی نچلے آسمان تک پہنچ جاتی ہے، اس لیے اللہ نے اُسے نجم ثاقب کہا ہے۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ زُحل آخری اور نظامِ شمسی کا دُور ترین ستارہ ہے، جو بغیر کسی آلے کی مدد کے خالی آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے اور وہ چونکہ نظامِ شمسی کے ستاروں کی ترتیب کے اعتبار سے سورج کی نسبت کے پیش نظر ساتواں مدار اور مقامِ گردش میں قرار پاتا ہے (چاند کے مدار کے حساب سے) تو امامؑ اس حدیث میں اس کا مدار ساتواں آسمان بتاتے ہیں۔ اس ستارے کی کچھ خصوصیات ہیں، جو اُسے قابلِ قسم بناتی ہیں۔ ایک تو یہ نظامِ شمسی کے سب سے دُور ستاروں میں سے ہے۔ اس وجہ سے ادب عربی میں ہر بلندی کی اس سے مثال دیتے ہیں اور کبھی اُسے شیخ النجوم بھی کہتے ہیں۔

زُحل ستارے کے کئی نورانی حلقے ہیں، جو اس کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اس کے آٹھ چاند ہیں۔ زُحل کے نورانی حلقے جو اس کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، عجیب ترین آسمانی مظاہر میں سے ہیں، جن کے بارے میں ماہرین فلکیات کے مختلف نظریات ہیں اور وہ حلقے اب بھی پُراسرار طور پر موجود ہیں۔ بعض مفسرین کا نظریہ ہے کہ زُحل کے دس چاند ہیں، جن میں آٹھ کا عام دُوربینوں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور دوسرے دو چاند صرف بہت بڑی دُوربینوں سے نظر آتے ہیں۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن تفسیر نمونہ)

انسان سخت نگرانی میں ہے

اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾ فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾

”کوئی ایسا نہیں ہے جس پر نگرانی نہ ہو۔ پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس شے سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے“۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ میں جو لفظ حافظ ہے، اس سے مراد

"ملائکہ" ہیں اور اس سے بعد والی آیت فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نطفہ پوری طاقت سے خارج ہوتا ہے۔

يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ "جو پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے"۔

اُس نے کہا: نطفہ مرد کی صُلب سے نکلتا ہے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔

کتاب الاحتجاج طبرسی میں ہے: عبداللہ بن صور نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا: اے محمدؐ! جب بچہ ماں کے شکم میں تولد پاتا ہے تو اس کی کون کون سی چیزیں مرد سے بنتی ہیں اور کون کون سی چیزیں عورت سے بنتی ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہڈیاں، پٹھے اور رگیں مرد سے بنتے ہیں۔ گوشت، خون، بال عورت سے بنتے ہیں۔

اُس نے سن کر کہا: آپؐ نے سچ فرمایا۔ پھر اُس نے آپؐ پر ایک اور سوال کیا: جب بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے تو اس میں اپنے ماموں کی مشابہت کا ذرہ برابر بھی نہیں پایا جاتا اور جب وہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے تو اس میں اپنے چچاؤں کی کوئی مشابہت اس میں نہیں پائی جاتی، اس کی کیا وجہ ہے؟

آپؐ نے فرمایا: یہ علامات مرد اور عورت کے پانی پر موقوف ہیں۔ مرد و عورت میں سے جو غالب آتا ہے، اس نسبت سے اس میں علامات ہوتی ہیں۔ اُس نے کہا: اے محمدؐ! آپؐ نے سچ فرمایا ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ "اُس روز تمام بھید فاش ہو جائیں گے"۔

مجمع البیان میں ہے: سرائر سے مراد اعمال ہیں، جو ابن آدمؑ کے ذمے ہیں، جو اللہ اور اُس کے بندے کے درمیان پنہاں ہیں۔ قیامت کے دن ظاہر ہو جائیں گے۔

ابودرداء سے جو روایت ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اپنی مخلوق سے چار باتوں کی ضمانت لی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، ماہِ رمضان کے روزے، غسلِ جنابت، یہ سب سرائر ہیں۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

''قسم ہے آسمان کی کہ جس سے بارش برستی ہے۔ قسم ہے زمین کی جو (دانہ اُگانے کے لیے) شق ہونے والی ہے۔ بے شک یہ قرآن فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ یہ کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے۔ بے شک یہ لوگ مکر سے کام لیتے ہیں اور میں بھی اس کے مقابلے میں چارہ جوئی سے کام لیتا ہوں۔ پس ان کافروں کو مہلت دے دیں (تاکہ اپنے اعمال کی سزا ملاحظہ کرلیں)''۔

تفسیر آیات

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ﴿۱۱﴾ ''قسم ہے آسمان کی کہ جس سے بارش برستی ہے''۔

اس آیت میں ''الرجع'' سے مراد بارش ہے کہ آسمان بارش والا ہے۔

وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ﴿۱۲﴾ ''قسم ہے زمین کی جو (دانہ اُگانے کے لیے) شق ہونے والی ہے''۔

''ذات الصدع'' سے مراد ہے زمین نباتات والی ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ﴿۱۳﴾

''بے شک یہ قرآن فیصلہ کرنے والا کلام ہے''۔

مجمع البیان میں ہے کہ یہ قرآن حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ﴿۱۳﴾

مجھے آسمان وزمین کی قسم! قیامت کا وعدہ ایک فیصل شدہ وعدہ ہے اور پکی پختہ بات ہے کہ کفار کو اس دن کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ بعدازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کفار کو بے شک مہلت دے دیں، میں قیامت کے دن ان کی سرکشیوں کی انھیں ضرور سزا دوں گا اور آپ کو مزید پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اس خطاب میں تمام مبلغین اُمت اور ہادیانِ دین کو تسلی دی گئی ہے۔

سُوْرَةُ الْاَعْلٰی

سورۃ الاعلیٰ مکّیۃ آیاتھا ۱۹ ورکوعاتھا ۱

”سورۂ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انیس آیات اور ایک رکوع ہے“۔

سورۂ اعلیٰ کے مضامین

سورۂ اعلیٰ کے مضامین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کے پہلے حصے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف خطاب ہے۔ آپؐ سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی تسبیح پڑھیں اور اپنی رسالت کے فرائض کو انجام دیں۔ علاوہ ازیں اس حصے میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

اس کے دوسرے حصے میں اہلِ ایمان اور کفار کا تذکرہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کی سعادت و شقاوت کے عوامل کیا ہیں۔ اس سورہ کے آخر میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ان مطالب کو صرف قرآن نے بیان نہیں کیا بلکہ گذشتہ انبیاء کی کتب اور اُن کے صحیفوں میں بھی ان مطالب کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: جو شخص اپنے فرائض یا نوافل میں سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کرے گا تو قیامت کے دن اُس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔

ایک اور روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: ہمارے پیروکار مومن پر لازم ہے کہ اُسے چاہیے کہ وہ جمعہ کی رات سورۂ جمعہ کی اور سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کرے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر اس حرف کے بدلے میں جو اس نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا ہے، دس نیکیاں اُسے عطا فرمائے گا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ۪ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۪ۙ﴿۴﴾ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ؕ﴿۵﴾ سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ الۡجَہۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی ؕ﴿۷﴾ وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی ۚ﴿۸﴾ فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۹﴾ سَیَذَّکَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ﴿ۙ۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"(اے نبیؐ) اپنے عظیم مرتبہ رب کے نام کی تسبیح کیجیے اور جس نے خلق کیا اور منظم کیا اور جس نے تقدیر بنائی اور ہدایت فرمائی اور جس نے چارہ پیدا کیا۔ پھر اُسے خشک اور سیاہ کردیا۔ ہم آپ کو (عنقریب) پڑھائیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے مگر وہ جو اللہ چاہے، وہ ظاہر اور پنہاں باتوں کو جانتا ہے اور ہم آپ کے لیے سہل طریقہ فراہم کریں گے تو جہاں تک نصیحت فائدہ دے نصیحت کرتے رہو اور جو آدمی خوف رکھتا ہے وہ جلد نصیحت کو قبول کرتا ہے"۔

تفسیر آیات

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ "(اے نبیؐ!) اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح کیجیے"۔

حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورہ کو محبوب رکھتے تھے اور جس نے سب سے پہلے سبحان ربی الاعلیٰ کہا، وہ حضرت میکائیلؑ ہیں۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔ جب آپ سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی تلاوت فرماتے تو کہتے: سبحان ربی الاعلیٰ۔ حضرت علی علیہ السلام کا طریقہ بھی یہی تھا۔

باقر العلوم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تم سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کو پڑھو تو کہو: سبحان ربي الاعلى۔ اگر نماز میں پڑھ رہے ہو تو پھر دل میں پڑھو: سبحان ربي الاعلى۔

ابن ابی حمیصہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی علیہ السلام کی امامت میں بیس راتیں نماز پڑھی۔ آپؑ نے اپنی ہر نماز میں سورۂ اعلیٰ کے علاوہ اور کوئی سورہ کی تلاوت نہ کی۔ جب آپ سے اس سورہ کی فضیلت پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: اگر تمھیں معلوم ہوتا کہ اس سورہ کے اندر کتنے اسرار ہیں تو ہر مرد روزانہ بیس مرتبہ پڑھتا۔ اسے جس نے پڑھا گویا کہ اُس نے جنابِ موسیٰؑ اور جنابِ ابراہیمؑ کے صحیفے پڑھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب سورہ فسبح باسم ربك العظيم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس تسبیح کو اپنے رکوع میں پڑھو۔ جب "سورۂ اعلیٰ" (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى) نازل ہوئی تو آپؑ نے فرمایا: اس کو اپنے سجود میں پڑھو۔ کتابِ خصال میں ہے: حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جب مسبحات کی تلاوت مکمل کرلو تو کہو: سبحان الله الاعلى۔

عرشِ الٰہی کی وسعت

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روضۃ الواعظین میں ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے، جس کا نام "حزقائیل" ہے۔ اس کے اٹھارہ ہزار پَر ہیں۔ ایک پَر سے دوسرے پَر کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ وہ پرواز کرے اور میرے عرش تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

اس فرشتے نے اپنی پرواز کا آغاز کیا اور وہ بیس ہزار سال تک مسلسل پرواز کرتا رہا تو وہ پھر بھی عرش کے ستونوں میں سے ایک ستون کے سر تک بھی نہ پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طاقت کو دگنا کر دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی پرواز کو شروع کرے۔ وہ پھر اپنی منزل کو پانے کے لیے اُڑا، پھر تیس ہزار سال اُڑتا رہا۔ پھر بھی اپنی منزل کو نہ پاسکا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی: اے فرشتے تو اگر اس رفتار کے ساتھ قیامِ قیامت اُڑتا رہے تو پھر بھی میرے عرش کے ساق تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب فرشتے نے وحی سنی تو کہا: سبحان ربي الاعلى۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ الاعلیٰ نازل فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے اپنے سجود میں پڑھو۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں روایت ہے کہ اصبغ بن نباتہ نے جنابِ امیر المومنین علی علیہ السلام نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کی تفسیر دریافت کی تو آپؑ نے فرمایا: زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل عرش کے ایک ستون پر لکھا ہوا ہے:

لا اله الا الله وحده لاشریك له وان محمداً عبده ورسوله فاشهدوا بهما وان علياً وصی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد اور رسول ہیں۔ پس ان دونوں کی گواہی دو اور (حضرت امام) علی (علیہ السلام) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں"۔

اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھو تو کہو: سبحان ربی الاعلیٰ۔

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿۲﴾ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ﴿۳﴾

"پاک ہے میرا پروردگار جو ارفع و اعلیٰ ہے، وہ وہ ہے جس نے خلق کیا اور منظم کیا اور جس نے تقدیر بنائی اور ہدایت فرمائی"۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا کی تقدیر فرمائی، پھر ہدایت فرمائی۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ قَدَرَ کو "کسائی" نے قَدَرَ تخفیف کے ساتھ پڑھا لیکن امام علی علیہ السلام اور باقی قراء نے قَدَّرَ تشدید کے ساتھ پڑھا۔

وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ﴿۵﴾ "اور جس نے چارہ پیدا کیا پھر اُسے خشک اور سیاہ کر دیا"۔

"المرعیٰ" نباتات، پودے، گھاس وغیرہ جو زمین پر اُگتے ہیں اور وہی گھاس چارہ پیدا ہونے کے بعد ایک منزل آتی ہے کہ وہ خشک ہو جاتا ہے اور سیاہ رنگ اختیار کر لیتا ہے اس لیے اللہ نے اپنے کلام میں ان الفاظ کے ساتھ اسے تعبیر کیا۔ (فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ ﴿۵﴾)

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ﴿۶﴾ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ...... "ہم آپ کو عنقریب پڑھائیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے مگر وہ جو اللہ چاہے......"

خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: ہم آپؐ کو تعلیم کریں گے۔ آپؐ پھر نہیں بھولیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ جو اللہ چاہے گا، وہ بھلانے پر قادر ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ جناب ابن عباسؓ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرئیلؑ وحی لاتے تو آپ آیات کو پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ ابھی جناب جبرئیلؑ وحی پہنچانے سے فارغ نہیں ہوتے تھے کہ آپؐ اوّل سے لے کر آخر تک پڑھنے لگتے کہ کہیں وہ بھول نہ جائیں، اس لیے آپؐ پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ آپؐ کبھی نہیں بھولیں گے۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

"اور بدبخت اُس سے دُوری اختیار کرتا ہے، جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اُس میں نہ اُسے موت آئے گی اور نہ وہ زندہ رہ سکے گا۔ یقیناً جس نے پاکیزگی اختیار کی تو وہ کامیاب ہوگیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا، پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو بلکہ آخرت سب سے بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہ بات پہلے صحیفوں میں آچکی ہے۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں"۔

تفسیر آیات

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ "اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور پھر نماز پڑھی"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: روزہ کا اتمام زکوٰۃ سے ہے، یعنی فطرہ سے ہے۔ جس طرح نماز کا اتمام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشہد میں درود ہے، جس نے روزہ رکھا اور جان بوجھ کر زکوٰۃ فطرہ ادا نہ کی تو اس کا روزہ نہیں ہے۔ جس کسی نے نماز پڑھی اور تشہد میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھا تو اس کی نماز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزے سے قبل اس کی زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ ("یقیناً جس نے پاکیزگی اختیار کی تو وہ کامیاب ہوگیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا، پھر نماز پڑھی")

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾

"بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو بلکہ آخرت سب سے بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے"۔

تفسیر مجمع البیان میں آیا ہے: جس کسی نے آخرت سے محبت کی تو اُس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی دنیا سے محبت کی تو اُس نے آخرت کو نقصان پہنچایا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رأس کل خطیئتہ حب الدنیا "ہر برائی کی جڑ دنیا کی محبت ہے"۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بارگاہِ قدس میں کسی نے سوال کیا:

ای الاعمال افضل عنداللّٰہ؟ قال ما من عمل بعد معرفة اللّٰہ عزّوجلّ ومعرفة رسول اللّٰہ افضل بغض الدنیا، فان لذلک شعباً کثیرةً وللعاصی شعب فاول ما عصی اللّٰہ بہ الکبر معصیة ابلیس حین ابی واستبکر وکان من الکافرین ، ثم الحرص وھی معصیة آدم وحوا علیھم السلام حین قال اللّٰہ عزّوجلّ لھما کلا من حیث شئتما ولا تقربا ھذہ الشجرة فتکونا من الظالمین فاخذا ما لا حاجة بھما الیہ ، فدخل ذٰلک علی ذُریتھما الی یوم القیامة ، وذٰلک ان اکثر ما یطلب ابن آدم ما لا حاجة بہ الیہ ثم الحسد وھی معصیة ابن آدم حیث حسد اخاہ فقتلہ، فتشعب من ذٰلک حُب النساء وحُب الدنیاء وحُب الریاسة وحُب الراحة وحُب الکلام وحُب العلو والثروة فصرن سبع خصال فاجتمعن کلھن فی حُب الدنیا ، فقالت الانبیاء والعلماء بعد معرفة ذٰلک حُب الدنیا رأس کل خطیئتہ والدنیا دنیاثان دنیا بلاغ و دنیا ملعونہ

"اللہ کے نزدیک سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کے بعد دنیا کو پست خیال کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: حُبِ دنیا کے بہت سے شعبے ہیں اور معصیت کاری کے بھی بہت سے شعبے ہیں۔ سب سے پہلی چیز جس کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی ہوئی ہے وہ ابلیس کی معصیت کاری تھی۔ جس وقت اُس نے اللہ کے حکم سے انکار کیا تھا وہ تکبر کر کے کافروں میں سے ہوگیا تھا۔ دوسرے نمبر پر حرص ہے، جو جنابِ آدمؑ وحوا کے ترکِ اولیٰ کا سبب بنا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا تھا۔ جنت کی جس جگہ سے چاہو، کھاؤ لیکن اُس ممنوع درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالم ہوجاؤ گے۔ لیکن وہ اس چیز کی طرف گئے جس کی انھیں ضرورت نہ تھی۔ یہی چیز ان کی اولاد کے لیے قیامت تک باقی رہ گئی اس لیے کہ انسان جتنا طلب کرتا ہے، وہ اس کی ضرورت سے تعلق نہیں رکھتیں۔ اس کے بعد حسد تھا، جو ابن آدمؑ کے لیے گناہ کا سبب بنا۔ قابیل نے اپنے ہی بھائی سے حسد کیا اور

اُسے قتل کر دیا۔ گناہ کے شعبوں میں سے کچھ یہ ہیں:

عورتوں کی محبت، دنیا کی محبت، حُب ریاست و جاہ، حُب راحت و آرام، حُب سخن و کلام، حُب علو و برتری، حُب دولت و ثروت، یہ سات صفات ہیں۔ یہ سب مل کر حُب دنیا کا حصّہ بنتے ہیں۔ اس لیے تمام انبیاء اور علمائے اعلام نے فرمایا ہے: حب الدنیا رأس کل خطیئته "دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے"۔ دنیا کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جسے صرف گزر بسر کے لیے اپنایا جائے اور دوسری جو ہے، وہ ملعونہ ہے۔

آسمانی صحیفے

إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾

"یہ بات پہلے صحیفوں میں آچکی ہے، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں"۔

اُصولِ کافی میں ابو بصیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی چیز انبیاء علیہم السلام کو عطا نہیں کی، جو اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہ کی ہو۔

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ اللہ نے اپنے نبیوں کو عطا کیا، وہی سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا۔ جن صحیفوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ذکر کیا ہے، وہ صحیفے جناب ابراہیمؑ و جنابِ موسیٰؑ کے ہمارے پاس ہیں۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا وہ "الواح" ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ الواح ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے: اے لوگو! اللہ نے تمھاری طرف اپنا رسول بھیجا ہے، پس وہ ایک نسخہ کے ساتھ تشریف لائے ہیں، جس میں صحفِ انبیاءؑ ہیں اور اس کی تصدیق ہے جو اُن میں ہے اور اس میں حلال و حرام کی تفصیل ہے، یہ قرآن ہے پس اس سے باتیں کرو، وہ تم سے ہرگز بات نہیں کرے گا۔

اُصولِ کافی میں ابو بصیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تورات اس وقت نازل ہوئی، جب ماہِ رمضان کے چھے روز گزر چکے تھے۔ انجیل ۱۲ رمضان کو نازل ہوئی۔ زبور ۱۸ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن مجید شب قدر کو نازل ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بزرگوار ہیں۔ جنابِ ابراہیمؑ اور جنابِ موسیٰؑ کے صحیفے ہمارے پاس ہیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اُن کے وارث ہیں۔

شاہِ ولایت اور علم

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جس وقت شاہِ ولایت مولائے کائنات حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو آپؑ نے چالیس دن صبح کی نماز میں سورۂ الاعلیٰ کی قرأت فرمائی۔ منافقین نے یہ مشہور کر دیا کہ امام علی علیہ السلام کی قرآن مجید کی قرأت اچھی نہیں ہے۔ اگر اچھی ہوتی تو سورۂ اعلیٰ کے علاوہ کوئی اور سورہ بھی کبھی پڑھ لیتے۔ جب یہ بات آپؑ تک پہنچی تو آپؑ نے فرمایا: ''سخت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں تو ناسخ کو بھی جانتا ہوں اور منسوخ کو بھی۔ مجھے معلوم ہے کہ محکم کیا ہے اور متشابہ کیا ہے؟ فصل کیا ہے اور فصال کیا ہے اور کس حرف کا معنٰی کیا ہے۔ بخدا! کوئی ایسا حرف نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، جس کا معنٰی مجھے معلوم نہ ہوا مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن کس کے بارے میں نازل ہوا اور کس دن نازل ہوا اور کس جگہ پر نازل ہوا۔ افسوس ہے، ان لوگوں پر جو اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى ﴿۱۹﴾ بھی پڑھتے ہیں اور پھر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ بخدا میرے پاس جناب ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بطور میراث ہیں''۔

۱۰۴ کتابیں

کتاب خصال میں روایت ہے، جناب ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ جب مسجد نبویؐ میں داخل ہوا تو تاجدار نبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے تشریف فرما تھے۔ میں نے اس خلوت کو غنیمت خیال کیا۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اللہ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ۱۰۴ کتابیں اللہ نے نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جناب شیثؑ پر پچاس صحیفے نازل فرمائے۔ جناب ادریسؑ پر تیس صحیفے نازل فرمائے۔ حضرت ابراہیمؑ پر بیس صحیفے نازل فرمائے اور چار کتابیں نازل فرمائیں: تورات، زبور، انجیل اور قرآن۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جناب ابراہیمؑ کے صحیفوں میں کیا تھا؟

آپؐ نے فرمایا: اس میں تمام مثالیں تھیں۔ اس میں یہ بھی تھا: اے مغرور بادشاہ! میں نے تجھے دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تو دنیا کو جمع کرتا رہے۔ میں نے تو تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تو مظلوم کی فریاد کو سنے اور میری طرف سے اُسے اس کا حق دلائے چاہے وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو۔

عاقل پر لازم ہے جب تک وہ عقل مند ہے کہ اس کے لیے چند ساعات ہیں: ایک ساعت میں اُسے اپنے پروردگار

سے مناجات کرنا چاہیے۔ دوسرے ساعت میں اُسے چاہیے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے۔ تیسرے ساعت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور وفکر کرے۔ اپنے لیے ایک ساعت خاص کرے، جس میں خلوت اختیار کرے اور رزقِ حلال سے استفادہ کرے۔ پس یہ ساعت ان ساعات کے لیے معاون ثابت ہوگی۔

عقل مند آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے کی بھرپور بصیرت رکھتا ہو اور اپنے کام پر بھرپور توجہ دینے والا ہو۔ اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ جب کلام اس کے کام کے مطابق ہو جاتا ہے تو کلام کم ہو جاتا ہے۔ ہاں صرف مقصد کی بات کرتا ہے اور بس۔

صاحبِ عقل و دانش پر لازم ہے کہ وہ تین چیزوں کو طلب کرے: ① اپنی معیشت کے لیے محنت کرے۔ ② قیامت کے دن کے لیے زادِ راہ بنائے۔ ③ حلال چیزوں سے لذت حاصل کرے۔

جنابِ ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جنابِ موسیٰؑ کے صحیفوں میں کیا تھا؟

آپؐ نے فرمایا: اس میں عبرتیں تھیں اور ان کی عبارت تھی۔ تعجب ہے اس پر، جسے اپنی موت کا یقین ہو اور پھر خوش رہے۔ تعجب ہے اُس پر جسے دوزخ پر یقین ہو تو پھر وہ کیسے ہنستا ہے۔ تعجب ہے اُس پر، جو دنیا کے انقلابات بھی دیکھتا ہے اور پھر وہ کیسے مطمئن رہتا ہے۔ تعجب ہے اُس پر، جو قدر کو تسلیم کرتا ہو اور پھر وہ کیسے دشمنی سے کام لیتا ہے۔ تعجب ہے اُس پر جسے حساب کا یقین ہو اور پھر اچھے عمل نہ کرے؟

انبیاء کتنے ہیں؟

تفسیر مجمع البیان میں ہے: حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ میں نے عرض کیا: رسول کتنے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: تین سو تیرہ۔ میں نے عرض کیا: کیا جنابِ آدمؑ نبی تھے؟ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! آدمؑ نبی تھے۔ اللہ نے ان سے کلام فرمایا اور اُنھیں اپنے یدِ قدرت سے خلق فرمایا۔

آپؐ نے فرمایا: چار نبی عرب تھے: ہود و صالح و شعیب اور تمھارا نبی عرب ہیں۔

میں نے عرض کیا: اللہ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں؟ آپؐ نے فرمایا: ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں۔ حضرت آدمؑ پر دس صحیفے نازل فرمائے، جنابِ شیثؑ پر پچاس صحیفے نازل فرمائے، جنابِ ادریسؑ پر تیس صحیفے نازل فرمائے۔ جنابِ ادریسؑ

وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے قلم سے لکھا اور جناب ابراہیمؑ پر دس صحیفے نازل ہوئے اور باقی چار کتابیں ہیں۔

تہذیب الاحکام میں روایت ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں سے مصافحہ کرے تو اُسے چاہیے ۱۵ شعبان کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر شریف کی زیارت کرے کیونکہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ سے نصف شعبان کو قبر حسینؑ کی زیارت کی اجازت لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُنھیں اجازت دے دیتا ہے اور وہ سب تشریف لاتے ہیں۔

جنت و نار کے قسیم علیؑ ہیں

جناب جابر سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوّلین و آخرین کو جمع کرے گا تو سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہشتی حُلّہ پہنایا جائے گا، بعدازیں حضرت علی علیہ السلام کو بہشتی حُلّہ پہنایا جائے گا۔ اس کے بعد ہم کو حاضر کیا جائے گا اور لوگوں کا حساب ہمارے حوالے کیا جائے گا۔ پس خدا کی قسم! ہم ہی اہلِ جنت کو جنت میں اور اہلِ دوزخ کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ باقی تمام انبیاءؑ کو دو صفوں میں عرش کے پاس ٹھہرایا جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو جائے گا۔ جب تمام لوگ اپنی اپنی منازل میں پہنچ جائیں گے تو بحکمِ خداوندی حضرت علی علیہ السلام جنتیوں کی جنت میں شادی کریں گے اور بارگاہِ خداوندی میں سے امام علی علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اُس دن جنت و نار کو تقسیم کریں گے۔

تفسیر بُرہان میں آیا ہے کہ معصوم علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے ذمہ ہوگا۔ کُلُّ اُمَّةٍ یُحَاسِبُهَا اِمَامُ زَمَانِهَا، قیامت کے دن ہر اُمت کا حساب اس کا امامِ زمانہ لے گا۔

زیارتِ جامعہ میں یہ الفاظ موجود ہیں: اَفَاِیَابُ الْخَلْقِ اِلَیْکُمْ وَ حِسَابُهُمْ عَلَیْکُمْ "لوگوں کی بازگشت تمھاری طرف ہوگی اور ان کے حساب بھی تمھارے ذمہ ہوگا"۔

حضرت امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اور ہمارے پیروکاروں کا حساب ہمارے حوالے کیا جائے گا، تو ان پر جو حقوق اللہ ہوں گے تو ان کے متعلق ہم حکم جاری کریں گے اور اللہ اس کی منظوری دے دے گا اور جو حقوق الناس ہوں گے وہ بھی ہم معاف کرا دیں گے اور جو حقوق ہمارے متعلق ہوں گے وہ ہم خود معاف کر دیں گے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہوں گے ہم جہاں بھی ہوں گے۔

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ

سورة الغاشية مكّية آياتها ٢٦ وركوعاتها ١

"سورۂ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھبیس آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۂ غاشیہ کے مضامین

اس سورہ کے مضامین و مطالب درج ذیل ہیں: ابتداء میں قیامت کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اس دن مجرمین کا دردناک انجام ہوگا۔ اہلِ ایمان کو ان کے اعمال کے مطابق بہترین اجر پیش کیا جائے گا۔ بعدازیں توحید کی بحث ہے۔ پہاڑوں اور آسمان کی تخلیق کی طرف اشارے موجود ہیں۔

آخر میں پیغمبر اکرم ﷺ کی ذمہ داریوں کی بات کی گئی ہے۔

سورۂ غاشیہ کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص واجب اور مستحب نمازوں میں اس سورہ کی قرأت پابندی سے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت میں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا''۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اس کا حساب آسان کردے گا''۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ﴿۱﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ﴿۳﴾ تَصۡلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ﴿۴﴾ تُسۡقٰى مِنۡ عَيۡنٍ اٰنِيَةٍ ؕ﴿۵﴾ لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ۙ﴿۶﴾ لَّا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ﴿۷﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾ لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ﴿۹﴾ فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۱۰﴾ لَّا تَسۡمَعُ فِيۡهَا لَاغِيَةً ؕ﴿۱۱﴾ فِيۡهَا عَيۡنٌ جَارِيَةٌ ۘ﴿۱۲﴾ فِيۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ۙ﴿۱۳﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"کیا آپ کے پاس چھا جانے والی (قیامت) کی داستان پہنچی ہے؟ اُس دن کچھ چہرے ذلت بار ہوں گے۔ وہ مصائب اُٹھا کر تھکے ماندے ہوں گے۔ دھکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ انھیں حد سے زیادہ کھولتے چشمے سے سیراب کیا جائے گا۔ خاردار جھاڑی کے علاوہ اُنھیں کوئی اور کھانا نہیں دیا جائے گا۔

ایسی غذا جو نہ موٹا کرے، نہ بھوک ختم کرے۔ اُس دن کچھ چہرے شاداں وفرحاں ہوں گے۔ وہ اپنی سعی وکوشش پر خوش ہوں گے۔ وہ ارفع واعلیٰ جنت میں ہوں گے۔ وہ وہاں کوئی لغو وبے ہودہ بات نہیں سنیں گے۔ اس میں رواں دواں چشمے ہوں گے"۔

تفسیر آیات

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ؕ﴿۱﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ﴿۲﴾

''کیا آپ کے پاس چھا جانے والی (قیامت) کی داستان پہنچی ہے؟ اُس دن کچھ چہرے ذلت بار ہوں گے''۔

''غاشیہ'' غِشَاوَۃٌ کے مادہ سے ہے۔ ڈھانپنے کے معنی میں ہے۔ قیامت کا نام غاشیہ اس لیے ہے کیونکہ اُس کے حوادث اچانک ہر شے کو ڈھانپ لیں گے۔ بعض مفسرین نے یہ نقل کیا ہے کہ غاشیہ سے مراد آگ ہے، جو مجرمین کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔ (اضافۃ من المترجم)

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ ''وہ مصائب اُٹھا کر تھکے ماندے ہوں گے''۔

اُصولِ کافی میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ہر ناصبی چاہے جتنی عبادت کرے وہ اِس آیت کا مصداق ہے۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ ''خاردار جھاڑی کے علاوہ اُنھیں کوئی اور کھانا نہیں دیا جائے گا''۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الضریع شیٔ یکون فی النار یشبه الشرك امرُّ من الصبر وانتن من الجیفة واشد حراً من النار سماء اللّٰه الضریع

''ضریع دوزخ کی آگ میں سے ایک چیز ہے جو کانٹے کی مثل ہے۔ وہ حنظل سے زیادہ تلخ ہے اور مُردار سے زیادہ بدبودار ہے اور آگ سے زیادہ جلانے میں سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ضریع رکھا ہے''۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ ''اُس دن کچھ چہرے شاداں وفرحاں ہوں گے، وہ اپنی سعی وکوشش پر خوش ہوں گے''۔

جن لوگوں نے اچھے اچھے اعمال سرانجام دیے ہوں گے، اُس دن وہ خوش وخرم ہوں گے اور اپنی محنت کے پھل پر خوش ہوں گے کہ آج انھیں اجر مل گیا ہے۔

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ ''وہ ارفع واعلیٰ جنت میں ہوں گے، وہ وہاں کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہیں سنیں گے''۔

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝۱۴ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝۱۵ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝۱۶

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ

رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرْ ۖ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

''اُس میں بلند و بالا تخت ہوں گے اور پیالے (ان چشموں) کے پاس رکھے ہوں گے اور تکیے ترتیب سے رکھے ہوں گے اور عمدہ فرش بچھے ہوں گے۔ کیا یہ لوگ اُونٹوں میں غور و فکر نہیں کرتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں؟ اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔

پس آپ نصیحت کرتے رہیں، کیونکہ آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ اُن پر مسلط نہیں ہیں کہ آپ انھیں (ایمان لانے پر) مجبُور کر دیں۔ البتہ جو پشت پھیرے گا اور کفر اختیار کرے گا پس اللہ اُسے بہت بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ یقیناً انھیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر اُن کا حساب لینا ہمارا کام ہے''۔

تفسیر آیات

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

''اور پیالے ان (چشموں) کے پاس رکھے ہوں گے اور تکیے ترتیب سے رکھے ہوں گے اور عمدہ فرش بچھے ہوں گے''۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے: اہلِ جنت کے لیے تکیے لگے ہوئے ہوں گے اور انھیں خاص ترتیب سے رکھا گیا ہوگا۔ (وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ) کے بارے میں اُس نے لکھا: اللہ تعالیٰ نے جنت میں جو چیزیں خلق فرمائی ہیں، ان کی مثال اس دنیا میں ہے سوائے (زَرَابِيُّ) کے۔ اس کے بارے میں علم نہیں ہے کہ یہ کیا ہے؟

اُونٹ اللہ کی ایک آیت

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾

''کیا یہ لوگ اُونٹوں میں غور وفکر نہیں کرتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں''۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے اُونٹ کی خلقت کے بارے میں کیوں دعوت دی ہے حالانکہ اس کی مخلوقات میں ہزاروں چیزیں اور بھی ہیں۔ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ سب سے پہلے اسلامی دعوت کا آغاز عربوں میں ہوا تھا۔ اُونٹ عربوں کے عظیم سرمائے میں سے تھا۔ اس کے علاوہ یہ عجیب وغریب خصوصیات کا حامل ہے وہ خصوصیات اُسے دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ جہاں اُونٹ کا گوشت کھایا جاسکتا ہے، وہاں اس سے بار برداری کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ اُونٹ ایک طاقت ور جانور ہے، اسے صحرا کا جہاز کہا گیا ہے۔ دُور دُور تک سفر کرسکتا ہے۔ باقی بار برداری کے کام آنے والے جانوروں پر جب بوجھ لادا جاتا ہے تو انھیں کھڑا کر کے لادا جاتا ہے۔ واحد جانور اُونٹ ہے، جسے بٹھا کر لادا جاتا ہے تو وہ ایک جنبش کے ساتھ اُٹھتا ہے اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوجاتا ہے۔ دورانِ سفر اگر اُسے پانی نہ ملے تو وہ دس دن تک پیاس برداشت کرسکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا یہ لوگ اُونٹوں میں غور وفکر نہیں کرتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں۔ (اضافۃ من المترجم)

وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَی الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَی الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

''اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے نصب کیے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ وہ کس طرح بچھائی گئی ہے''۔

اُونٹ کی تخلیق میں دعوتِ فکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے کہ وہ کس صورت میں اپنے خالق کا انکار کرتا ہے۔ وہ آسمانوں کی طرف نظر گھمائے تو اُسے قدرت کے ہزاروں لاکھوں عجائبات دعوتِ نظارہ دیں۔ اس نظامِ شمسی اور اس کے کروں کو عالمِ وجود میں آئے ہوئے لاکھوں سال گزر چکے ہیں لیکن آج تک نہ اُن میں کوئی خرابی آئی ہے اور نہ تبدیلی آئی ہے۔ (اضافۃ من المترجم)

تین خصال

کتابِ خصال میں ہے: امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: کائنات کی تمام اچھائیاں اور بھلائیاں تین خصلتوں میں ہیں: ① نگاہ ② سکوت ③ کلام۔ ہر وہ نگاہ جس میں عبرت نہیں، وہ سہو ہے۔ ہر وہ خاموشی جس میں غور وفکر

نہ ہو، وہ غفلت ہے۔ ہر وہ کلام جس میں ذکر نہ ہو، وہ لغو ہے۔ پس وہ خوش قسمت ہے، جس کی نگاہ عبرت ہو اور جس کی خاموشی فکر ہو اور کلام ذکر ہو۔ وہ اپنی غلطی پر رونے والا ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔

کتاب احلیجہ میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وجودِ صانع کے منکر سے کہا تھا کہ جس کا نظریہ تھا کہ یہ آسمان و زمین خود بخود بن گئے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا تھا: جب تیرے سامنے عمارت ہو، تجھے اقرار کرنا پڑے گا کہ اِسے کسی نے بنایا ہے۔ یہ خود بخود نہیں بن گئی ہے۔ جب تیرے سامنے کوئی تصویر آئے تجھے اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کا کوئی مصور ہے؟ تو اس منکر نے جواب دیا تھا: ہاں ایسا ہی ہے۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾

"آپؐ ان پر مسلط نہیں ہیں کہ آپ انھیں (ایمان لانے پر) مجبور کر دیں"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: آپ ان لوگوں کے نہ محافظ و نگران ہیں اور نہ کاتب ہیں کہ اُن کے اعمال کو لکھیں۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ﴿۲۳﴾ "البتہ جو پشت پھیرے گا اور کفر اختیار کرے گا"۔

یعنی وہ جو وعظ و نصیحت کو حاصل نہ کرے اور اے نبیؐ! آپ کی تصدیق نہ کرے اور میری ربوبیت کا انکار کرے اور میری نعمات کو تسلیم نہ کرے۔ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ "پس اللہ اُسے بہت بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا"۔ یعنی ایسا عذاب ہوگا، جو شدید ترین ہوگا اور دائمی ہوگا۔ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ "یقیناً انھیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے"۔ یعنی ان کا ٹھکانہ ہمارے پاس ہے، وہ اِدھر اُدھر فرار نہیں کر سکتے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ "پھر اُن کا حساب لینا ہمارا کام ہے"۔ یعنی جزا اور سزا ہم نے دینی ہے"۔

حساب و کتاب

شیخ الطائفہ نے اپنی امالی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیروکاروں کے حساب پر مامور فرمائے گا۔ اُس وقت ہم بارگاہِ خداوندی میں سوال کریں گے کہ جو حقوق تیرے ان پر واجب تھے اور انھوں نے ادا نہیں کیے، وہ ہماری وجہ سے معاف فرما اور جو حقوق ان کے اور لوگوں کے درمیان تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ اوّلین و

آخرین سب کو جمع کرے گا۔ جب سب لوگ جمع ہو جائیں گے رسول اللہ ﷺ اور امام علی علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگ کا خلہ پہنایا جائے گا۔ اُس کی روشنی سے مشرق و مغرب سب روشن ہو جائیں گے۔ اُس جیسا خُلّہ شاہِ ولایت کو بھی پہنایا جائے گا۔

رسولِ اللہ ﷺ کو پھر ایک اور گلابی رنگ کا خلہ پہنایا جائے گا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو جائیں گے اور اس جیسا خلہ مولائے کائنات امام علی علیہ السلام کو بھی پہنایا جائے گا۔ پھر دونوں ایک بلند مقام پر تشریف لائیں گے، پھر ہمیں بلایا جائے گا اور لوگوں کا حساب ہمارے حوالے کیا جائے گا۔ بخدا ہم ہی اہلِ جنت کو جنت میں اور اہلِ نار کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

احوالِ قیامت

کتابِ احتجاج طبرسی میں ہے: امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ مختلف طبقات میں تقسیم ہو جائیں گے۔ کچھ تو وہ ہوں گے، جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا:

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿٨﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿٩﴾ (سورۂ انشقاق: ۸-۹)

"ان میں سے کچھ وہ ہوں گے جن کا حساب آسانی کے ساتھ لیا جائے گا وہ اپنے اہلِ خانہ کی طرف خوشی و مسرت کے ساتھ آئے گا"۔

یعنی کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ یہ وہ لوگ ہوں گے، جنھوں نے دنیا سے کوئی غرض نہ رکھی ہوگی۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے، جن سے قطرے قطرے کا حساب لیا جائے گا۔ ایسے لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اتنی کثیر مخلوق کا حساب کس طرح لے گا؟

نہج البلاغہ میں ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند تعالیٰ اتنی مخلوق کا کس طرح حساب لے گا؟ آپؑ نے فرمایا: اس طرح وہ حساب لے لے گا، جس طرح وہ اتنی کثیر مخلوق کو رزق دے دیتا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ وہ اللہ جس مخلوق کو دکھائی نہیں دیتا، وہ اُس مخلوق سے کس طرح حساب لے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس طرح جس طرح وہ اُسے دیکھ نہیں سکتے لیکن وہ اُنھیں رزق دیتا ہے۔

مشرک بغیر حساب دوزخ میں جائے گا

عیون الاخبار میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کا حساب لے گا۔ حساب کے مطابق اُنھیں جنت یا جہنم بھیجے گا سوائے مشرک کے۔ اُسے بغیر حساب کے جہنم میں داخل کرے گا۔

مرنے والا عذاب سے بچ جاتا ہے

کتاب علل الشرائع میں روایت ہے: زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا: اگر مرنے والے کے کفن میں جریدتین نہ رکھے جائیں اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

آپؑ نے فرمایا: جب تک یہ لکڑیاں خشک نہیں ہوں گی، اُس وقت تک مرنے والے کو عذاب نہیں کیا جاتا، اور اُس سے حساب نہیں لیا جاتا۔ عذاب تو اُسی وقت ہوتا ہے، جس وقت میت قبر میں داخل کی جاتی ہے اور لوگ اُسے دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ جریدتین اس لیے رکھے جاتے ہیں تاکہ جب تک وہ خشک نہ ہوں، اُسے عذاب نہ ہو اور اس کا حساب نہ ہو، ان شاء اللہ!

آؤ میرا نامۂ اعمال دیکھو

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا، کچھ لوگوں کو موقف حساب میں لایا جائے گا۔ ان کا صحیفہ ان کے سامنے کھولا جائے گا۔ جب اس کی پہلی نظر اپنے صحیفہ پر پڑے گی تو اُنھیں اپنی بُرائیاں نظر آئیں گی۔ یہ دیکھ کر ان کا رنگ فق ہو جائے گا اور اُن کے اعضا و جوارح کانپنے لگیں گے۔ وہ خوف زدہ ہو کر رہ جائیں گے۔ پھر اُنھیں ان کی نیکیاں دکھائی جائیں گی۔ جب وہ اپنی نیکیوں کو دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی اور اُس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی۔ پھر ثواب دکھایا جائے گا، جو اللہ نے اُنھیں عطا کیا ہوگا۔

پھر ندائے قدرت آئے گی: اے میرے فرشتو! انھیں وہ نامۂ اعمال دکھاؤ کہ جو نیکیاں انھوں نے ادا نہیں کی تھیں اور انھیں اُن کا اجر دے دیا گیا تھا۔ وہ فرشتے اُنھیں وہ نامۂ اعمال پڑھ کر سنائیں گے تو وہ عرض کریں گے۔ تیری عزت کی قسم! تو خوب جانتا ہے، یہ اعمال ہم نے انجام نہیں دیے تھے۔ اُس وقت ندائے قدرت آئے گی: تم نے سچ کہا ہے لیکن تم نے ان اعمال کے کرنے کی نیت کی تھی تو ہم نے اپنے ہاں تمھارا ثواب لکھ لیا تھا۔

ہر اُمت کا حساب اُس کے امام کے ساتھ ہوگا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر اُمت کا حساب اس اُمت کے امام کے ساتھ ہوگا۔ آئمہ اپنے اولیاء اور

اپنے اعداء کو علامات کے ذریعے پہچان لیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ (سورۂ اعراف:۴۶)

''اعراف پر لوگ ہوں گے، وہ اپنی علامات کے ذریعے پہچانے جائیں گے''۔

اُن میں سے ان کے اولیاء کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ وہ جنت کی طرف بغیر حساب چل پڑیں گے۔ اور ان کے اعداء کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، وہ بغیر حساب جہنم کی طرف چل پڑیں گے''۔

سُوۡرَۃُ الۡفَجۡرِ

سورۃ الفجر مکّیۃ آیاتہا ۳۰ ورکوعاتہا ۱

”سورۂ فجر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تیس آیات اور ایک رکوع ہے“۔

سورۂ فجر کے مضامین

اس سورہ کا آغاز قسموں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس سورہ کی آیات میں عذابِ الٰہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سورہ کے دوسرے حصے میں سرکش اقوام کا ذکر کیا گیا ہے جنھوں نے سرکشی سے کام لیا تھا اور اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ اس سورہ کے تیسرے حصے میں قیامت کی طرف اشارہ موجود ہے کہ مجرمین کا انجام کیا ہوگا اور مومنین کو اُن کا اجر کس صورت میں پیش ہوگا۔

سورۂ فجر کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سورۂ فجر کو اپنی فریضہ نمازوں اور اپنی نوافل میں پڑھو۔ یہ سورہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا سورہ ہے۔ جس نے اس سورہ کی تلاوت کی وہ قیامت کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنت میں ان کے مقام پر ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۂ فجر کی دس راتوں میں تلاوت کی خداوند تعالیٰ اُس کے سارے گناہ معاف کردے گا اور جس نے اسے روزانہ پڑھا تو قیامت کے دن اُسے ایک خاص قسم کا نور عطا کیا جائے گا۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالۡفَجۡرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشۡرٍ ۝۲ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۝۳ وَالَّيۡلِ اِذَا يَسۡرِ ۝۴ هَلۡ فِىۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِىۡ حِجۡرٍ ۝۵ اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۝۷ الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى الۡبِلَادِ ۝۸ وَثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۝۹ وَفِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ ۝۱۰ الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى الۡبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا الۡفَسَادَ ۝۱۲ فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ۝۱۴ فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰٮهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ۝۱۵

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"قسم ہے صبح کی، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔ کیا اس میں صاحب عقل کے لیے کوئی قسم ہے (ہاں یقیناً قسم ہے) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟ ستونوں والے شہر ارم کے ساتھ، جس کی مثال کسی ملک میں نہیں بنائی گئی۔

اور قوم ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی میں بڑے بڑے پتھر تراشے تھے، اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔ ان سب نے شہروں میں سرکشی کی تھی۔ اور کثرت کے ساتھ فساد مچا رکھا تھا۔ پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ آپ کا پروردگار یقیناً گھات

میں ہے۔ مگر جب انسان کی اُس کا پروردگار آزمائش کر لیتا ہے تو پھر اُسے عزت دے دیتا ہے اور اُسے نعمات عطا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے پروردگار نے مجھے عزت عطا کی ہے"۔

تفسیر آیات

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ "قسم ہے صبح کی!"

اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی ہے۔ فجر سے مراد دن ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فجر سے مراد سارا دن ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہی روایت کی ہے۔

وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ "اور دس راتوں کی"۔

ابن عباسؓ، حسن، قتادہ، مجاہد، ضحاک اور سُدی نے روایت کی ہے: دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ "اور جفت اور طاق کی"۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے: شفع سے مراد مخلوق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وخلقنا کم ازواجا، "ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا اور وتر اللہ تعالیٰ ہے۔

سعید خُدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شفع اور وتر سے مراد نماز ہے۔ اس میں شفع بھی ہے، جیسے صبح کی دو رکعت، ظہر اور عصر اور عشاء کی چار رکعتیں اور وتر ہے، جیسے مغرب کی تین رکعتیں۔

ایک قول ہے: وتر سے مراد قربانی کا دن ہے اور یوم عرفہ کو بھی وتر کہا گیا ہے۔

ابن عباس، عکرمہ، ضحاک اور جابر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی فرمایا کہ وتر سے مراد قربانی کا دن ہے اور وتر سے مراد یوم عرفہ بھی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے: یوم ترویہ کو شفع کہا گیا ہے اور وتر یوم عرفہ ہے۔ حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہی فرمایا ہے۔

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾

"ستونوں والے شہر ارم کے ساتھ"۔

کیونکہ ان لوگوں کی قد و قامت دراز تھی اس لیے انھیں قرآن نے ذات العماد کہا ہے۔ ان کی جسامت اور قوت کے متعلق مروی ہے کہ ان کا ایک آدمی پتھر کی بہت بڑی چٹان اُٹھا لیا کرتا تھا اور ایک پورے قبیلہ پر گرا کر اس کو تباہ کر دیا کرتا تھا

اور بعض مفسرین نے اس کا معنٰی یہ لیا ہے کہ ان کے محلات اور رہائش گاہیں پختہ اور مضبوط تھیں۔

شداد کا واقعہ

تفسیر مجمع البیان میں کعب الاحبار سے روایت ہے کہ وہ شہر جس کا نام ارم ذات العماد ہے اُسے شداد ابن عامر نے بنوایا تھا اور یہ عادِ اولیٰ کا واقعہ ہے اور حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد اسی عادِ اولیٰ کی نسل سے تھی۔ عادِ اوّل کے دو بیٹے تھے: شداد اور شدید۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد دونوں حکمران بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد شدید مر گیا اور شداد ملک بھر کا حکمران بن گیا۔ تمام زمین کے تمام حکمران بھی اس کی رعایا بن گئے۔ پھر اُس انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات و تبلیغات کو غیر مؤثر بنانے کے لیے اور اپنی خدائی منوانے کے لیے اپنی جنت بنانے کا منصوبہ بنایا۔ اُس نے شہر ارم ذات العماد کا نقشہ تیار کرایا اور اس پر کام شروع کیا۔ اُس نے دنیا بھر کے فنِ تعمیر کے ماہرین کی خدمات حاصل کیں۔ ان کی تعداد ایک سو بتائی جاتی ہے۔ ہر معمار کے ماتحت ایک ہزار کارندے معین کیے گئے تھے۔ اس نے ملک بھر کے تمام چھوٹے بڑے حکمرانوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ سونا چاندی اور زر و جواہر فراہم کرنے کے شاہی احکام جاری کریں۔ اس طرح سونے اور چاندی کی اینٹوں سے منظور شدہ نقشہ کے مطابق کمروں کی تعمیر شروع ہوگئی۔ اس طرح تین منزلہ عمارتیں نہایت ہی خوبصورت ترتیب کے ساتھ بننا شروع ہوگئیں اور ہر منزل کا دروازہ شہر کے صدر دروازے کی طرح تھا۔ درمیان میں عالیشان خوبصورت سڑکیں تھیں اور جن پر تعمیر ہونے والے دو طرفہ مکانات کے دروازے بالکل ایک دوسرے کے بالمقابل تھے۔ ان کے فرش زعفران و کستوری سے مخلوط کیے گئے تھے اور ان میں موتیوں کے ساتھ ڈیزائننگ کی گئی تھی اور سڑکوں کے کناروں پر پھل دار درخت کاشت کیے گئے تھے۔ پختہ نہریں اور اُن کے ساتھ متصل نالے بنائے گئے تھے اور ان نالوں سے گھروں تک پانی پہنچانے کا بندوبست تھا اور یہ نالے خالص چاندی کے بنائے گئے تھے۔ علاوہ ازیں زبرجد اور یاقوت کے ساتھ تزئین و آلائش کا کام کیا گیا تھا۔ گلی کوچوں کی خوبصورتی کو بڑھانے کے لیے سونے سے کام بھی لیا گیا تھا۔ شہر کے اردگرد ایک فصیل تعمیر کی گئی تھی اور اس کے بیرون اردگرد گولائی میں ایک وسیع سڑک تعمیر کی گئی تھی اور اس کے کنارے ایک ہزار بلند و بالا محلات تعمیر کیے گئے تھے تاکہ شہر کی رونق کو، اور چار چاند لگ جائیں۔ اس جنت کی تعمیر میں ایک روایت کے مطابق ۲۵ سال کا عرصہ لگا اور اُس پر بے پناہ دولت خرچ ہوئی۔ جب شہر ارم کی تکمیل ہوگئی تو شداد کو اطلاع دی گئی۔ وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ شاہی جاہ و جلال کے ساتھ روانہ ہوا۔ ابھی وہ اس کے قریب نہ پہنچا تھا کہ آسمان سے بجلی گری اور وہ واصلِ جہنم ہوگیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اُس کے، اِس شہر کا صدر دروازہ بن رہا تھا تو اُسے یاقوت احمر کے تختے کی ضرورت

پڑی۔ اُس نے اپنی مملکت سے اُسے پانے کے لیے ہر طرف احکام جاری کیے لیکن اُسے نہ مل سکا۔ حضرت جبرئیلؑ اللہ کے حکم سے تاجر کی شکل میں یاقوت احمر کا تختہ لائے اور اپنے اس تختے کی قیمت اس کی ساری بہشت کو اس کا عوض ٹھہرایا لیکن اُس نے کہا کہ وہ صرف اس بہشت کا ۱/۴ حصّہ دے سکتا ہے۔ لیکن اِدھر جناب جبرئیلؑ نہ مانے آخر وہ اپنا سارا بہشت دینے پر راضی ہوگیا۔ جب دروازہ نصب ہوگیا اور شداد نے اندر جانے کا ارادہ کیا تو جناب جبرئیلؑ نے اُس سے اپنے ملکیتی حقوق مانگے کہ اس کی اجازت کے بغیر وہ اندر نہیں جاسکتا کیونکہ تو اِسے میرے ہاتھوں بیچ چکا ہے لیکن اُس نے زبردستی داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس وقت خداوند تعالیٰ کا قہر بجلی کی صورت میں اس پر نازل ہوا اور وہ وہیں ابدی ہلاکت سے ہمکنار ہوگیا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ معاویہ کی حکومت کے زمانے میں عبداللہ بن قلابہ نامی ایک شخص اپنے اُونٹوں کی تلاش میں عدن کے جنگلات میں پھر رہا تھا۔ وہ اس دوران ایک عجیب وغریب شہر میں آپہنچا۔ وہاں سفید و سرخ یاقوت سے مرصع دروازوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اُسے یہ شہر انسانوں سے بالکل خالی نظر آیا۔ پس اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ وہی جنت ہے جس کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ایمان سے وعدہ کیا تھا۔ اس شہر کے مکانات میں زبرجد و یاقوت و زر و جواہر کچھ اس مضبوطی کے ساتھ جڑے ہوئے تھے کہ یہ شخص بڑی کوشش کے باوجود کسی چیز کو وہاں سے اُکھاڑ نہ سکا تھا۔ البتہ زعفران اور مشک میں سے کچھ نہ کچھ اپنے ہمراہ لے آیا تھا۔ جب یہ آدمی واپس اپنے علاقے میں پہنچا اور لوگوں کو اس شہر کی عظمت اور حُسن و جمال کی اطلاع دی تو یہ خبر معاویہ تک جاپہنچی۔ اُس نے اُسے اپنے دربار میں بلایا۔ جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو معاویہ نے کعب الاحبار کو اپنے ہاں بلا کر اس بات کا تذکرہ کیا۔ کعب الاحبار نے پورے واقعہ کو اس کے سامنے بیان کر دیا اور کہا: تیرے زمانے میں ایک چھوٹے قد کا آدمی جس کے آبرو پر داغ ہوگا اور اس کی گردن پر بھی ایک نشان ہوگا، اپنے گم شدہ اُونٹوں کی تلاش میں اس شہر میں داخل ہوگا۔ چنانچہ جب کعب نے دیکھا تو وہی شخص معاویہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ کعب الاحبار نے فوراً اُسے دیکھتے ہوئے کہا کہ بخدا یہ وہی آدمی ہے جس کے متعلق میں نے تجھے ابھی بتایا ہے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ "اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا"۔

کتاب علل الشرائع میں روایت ہے: ابان احمر کہتے ہیں، میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں سوال کیا: فرعون کو قرآن مجید میں "ذی الاوتاد" کا نام کیوں دیا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے اُسے میخوں والا کہا گیا ہے کہ جب وہ کسی کو عذاب دیتا تھا تو اُسے زمین پر لٹا دیا جاتا تھا اور اُس کے ہاتھوں اور ٹانگوں کو پھیلا دیا جاتا تھا اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونک دیئے جاتے تھے اور آدمی زمین پر

تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔ کبھی وہ کسی کو لکڑی کے تختے پر لٹا دیتا اور اُس کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونک دیتا۔ پھر اُسے اپنے حال پر چھوڑ دیتا اور وہ مر جاتا۔ اس لیے اللہ نے اُسے "فرعون ذی الاوتاد" کا نام دیا۔

کائنات کے پانچ اشرار

کتابِ خصال میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کائنات کے شریر ترین لوگ پانچ ہیں:

① ابلیس ② قابیل جس نے ہابیل کو قتل کیا تھا ③ میخوں والا فرعون ④ بنی اسرائیل کا وہ آدمی جس نے بنواسرائیل کو دین سے ہٹایا تھا ⑤ میری اُمت کا وہ آدمی جو لُد شہر کے دروازے پر کفر پر اپنی بیعت لے گا۔

راوی کہتا ہے: ایک دن وہ بھی میں نے دیکھا کہ شہر لُد کے دروازے پر ایک آدمی بیعت لے رہا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد آ گیا اور یہ دیکھ کر میں شاہِ ولایت کی بیعت میں آ گیا۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ "آپ کا پروردگار یقیناً گھات میں ہے"۔

پُل صراط

روضہ کافی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنابِ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو اکٹھا کرے گا اُس وقت جہنم کو لایا جائے گا اور اُس پر صراط کو رکھا جائے گا۔ وہ صراط بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس پر تین پُل ہوں گے:

پہلا رحم اور امانت کا پُل ہوگا، رحم اللہ امانت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ دوسرے پر نماز ہوگی، اس پر نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور تیسرے پر رب العالمین کا عدل ہوگا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ لوگوں کو حکم ہوگا کہ وہ اس سے گزریں۔ سب سے پہلے رحم اور امانت ان کا راستہ روک دے گی۔ اگر انھوں نے اس کو عبور کرلیا تو پھر انھیں نماز روک دے گی۔ اگر انھیں اِس سے نجات مل گئی تو وہ رب العالمین تک پہنچ جائیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ "یقیناً تیرا پروردگار گھات میں ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "مرصاد" صراط پر پُل ہے۔ بندوں پر ظلم کرنے والا، اس پل سے کبھی نہیں گزر سکے گا۔

وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَيَقُوْلُ رَبِّيْۤ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَ جِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾

"اور جب اس کی آزمائش کرلیتا ہے اور اُس پر اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے۔ ہرگز نہیں جیسا تم نے خیال کیا ہے بلکہ تم خود یتیم کی تکریم نہیں کرتے اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور میراث کو جائز و ناجائز طریقہ سے کھاتے ہو اور مالِ دنیا کے ساتھ بے پناہ محبت رکھتے ہو۔

ہرگز نہیں جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور تمھارے پروردگار (کا حکم) آجائے گا اور فرشتے صف در صف حاضر ہوں گے اور اُس دن دوزخ حاضر کی جائے گی۔ وہ کہے گا: اے کاش! میں نے اپنی اُخروی زندگی کے لیے کچھ بھیجا ہوتا۔

پس اس دن اللہ کے عذاب کی مانند عذاب دینے والا کوئی نہ ہوگا، اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑ سکے گا (فرمان جاری ہوگا)۔ اے نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اُس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں

داخل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔

تفسیر آیات

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾

"ہرگز نہیں جیسا تم نے خیال کیا ہے بلکہ تم خود یتیم کی تکریم نہیں کرتے اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے: لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ میں یتیم سے مراد وہ طفل ہے، جس کا باپ نہ ہو اور اس آیت میں اُن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو اللہ کے عطا کردہ اموال میں سے یتیموں پر خرچ نہیں کرتے اور انھیں سوال کی ذلت سے نہیں بچاتے، اُن میں کوئی ایسا نہیں ہے، جو یتیم کی کفالت کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس طرح جنت میں اکٹھے ہوں گے (آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا)۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾

"ہرگز نہیں جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا"۔

شیخ الطائفہؒ نے اپنی امالی میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ اس آیت کی تفسیر جانتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن ستر ہزار لگاموں کے ساتھ جہنم کو ستر ہزار فرشتے کھینچ کر لائیں گے۔ وہ بھری ہوئی ہوگی۔ اُسے روکا جائے گا اگر اُسے نہ روکا جائے گا تو وہ کہیں ہر چیز کو خاکستر کر کے رکھ دے۔

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾

"اور تمھارے پروردگار (کا حکم) آجائے گا اور فرشتے صف در صف حاضر ہوں گے"۔

جب حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس زیر بحث آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کی کیا تفسیر ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو آنے جانے سے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اِن صفات سے پاک و پاکیزہ ہے۔ اس سے مراد ہے تیرے پروردگار کا امر آجائے گا۔

کتاب احتجاج طبرسی میں روایت ہے: امیر المومنین جناب امام علی علیہ السلام نے اس زیر بحث آیت کے بارے میں فرمایا: اس آیت کے مثل قرآن مجید میں اور آیات بھی ہیں، جس طرح یہ آیات ہیں:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ

"کیا یہ لوگ صرف اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمھارا پروردگار خود آئے یا تمھارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آ جائیں"۔ (سورۂ انعام:۱۵۸)

یہ سب حق ہے لیکن اللہ کا آنا یا ملائکہ کا آنا انسان کے آنے کی طرح نہیں ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔ کتاب اللہ میں بہت سی آیات ہیں، جن کی تاویل تنزیل کی غیر ہوتی ہے۔ چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں جو ان شاء اللہ جواب کے لیے کافی وشافی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حکایت پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے: انی ذاهب الی ربی، یہاں رب کی طرف جانے کا معنٰی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں: میں اپنے اللہ کی عبادت کروں گا یا اُس کے راستے میں جدوجہد کروں گا۔ آپ نے یہاں دیکھا جو تاویل ہے، وہ تنزیل کی غیر ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا: وانزلنا الحدید فیه باس شدید، یہاں لوہے کے انزال کی بات کی گئی ہے۔ اس انزال سے مراد تخلیق ہے کہ ہم نے لوہے کو پیدا کیا۔ ایک اور مقام پر فرمایا: وان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدین، یہاں عابدین سے مراد 'جاحدین' ہے کوشش کرنے والے۔ پس تاویل اس قول میں اس کا باطن ہے اور ظاہری معنٰی کی ضد ہے۔

کتاب علل الشرائع میں روایت ہے: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا گیا کہ آپ کی اُمت پر رات اور دن میں پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں فرض کیوں ہوئیں؟

آپؐ نے فرمایا: آفتاب زوال کے وقت حلقہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب وہ داخل ہوتا ہے تو اس وقت اس کا زوال ہوتا ہے۔ اس وقت ہر شے زیر عرش اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح کرتی ہے اور یہی وہ وقت ہے، جس وقت اللہ تعالیٰ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میری اُمت پر اس وقت کی نماز فرض کی اور فرمایا:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (سورۂ بنی اسرائیل:۷۸)

یہی وہ وقت ہے کہ جب قیامت کے دن جہنم کو پیش کیا جائے گا پس جو مومن اس وقت رکوع وسجود وقیام کی حالت میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر جہنم کو حرام کر دے گا۔

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ

"اس دن دوزخ حاضر کی جائے گی"۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اس دن جہنم کو لایا جائے گا۔ ہزاروں فرشتے اُسے لا رہے ہوں گے۔ اس کے شعلے بلند سے بلند ہو رہے ہوں گے۔ اس کے بڑے بڑے انگارے اُڑ اُڑ کر اِدھر اُدھر گر رہے ہوں گے۔ اس دوران جہنم اپنی ہیبت ناک آواز بلند کر رہی ہوگی۔ خوف خدا سے وہ بھی لرز رہی ہوگی۔

اس وقت ارشاد خداوندی ہوگا: اے دوزخ! میں نے تجھ پر عذاب نہیں کرنا بلکہ تیرے ذریعے اپنے دشمنوں کو عذاب کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر جہنم اپنے پروردگار کا سجدہ کرے گی۔ اُس کے دھوئیں سے محشر میں تاریکی پھیل جائے گی۔ زبانیہ فرشتے اس پر مامور ہوں گے۔ جہنم کے شعلوں کو اور اُڑتے ہوئے انگاروں کو دیکھ کر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء اللہ بھی کانپ کر رہ جائیں گے۔ ہر طرف سے نفسی نفسی کی صدا بلند ہوگی لیکن آقائے نامدار جناب آمنہ کے لال سرکار کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت فرمار ہے ہوں گے: اُمتی اُمتی۔

تفسیر مجمع البیان میں آیا ہے کہ جہنم کی پُل پر سات موقف ہوں گے۔ پہلے موقف پر انسان کو روکا جائے گا۔ اس پر اُس سے اللہ کی وحدانیت کا سوال ہوگا۔ وہ اگر یہاں سے پاس ہوگیا تو اُسے آگے جانے دیا جائے گا۔ اگلے موقف پر نماز کا سوال ہوگا۔ اگر وہ اس سے گزر گیا تو تیسرے موقف پر اس سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس کے بعد چوتھے موقف پر ماہِ رمضان کے روزوں کے بارے میں سوال ہوگا اور پانچویں موقف پر بیت اللہ کے حج کے بارے میں سوال ہوگا، اور چھٹے موقف پر عمرہ واجبہ کا سوال ہوگا۔ اور آخری ساتویں موقف پر حقوق الناس کا سوال ہوگا۔ اگر اس موقف سے صحیح وسالم بچ نکلا تو وہ پار چلا جائے گا ورنہ حکم ہوگا کہ اس کے نیک اعمال کو بدلہ میں رکھتے جاؤ۔ پس اگر اس کے گناہوں کا عوض ہوگیا تو پھر اُسے جنت میں بھیج دیا جائے گا ورنہ اُسے جہنم میں گرا دیا جائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے، ابوسعید خدری کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا۔ آپؐ سخت پریشان ہوگئے۔ جب صحابہ کرام نے آپؐ کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی پریشان ہوگئے۔ اُن میں سے کچھ صحابہ شاہِ ولایت جناب امیر علیہ السلام کے حضور آئے۔ انھوں نے عرض کیا: یا علیؑ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت پریشان ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے پیچھے پیچھے آئے اور آپؐ کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان بوسے دیئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں، کیا ہوا ہے؟ آپؐ اتنے پریشان کیوں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: جبرئیل امینؑ میرے پاس حاضر ہوئے اور یہ آیت لائے ہیں۔ (وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: جہنم کس صورت میں لائی جائے گی؟

آپؐ نے فرمایا: ستر ہزار فرشتے اس کی ستر ہزار لگاموں کو پکڑے ہوئے لا رہے ہوں گے۔ وہ بپھری ہوئی ہوگی، اُسے دھتکارا جا رہا ہوگا۔ اگر اُسے چھوڑ دیا جائے گا تو ہر شے کو جلا کر رکھ دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: قیامت کے دن جہنم مجھ سے کہے گی: اے اللہ کے رسولؐ! میرا آپؐ سے کیا کام، اللہ نے آپؐ کے مبارک جسم و جان کو مجھ پر حرام کیا ہے۔

روایت کے لفظ ہیں: میدانِ قیامت میں کوئی ایسا نہیں ہوگا، جو نفسی نفسی نہ کہہ رہا ہوگا۔ صرف اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ فرما رہے ہوں گے: اُمتی اُمتی "میری اُمت، میری اُمت"۔ (اے پروردگار! میری اُمت کو بچالے)۔

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

"(فرمان جاری ہوگا) اے نفسِ مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہوجا، اور میری جنت میں داخل ہوجا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیات حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔ اُن سے خطاب کیا گیا ہے۔

مومن اور موت کا فرشتہ

اُصولِ کافی میں روایت ہے، سُدیر صیرفی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ عصمت میں سوال کیا: اے فرزندِ رسولؐ! جب ایک مومن کی روح قبض کی جاتی ہے، کیا وہ اس چیز کو ناپسند کرتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! ایسا نہیں ہے۔ جب موت کا فرشتہ اس کے پاس اُس کی روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو وہ جزع فزع کرتا ہے۔ موت کا فرشتہ اُس سے کہتا ہے: اے اللہ کے ولی! تو خوف مت کر۔ میں تجھ پر تیرے شفیق والد سے زیادہ شفیق و رحیم ہوں۔ ایک لمحہ کے لیے اپنی آنکھیں کھولو اور سامنے دیکھو۔

راوی کہتا ہے: اس وقت محمدؐ و آلِ محمدؑ کی صورتیں نمودار ہوں گی۔ جب وہ آنکھیں کھولے گا تو اُسے رسولِ خداؐ، حضرت امام علیؑ، حضرت فاطمہ زہراءؑ، حضرت امام حسن و حسن علیہما السلام اور ان کی ذُریت میں سے باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام اس کے سامنے ہوں گے۔ اس وقت اُسے کہا جائے گا:

اِدھر دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، یہ جنابِ امام علیؑ ہیں، یہ حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں، یہ امام حسنؑ ہیں، یہ سید الشہداء امام حسینؑ ہیں، اور یہ باقی آئمہ ہیں، جو تیرے محبوب ہیں۔ پس جب وہ اپنی آنکھوں کو کھولے گا تو پروردگار کا نمائندہ اُسے آواز دے گا: يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ اے وہ شخص جو حضرت محمد ﷺ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام پر ایمان رکھتا ہے۔ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ، اس حالت میں کہ تو ان کی ولایت پر راضی ہے اور وہ اپنے ثواب پر تجھ سے راضی

ہیں۔ تو میرے بندوں میں داخل ہو جا، یعنی حضرت محمد ﷺ اور اُن کی اہلِ بیتؑ کے درمیان آ جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ اس موقع پر اس مومن کے لیے کوئی اور چیز زیادہ محبوب نہیں ہوگی۔ وہ اُس وقت چاہے گا کہ جتنا جلدی ہو، اس کی روح قبض کر لی جائے تاکہ اس منادی کے ساتھ مل جائے۔

محاسن برقی میں سُدیر صیرفی سے روایت ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اُس ذات کی قسم، جس نے حضرت محمد ﷺ کو نبوت عطا فرمائی اور اُن کی مبارک روح کو جنت کی طرف جلدی اُٹھا لیا۔ تم میں سے کوئی ایک بھی خوش حال و شادمان نہیں رہ سکتا یا اس کے لیے ندامت و حیرانی ظاہر نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ اپنے حقیقی انجام تک نہ پہنچ جائے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وعن الیمین وعن الشمال قعید "اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں" جب موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے۔ وہ ندا دیتا ہے تو روح جسم سے فوراً نکل جاتی ہے۔ مومن کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اُس کے ساتھ کیا ہوا ہے کیونکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

"اے نفسِ مطمئنہ! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔

وہ شخص جو پرہیزگار ہوگا اور اپنے برادرانِ ایمانی سے اُنس رکھنے والا ہوگا، وہ اُن کے پاس پہنچ جائے گا۔ اگر وہ پرہیزگار نہیں تھا تو وہ اپنے برادرانِ ایمانی کے پاس نہیں پہنچ سکے گا۔ اُسے کہا جائے گا، تجھے کس چیز نے اپنے برادران سے مواسات اور ورع سے روکے رکھا۔ تو اُن میں سے ہے، جو زبانی طور پر محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عمل کے اعتبار سے نہیں۔ ایسا آدمی جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے ملاقات کرے گا تو وہ اُن دونوں ہستیوں کو غضب ناک پائے گا، وہ اس کی شفاعت نہیں کریں گے۔

سُوۡرَةُ الۡبَلَدِ

سورة البلد مكّية آياتها ۲۰ وركوعاتها ۱

''سورۂ بلد مکّہ میں نازل ہوئی۔ اس کی بیس آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ بلد کے مضامین

اس سورہ کا آغاز قسم کے ساتھ ہوا ہے۔ اللہ نے اپنے عظیم شہر مکہ کی قسم کھائی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ شہر مکہ اس لیے عظیم ہے کہ ایک تو اس میں بیت اللہ ہے اور دوسرے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس انقلاب کا آغاز کیا ہے، وہ ایک عظیم انقلاب ہے۔

علاوہ ازیں اس سورہ میں ذاتِ انسانی پر گفتگو کی گئی ہے۔ جو نعمتیں اُسے دی گئی ہیں اُن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ انسان کو خطاب کیا گیا ہے کہ تمام راہیں تجھے دکھا دی گئی ہیں۔ سعادت و شقاوت دونوں دروازے تجھ پر کھول دیے گئے ہیں۔ اب جس راستے کو چاہو اختیار کرو۔ آخر میں کفار کے انجام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

سورۂ بلد کی تلاوت کا ثواب

ثواب الاعمال میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے سورۂ بلد کی فریضہ نماز میں تلاوت کی تو اس کی اس دنیا میں اللہ کی طرف سے شہرت ہو جائے گی کہ وہ صالحین میں سے ہے اور وہ آخرت میں ان لوگوں میں اس کا شمار ہوگا، جو بارگاہِ خداوندی میں مقام و منزلت رکھتے ہیں اور وہ انبیاء، شہدا اور صالحین کے دوستوں میں سے ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورۂ بلد کی تلاوت کی، اللہ اُسے قیامت کے دن اپنے غضب سے محفوظ رکھے گا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ﴿۴﴾ اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ یَقُوۡلُ اَهۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿۶﴾ اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ﴿۷﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَیۡنَیۡنِ ۙ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ هَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ ﴿ۚ۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"مجھے قسم ہے اِس شہر (مکہ) کی اور آپ اس شہر میں ساکن ہیں۔ اور قسم ہے، باپ اور اولاد کی۔ ہم نے انسان کو دُکھ و تکلیف میں پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال ضائع کردیا ہے۔ کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ کسی نے اُسے نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اُس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ ایک زبان اور دو ہونٹ؟ اور ہم نے اُسے دونوں راستے (بھلائی اور بُرائی) کے دکھائے"۔

اس مقدس شہر کی قسم

لَاۤ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾

"مجھے قسم ہے اس شہر (مکہ) کی۔ اور آپؐ اس شہر میں رہتے ہیں"۔

علی بن ابراہیم سے روایت ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِن آیات کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ کے علاوہ مخلوق کی قسمیں کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں قریش "حرم" کی عظمت کے قائل تھے لیکن اس کی قسمیں نہیں کھاتے تھے لیکن اس میں اللہ کی حُرمت کو پامال کرتے تھے، جو حرم میں پناہ لیتا، اُس سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی جانور حرم میں آ جاتا تو اُسے خارج نہیں کرتے تھے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝۲

"مجھے قسم ہے اس شہر (مکہ) کی، اور آپ اس شہر میں رہتے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: وہ جاہل لوگ شہروں کی تعظیم کرتے تھے اور ان کی قسمیں کھاتے تھے لیکن وہ اللہ کے رسول ﷺ کی حرمت کا پاس نہیں کرتے تھے۔

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ اکثر مفسرین نے یہی نقل کیا ہے کہ اس زیرِ بحث آیت میں "البلد" سے مراد مکہ مکرمہ ہے، اور وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ کے مخاطب رسول اکرم ﷺ ہیں کہ آپؑ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ شہر تیرے وجود کے فیض و برکت سے اس عظمت کا حامل بنا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے اس کی وحدانیت کے داعی بن کر تشریف لائے تھے کہ صرف اور صرف اُسی کی عبادت کرو۔

ایک قول ہے کہ اس آیت وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ میں محل "محرم" کی ضد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے ان کافروں کا قتل حلال ہے۔ آپ اِنھیں قتل کر سکتے ہیں۔ فتح مکہ کے دن اللہ نے آپ کے لیے ان کفار کا قتل جائز قرار دے دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے اور اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ کے لیے ایک مرتبہ یہاں جنگ حلال ہونے والی ہے اور اس لڑائی میں آپؑ کو جو ملے وہ حلال ہے۔ فتح مکہ کے روز آپؑ نے ابن اخطل کو قتل کرا دیا تھا (آپؑ نے اس کے متعلق فرما دیا تھا۔ اگر وہ کعبہ کے پردہ کے ساتھ لپٹا ہوا کیوں نہ ہو، اُسے قتل کر دیجیے۔ اس طرح آپؑ نے حویرث بن نفیذ بن وھب بن عبد قصی اور مقیس بن حبابہ کو بھی قتل کرا دیا تھا۔ (اضافۃ من المترجم)

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۝۳ "اور قسم ہے باپ اور اولاد کی"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ اس زیرِ بحث آیت میں والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور "ماولد" سے مراد انبیاء و اوصیاء علیہم السلام ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝۴ "ہم نے انسان کو دُکھ اور تکلیف میں پیدا کیا ہے"۔

کتاب علل الشرائع میں حماد بن عثمان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض

کیا کہ ہم ان چوپاؤں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے اگلے پاؤں کے اندرونی طرف دو پیوند ہوتے ہیں۔ جیسا کہ انھیں داغا گیا ہو۔ یہ کیا ہے اور کیوں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ماں کے شکم میں انھیں اگلے پاؤں کی اندرونی جگہ پر ان کی تھوتھنی اور ناک رہتی ہے۔ لیکن ابن آدمؑ اپنی ماں کے پیٹ میں اُلٹا رہتا ہے، اس لیے اللہ نے اپنے قرآن میں فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ "ہم نے انسان کو دُکھ اور تکلیف میں پیدا کیا ہے"۔

ابن آدم اس طرح نہیں رہتا اس کا سر ماں کی دُبر کی طرف رہتا ہے اور اُس کے ہاتھ اُس کے سامنے رہتے ہیں۔

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ "وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال ضائع کر دیا ہے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جنگِ خندق میں جب عمرو بن عبدود میدانِ جنگ میں آیا تھا حضرت امام علی علیہ السلام نے اُسے اسلام کی دعوت دی تھی۔ اُس نے جواب میں کہا تھا: میرے اس عظیم مال کا کیا بنے گا جو میں نے اللہ کے دین کے خلاف استعمال کیا تھا؟

حضرت علی علیہ السلام نے اُسے قتل کر ڈالا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ "کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ کسی نے اُسے نہیں دیکھا"، یعنی وہ جو اپنے دل میں فساد پر مبنی منصوبے رکھتا ہے اُس کی کسی کو خبر نہیں ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ "کیا ہم نے اُس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں"۔

"عینین" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ "ولسانا" لسان حضرت امام علی علیہ السلام ہیں اور "وشفتین" حضرات حسنین شریفین علیہما السلام ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابن آدم سے فرماتا ہے:

ان نازعك لسانك فيما حرمت عليك فقد اعنتك عليه بطبقتين فاطبق وان نازعك بصرك الى بعض ما حرمت عليك فقد اعنتك عليه بطبقتين فاطبق وان نازعك فرجك الى ما حرمت عليك فقد اعنتك عليه بطبقتين فاطبق

"اے اولادِ آدم! اگر تیری زبان تجھے فعلِ حرام پر اُبھارنا چاہے تو میں نے اُسے روکنے کے لیے تجھے دو ہونٹ عطا کر رکھے ہیں، پس تو اِن دو ہونٹوں کو بند کر لے اور اگر تیری آنکھ تجھے حرام کی طرف اُکسائے تو میں نے تجھے پلکیں عطا کر رکھی ہیں تو اُنھیں بند کر لے۔ اگر تیری شہوت تجھ فعلِ حرام پر مجبور کرے تو میں نے تجھے دو رَان عطا کر رکھے ہیں، ان میں اسے بند کر دے"۔

چند نکات

آنکھ کی حیرت انگیزیاں

آنکھ کو عام طور پر کیمرے کی دُوربین سے تشبیہ دیتے ہیں، جو اپنی بہت ہی چھوٹی سی پُتلی کے ساتھ مختلف مناظر کے فوٹو اُتارتی ہے۔ ایسی تصویریں جو فلم کی بجائے "شبکیہ چشم" (آنکھ کی سکرین) پر منعکس ہوتی ہیں اور وہاں سے بینائی کے اعصاب کے ذریعے دماغ میں منتقل ہوتی ہیں۔

تصویرکشی کا یہ حد سے زیادہ لطیف و دقیق کارخانہ، شب و روز میں کئی ہزار تصویریں، مختلف مناظر کی اُتار سکتا ہے، لیکن تصویرکشی اور فلمیں بنانے کی ترقی یافتہ مشینوں پر بھی اس کا بہت سے پہلوؤں سے قیاس نہیں ہوسکتا، کیونکہ:

① اس مشین میں روشنی کو منظم کرنے والا دریچہ وہی آنکھ کی پُتلی ہے، جو خودکار طریقہ سے زیادہ قوی روشنی کے مقابلہ میں زیادہ تنگ اور کمزور روشنی کے مقابلہ میں زیادہ کشادہ ہوجاتی ہے۔ حالانکہ کیمرے کی مشین کو اشخاص کے ذریعے منظم کرنا پڑتا ہے۔

② آنکھ کا عدسہ، ان تمام شیشوں کے برخلاف، جو دنیا کے تصویرکشی کے کیمروں میں استعمال ہوتے ہیں، ہمیشہ اپنی شکل بدلتا رہتا ہے۔ اس طور پر کہ کبھی تو اس کا قطر ۱/۵ میٹر ہوتا ہے اور کبھی ۸ ملی میٹر تک پہنچ جاتا ہے تاکہ وہ دُور اور نزدیک کے مناظر کی تصویر بنا سکے اور یہ کام ان عضلات کے ذریعے، جنھوں نے عدسہ کو گھیرا ہوا ہے، اور کبھی اُسے کھینچ لیتے ہیں اور کبھی چھوڑ دیتے ہیں، انجام پاتا ہے۔ اس طرح سے آنکھ کا ایک عدسہ تنہا سینکڑوں عدسوں کا کام انجام دیتا ہے۔

③ تصویرکشی کی یہ مشین چار مختلف سمتوں کی طرف حرکت کرتی ہے، یعنی آنکھ کے عضلات کی مدد سے جس طرف چاہے حرکت کرسکتی ہے اور تصویر بنا سکتی ہے۔

④ یہاں ایک اور اہم نکتہ بھی ہے کہ تصویرکشی کے کیمروں کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کی فلموں کو تبدیل کرتے رہیں، اور جب فلم کی ایک ریل ختم ہوجائے تو اس کی جگہ دوسری ریل رکھنی پڑتی ہے۔ لیکن انسان کی آنکھیں زندگی بھر تصویریں اُتارتی رہتی ہیں، اور اس میں کوئی چیز تبدیل نہیں کرنی پڑتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ کی سکرین کا وہ حصّہ، جس پر تصویریں منعکس ہوتی ہیں، اس میں دو قسم کے سلول ہوتے ہیں:

① مخروطی سلول ② عمودی سلول، جو روشنی کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ حساس مادہ رکھتے ہیں اور روشنی کی

تھوڑی سی چمک سے ہی ان کا تجزیہ ہو جاتا ہے اور وہ ایسی لہریں پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ دماغ کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور سکرین دوبارہ نئی تصویر کھینچنے کے لیے آمادہ ہو جاتی ہے۔

۵ تصویریں کھینچنے والی دُوربینیں بہت ہی محکم اور مضبوط مادّوں سے بنائی گئی ہیں، لیکن آنکھ کی تصویر کھینچنے کی مشین اتنی لطیف ہے کہ جس میں معمولی سی چیز سے بھی خراش آجاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو ایک مضبوط ہڈیوں سے بنی ہوئی حفاظت گاہ میں رکھا گیا ہے لیکن اتنی ظرافت و نزاکت کے باوجود یہ لوہے اور فولاد سے بھی زیادہ چلنے والی چیز ہے۔

۶ فلمیں بنانے والوں اور تصویریں کھینچنے والوں کے لیے "روشنی کے منظم ہونے" کا مسئلہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے، اور اس مقصد کے لیے کہ تصویریں صاف ہوں، بعض اوقات کئی کئی گھنٹے روشنی اور اس کے مقدمات کو منظم کرنے میں مشغول رہنا پڑتا ہے، جب کہ آنکھ تمام حالات میں، چاہے روشنی قوی ہو یا درمیانی یا کمزور، یہاں تک کہ تاریکی میں بھی، بشرطیکہ معمولی اور خفیف سی روشنی بھی وہاں پر موجود ہو، تصویر لے سکتی ہے اور یہ چیز آنکھ کے عجائبات میں سے ہے۔

۷ بعض اوقات ہم روشنی سے تاریکی کی طرف جاتے ہیں، یا بجلی کے بلب اچانک بُجھ جاتے ہیں، تو ہم اس وقت کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتے، لیکن چند ہی لمحے گزر جانے کے بعد ہماری آنکھ خودکار طور پر اپنی کیفیت کو اس کمزور روشنی کے ساتھ منطبق کر لیتی ہے، اس طرح سے کہ جب ہم اپنے اردگرد نظر کرتے ہیں کہ ہماری آنکھ تاریکی کی عادی ہو گئی ہے، اور یہ عادت والی تعبیر جو سادہ اور عام زبان میں ادا ہو جاتی ہے۔ ایک بہت ہی پیچیدہ مکانیم (طرزِ ساخت) کا نتیجہ ہے، جو آنکھ میں رکھی گئی ہے، اور وہ خود کو بہت ہی مختصر سے وقت میں نئے حالات پر منطبق کر سکتی ہے۔

اس کے برخلاف جب ہم تاریکی سے روشنی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے برعکس ہوتا ہے۔ یعنی ابتداء میں ہماری آنکھ قوی روشنی کو برداشت نہیں کرتی، لیکن چند لمحات کے بعد وہ اس سے منطبق ہو جاتی ہے اور اصطلاح کے مطابق عادی ہو جاتی ہے لیکن یہ امور تصویر بنانے والے کیمروں میں ہرگز موجود نہیں ہیں۔

۸ تصویر بنانے والے کیمرے محدود فضا سے تصویر بنا سکتے ہیں، جب کہ انسان کی آنکھ تمام اُفق کا نیم دائرہ جو اس کے سامنے ہوتا ہے دیکھ لیتی ہے، اور دوسرے لفظوں میں ہم اپنے اطراف کے تقریباً ۱۸۰ درجے کے دائرے کو دیکھ لیتے ہیں، جب کہ تصویر کشی کا کوئی کیمرہ ایسا نہیں ہے۔

⑨ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ انسان کی دونوں آنکھیں، جن میں سے ہر ایک ایک مستقل مشین ہے۔ اس طرح منظم ہوئی ہیں کہ ان دونوں سے لیے گئے فوٹو ایک ہی نقطہ پر جا کر پڑتے ہیں۔ اس طرح سے اگر یہ تنظیم تھوڑی سی خراب ہوجائے تو انسان اپنی دو آنکھوں سے ایک ہی جسم کو دو جسم دیکھتا ہے، جیسا کہ احول (جسے دو دو نظر آتے ہوں) اشخاص میں یہ معنی مشاہدہ ہوتا ہے۔

⑩ دوسرا قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ وہ تمام مناظر جن کی آنکھ تصویر کشی کرتی ہے، آنکھ کی سکرین پر اُلٹے پڑتے ہیں، حالانکہ ہم کسی چیز کو اُلٹا نہیں دیکھتے، آنکھ کے عادی اور چیزوں کی ایک دوسرے سے نسبت کو محفوظ رکھنے کی بنا پر ہے۔

⑪ آنکھ کی سطح ہمیشہ مرطوب ہونی چاہیے، کیونکہ اگر وہ چند ساعت بھی خشک رہ جائے تو اس پر شدید ضرب پڑے۔ یہ رطوبت ہمیشہ آنسوؤں کے غدوددوں سے حاصل ہوتی ہے، جو آنکھ میں ایک طرف سے وارد ہوتے ہیں اور بہت ہی باریک اور ظریف رگوں سے، جو آنکھوں کے کناروں پر ہوتی ہیں، باہر نکلتے ہیں، اور ناک کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں اور اُسے بھی مرطوب رکھتے ہیں۔

اگر آنکھ کے غدود خشک ہوجائیں تو آنکھ خطرے میں پڑ جاتی ہے اور پلکوں کی حرکت غیر ممکن ہوجاتی ہے اور اگر اس کا فعل حد سے زیادہ بڑھ جائے تو ہمیشہ چہرے پر آنسو بہتے رہیں، یا اگر آنکھ کے فاضل پانی کو خشک کرتے رہیں، اور یہ کتنا بڑا دردِ سر ہے۔

⑫ آنسوؤں کی ترکیب ایک پیچیدہ ترکیب ہے اور اس میں دس سے زیادہ عناصر ہوتے ہیں، اور وہ مجموعاً آنکھ کی نگہداشت کے لیے ایک بہترین اور مناسب ترین مائع یا مرکب ہوتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ آنکھ کے عجائبات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے بارے میں کئی دن تک بیٹھ کر گفتگو کرنے کی ضرورت ہے، اور ان کے لیے کئی کتابیں لکھنی پڑیں، اور ان تمام چیزوں کے باوجود اگر ہم اس کے اصلی مادہ کو دیکھیں تو وہ تقریباً چربی کے ایک ٹکڑے سے زیادہ نہیں ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام اپنی ایک قابلِ قدر گفتگو میں فرماتے ہیں:

اعجبوا لهذا الانسان ينظر بشحم، ويتكلم بلحم ويسمع بعظم، ويتنفس من خرم!

"تعجب ہے اس انسان پر، جو چربی کے ایک ٹکڑے سے دیکھتا ہے، اور گوشت کے ایک ٹکڑے سے بولتا ہے، ہڈی سے سنتا ہے، سوراخ سے سانس لیتا ہے اور وہ ان بزرگ حیاتی کاموں کو ان چھوٹے سے وسائل کے ذریعے انجام دیتا ہے"۔ (اضافۃ من المترجم)

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝۱۰ "اور ہم نے اُسے دونوں راستے (بھلائی اور بُرائی) کے دکھائے"۔

نجدین کی طرف ہدایت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایها الناس هما نجدان نجد الخیر ونجد الشر، فما جعل نجد الشر احب الیکم من نجد الخیر

"اے لوگو! دو بلند سرزمیں موجود ہیں، خیر کی سرزمین اور شر کی سرزمین تمھارے لیے خیر کی سرزمین سے ہرگز زیادہ پسند نہیں کی گئی"۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰

"مگر اُس نے وہ دُشوار گزار گھاٹی میں قدم ہی نہیں رکھا اور آپ کو کیا معلوم کہ یہ دشوار گزار گھاٹی ہے کیا؟ گردن کو (غلامی کی زنجیروں سے) چھڑانا۔ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا، یتیم رشتہ دار کو یا مسکین خاک نشین کو۔

پھر یہ شخص اُن لوگوں میں سے ہوگیا، جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی اور رحم کی وصیت کی۔ یہی لوگ دائیں (ہاتھ) والے ہیں، اور جنھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، وہی لوگ بد بخت ہیں۔ اُن پر ایسی آگ مسلط ہوگی، جو ہر طرف سے بند ہے"۔

دشوار گزار گھاٹی

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾

''مگر اُس نے دشوار گزار گھاٹی میں قدم ہی نہیں رکھا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ یہ دشوار گزار گھاٹی ہے کیا؟ گردن کو (غلامی کی زنجیروں سے) چھڑانا''۔

ابان بن تغلب نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ عصمت و طہارت میں عرض کیا: آپ (ان مندرجہ بالا) آیات کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس شخص پر ہماری ولایت کا کرم فرمایا ہے تو وہ صرف اِس گھاٹی میں آ سکتا ہے۔ وہ گھاٹی جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا: ہم ہیں جس نے اس میں قدم رکھا وہ نجات پا گیا۔

راوی کہتا ہے: یہ فرما کر معصوم علیہ السلام نے سکوت اختیار کیا پھر آپؑ نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک حرف بتاؤں جو تیرے لیے دنیا و مافیہا سے مفید و بہتر ہو۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

آپؑ نے قرآن مجید کی آیت پڑھی: فَكُّ رَقَبَةٍ گردن کو (غلامی کی زنجیروں سے) چھڑانا۔ آپؑ نے فرمایا: تمام لوگوں نے جہنم میں جانا ہے۔ سوائے تم لوگوں کے جنھوں نے ہماری ولایت کا اقرار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کے سبب تمھیں جہنم سے آزاد کر دیا ہے

جعفر بن خلاد سے روایت ہے: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا معمول تھا، جب آپؑ کھانا تناول کرنا چاہتے تھے اور کھانا دسترخوان پر لگایا جاتا تھا تو آپؑ حکم دیتے تھے کہ دسترخوان کے پاس ایک بڑی سینی رکھ دی جائے۔ دسترخوان پر جتنے کھانے ہوتے تھے، اُن میں سے بہترین کھانا اُٹھا کر اس سینی میں ڈال دیتے تھے اور پھر فرماتے تھے کہ یہ کھانا ضرورت مندوں کو دے دیا جائے۔ پھر آپؑ اِس آیت کی تلاوت فرماتے: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾

اس کے بعد مزید فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ سب لوگ غلاموں کو آزاد کرانے کی قدرت نہیں رکھتے لہٰذا اپنی جنت کی طرف ایک اور راستہ بھی بنا دیا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان امامکم عقبةً کؤوداً لا یجوزها المثقلون ، وانا ارید ان اخفف عنکم لتلك العقبة

''تمھارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے، جس سے بھاری بوجھ والے نہیں گزر سکیں گے اور میں چاہتا ہوں کہ اس گھاٹی سے عبور کرنے کے لیے تمھارے بوجھ کو ہلکا کروں''۔

براء بن عازب سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اُس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں، جس کے ذریعے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔

آپؐ نے فرمایا: ان کنت اقصرت الخطبة لقد اعرضت المسئلة، ''اگرچہ تو نے بات مختصر کی ہے لیکن تیری بات میں مقصد عظیم ہے''۔

آپؐ نے فرمایا: اعتق النسمة وفك رقبة، ''غلاموں کو آزاد کر اور گردنوں کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلا''۔

راوی نے آپؐ کے حضور عرض کیا: کیا یہ دونوں چیزیں ایک ہی نہیں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں، پہلی سے مراد یہ ہے کہ تو غلام کو مستقل طور پر آزاد کر دے اور دوسری سے مراد یہ ہے کہ تو اس کی قیمت کی ادائیگی میں امداد کر، تاکہ وہ آزاد ہو جائے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

والفئ علی ذی الرحم الظالم فان لم یکن ذلك فأطعم الجائع، واسق الظمئان، وامر بالمعروف وانه عن المنکر فان لم تطق ذلك فکف لسانك الا من خیر

''اُن رشتہ داروں کی طرف جنھوں نے تجھ سے قطع رحمی کی ہے اور تجھ پر ظلم کیا ہے، لوٹ جا اُن سے اچھا سلوک کر، اگر یہ تیرے لیے ممکن نہ ہو تو پھر بھوکوں کو کھانا کھلا اور پیاسوں کو پانی پلا۔ نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روک۔ اگر تجھ میں اس کام کے کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کم از کم اپنی زبان پر کنٹرول کر، نیکی کے علاوہ کسی اور کام کے لیے اُسے نہ کھول''۔

تفسیر مجمع البیان میں آیا ہے کہ جہنم پر ایک پُل بچھائی جائے گی جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہو گی۔ اس کی چڑھائی ایک ہزار سال، اس کی لمبائی ایک ہزار سال اور اس کی اُترائی ایک ہزار سال ہو گی اور اس کے اردگرد کانٹے ہوں گے۔ پس اس پر بعض لوگ بجلی کی تیزی کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض تیز ہوا کی طرح اور بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اس سے عبور کر جائیں گے۔ بعض انسانوں کی طرح دوڑ کر عبور کریں گے، بعض عام رفتار سے چل کر جائیں گے، بعض گھٹنوں کے بل اور بعض گرتے پڑتے مشکل کے ساتھ عبور کریں گے اور بعض لوگ منہ کے بل جہنم میں گر پڑیں گے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ''عقبہ'' سے مراد امیرالمومنین جناب امام علی علیہ السلام کی ولایت ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمام لوگ جہنم کی غلامی میں ہیں، پس وہ جو ہماری اطاعت و ولایت کا اقرار کرے گا وہ آتشِ جہنم سے آزاد ہو گا اور عقبہ ہماری ولایت کا نام ہے۔

عمر بن یزید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی بارگاہِ عصمت و طہارت میں عرض کیا: اے میرے مولا و آقا! میرا بیٹا شدید بیمار ہے (جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں)۔

آپؑ نے فرمایا: جاؤ اور مٹھی بھر طعام کا صدقہ دو۔ ایک صدقہ کے بعد دوسرا صدقہ دو کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ ......الخ ''مگر اُس نے دشوار گزار گھاٹی میں قدم ہی نہیں رکھا''۔

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ ''یا بھوک کے دن کھانا کھلانا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اشبع جائعا في يوم مسغب ادخله الله يوم القيامة من باب ابواب الجنان لا يدخلها الا من فعل مثل ما فعل

''جو شخص قحط کے زمانے میں کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا، اللہ اس کو قیامت کے دن جنت کے اس دروازے سے داخل کرے گا، جس سے کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اس جیسا عمل انجام دیا ہوگا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث بھی ہے، آپؐ فرماتے ہیں: بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلانا مغفرت کے اسباب میں سے ہے۔

اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾

'یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں اور جنھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، وہی لوگ بدبخت ہیں'۔

علی بن ابراہیم نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے: اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ دائیں ہاتھ والے امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے اصحاب ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، سے مراد وہ لوگ ہیں، جنھوں نے جناب امیر علیہ السلام کی مخالفت کی تو وہی لوگ اصحابِ شوم ہیں۔

اور یہی لوگ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ کے مستحق ہیں، ''یعنی وہ ایسی آگ میں ہوں گے جو اُن پر ہر طرف سے بند ہوگی''۔

سُورَةُ الشَّمْسِ

سورة الشمس مكية آياتها ۱۵ و رکوعاتها ۱

''سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پندرہ آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ شمس کے مضامین

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں متعدد قسمیں پیش کی ہیں کہ انسان کو اس کی حقیقت بتا دی ہے کہ اُس کے سامنے دو راستے ہیں۔ اگر اُس نے بھلائی و تہذیب کے راستے کو اپنایا تو وہ اپنی حقیقی منزل کو پالے گا۔ اگر اُس نے بھلائی کو نہ اپنایا تو وہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اِس سورہ میں قومِ ثمود کا ذکر کیا گیا ہے، جنھوں نے سرکشی اختیار کی تھی۔ اُن کے انجام کی سرنوشت کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود کا ذکر کر کے قریش مکہ کو انتباہ کیا کہ اگر تم نے اس طغیان و سرکشی سے جان نہ چھڑائی تو تمھارا حال بھی قومِ ثمود جیسا ہوگا۔

سورۂ شمس کی تلاوت کی فضیلت

حدیث نبویؐ ہے: جو شخص توفیق سے محروم ہے اُس شخص کو چاہیے کہ وہ سورۂ شمس کو زیادہ سے زیادہ پڑھے تو اس کی توفیق میں اضافہ ہو جائے گا۔ وہ جہاں بھی جائے گا، نفع مند ہوگا۔ اس کا حافظہ زیادہ ہوگا، وہ لوگوں میں ہردلعزیز ہوگا اور اس کے مراتب میں اضافہ ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس کا رزق کم ہو اور توفیق میسر نہ ہو اور اکثر وہ خسارے میں جا رہا ہو تو ایسے شخص کو ہمیشہ سورۂ شمس کی تلاوت کرنا چاہیے۔ اس کی توفیقات میں اضافہ ہوگا اور جو شخص اس سورہ کو لکھ کر دھوئے اور اس کا پانی پیئے تو دھڑکن سے محفوظ رہے گا۔

کتاب ثواب الاعمال میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سورۂ الشمس، اللیل، الضحیٰ، الم نشرح کو دن یا رات میں پڑھے تو کائنات کی ہر موجود چیز، حتیٰ کہ اس کا اپنا گوشت پوست قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا اور اللہ ان کی گواہی کو قبول کرتے ہوئے حکم دے گا کہ میرے بندہ کو جنت میں لے جاؤ تاکہ وہ جس جنت کو چاہے اپنے لیے اختیار کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ شمس کو پڑھے گا گویا اُس نے ان تمام چیزوں کی تعداد میں جن پر سورج اور چاند طلوع کرتے ہیں، صدقہ دیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا ۝۸ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا ۝۱۰

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی، اور چاند کی جب کہ وہ اس کے پیچھے آئے۔ اور دن کی جب کہ وہ روئے زمین کو روشن کردے، اور رات کی جب کہ وہ روئے زمین کو ڈھانپ لے، اور قسم ہے آسمان کی اور جس نے اُسے خلق کیا۔ اور قسم ہے زمین کی اور جس نے اُسے بچھایا، اور قسم ہے انسانی نفس کی اور جس نے اُسے درست کیا۔ پھر اس نفس کو اس کے فجور اور اُس سے بچنے کی سوجھ بوجھ عطا کی۔ تحقیق جس نے اس کا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اُسے (گناہوں) سے آلودہ کیا، وہ محروم ہوا"۔

تفسیر آیات

تہذیب الاحکام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کوئی سورۂ شمس پڑھے اور اُسے ختم کرے تو کہے: صدق اللہ وصدق رسولہ۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ راوی نے عرض کیا: اگر کوئی یہ سورہ پڑھے اور ایسا نہ کہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴿۱﴾ "قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی"۔

روضۂ کافی میں ہے: "الشمس" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ راوی نے عرض کیا: وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ﴿۲﴾ کی تفسیر کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "قمر" حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ "پھر اس نفس کو اس کے فجور اور اُس سے بچنے کی سوجھ بوجھ عطا کی"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس زیر بحث آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا: جو کام کرنے چاہئیں ان کی تعلیم دی گئی اور جن سے بچنا ہے، اُن کی طرف بھی ہدایت کی گئی۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ "تحقیق جس نے اس کا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اُسے (گناہوں) سے آلودہ کیا وہ محروم ہوا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ سے مراد ہے: قد افلح من اطاع، یعنی وہ کامیاب ہوا، جس نے اللہ کی اطاعت کی اور وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ سے مراد ہے: قد خاب من عصٰی، یعنی وہ محروم ہوا، جس نے اللہ کی معصیت کی۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ۫ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

"قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا۔ جب اُن کا شقی ترین آدمی کھڑا ہوا تو اللہ کے رسولؑ نے اُن سے کہا: اللہ کے ناقے اور اس کی سیرابی کا دھیان رکھو۔ پھر انھوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اُن کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے اُن پر عذاب نازل کیا۔ پھر سب کو (زمین کے) برابر کر دیا۔ وہ ہرگز اس کام کے انجام دینے سے خوف زدہ نہیں ہوتا"۔

تفسیر آیات

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝

"قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا جب اُن کا شقی ترین آدمی کھڑا ہوا"۔

جناب عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں اور حضرت علی علیہ السلام غزوۂ عسرہ کے موقع پر کھجوروں کے ایک جھنڈ کے سائے تلے گرد وغبار والی زمین پر سوئے ہوئے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ اس وقت ہمارے جسم خاک آلود تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا: کیا میں تم کو کائنات کے دو بدبخت ترین آدمیوں کے نام بتاؤں؟

ہم نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایئے۔

آپؐ نے فرمایا: ایک وہ جس نے ناقۂ صالح کو قتل کیا اور دوسرا وہ جو آپؑ کے اس (مقام) پر ضرب لگائے گا (آپؐ نے علی علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھا جس سے آپؑ کے سر کے خون سے آپؑ کی داڑھی رنگین ہوجائے گی۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝ "وہ ہرگز اس کام کے انجام دینے سے خوف زدہ نہیں ہوتا"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: قوم ثمود پر اچانک عذاب آیا اور انھیں ہلاک کر ڈالا کیونکہ انھیں اپنی سرکشی کے انجام کا کوئی خوف نہ تھا۔

فَدَمْدَمَ کا معنٰی ہلاک کرنا ہے۔ پس جسے اللہ ہلاک کردے تو اُسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

سُورَةُ الَّيلِ

سورة الليل مكية آياتها ٢١ وركوعاتها ١
''سورۂ لیل مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی اکیس آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ لیل کے مضامین

اس سورہ کی ابتداء میں تین قسموں کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سورہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ایک گروہ وہ ہے، جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ بھی کرتے ہیں۔

دوسرا وہ گروہ ہے جو بخل سے کام لیتے ہیں اور قیامت کے اجروثواب کے انکاری ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے انجام کی طرف بھی اشارے موجود ہیں۔ آخر میں اُن کا ذکر کیا گیا ہے، جو آگ میں جلیں گے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے اس قدر عطا کرے گا کہ وہ راضی اور خوش ہوجائے گا اور اُسے سختیوں سے نجات دے گا اور زندگی کی راہوں کو اس کے لیے آسان کردے گا۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ۙ﴿۳﴾ اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰى ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰى ؕ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ﴿۱۱﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''قسم ہے رات کی، جب (دن کو) ڈھانپ لے۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور اس کی جس نے نر اور مادہ کو خلق کیا کہ تمھاری کوشش و کاوش مختلف ہے۔ پس جس نے (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور بھلائی کی تصدیق کی۔ پس ہم عنقریب اس کے راستوں کو آسان بنا دیں گے لیکن جس نے بخل اختیار کیا اور اللہ سے بے نیاز ہوا اور اچھی بات کو جھٹلایا پس ہم عنقریب اس کے راستوں کو مشکل بنا دیں گے۔ اور جب وہ (قبر) میں گرے گا تو اس کے اموال اس کی حالت کے لیے مفید نہیں ہوں گے''۔

تفسیر آیات

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۙ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ﴿۲﴾ ''قسم ہے رات کی، جب (دن کو) ڈھانپ لے۔ قسم ہے دن کی، جب وہ روشن ہو جائے''۔

سورۂ لیل کا شانِ نزول

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے: ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا، اس کے ایک کھجور کے درخت کی ایک شاخ ایک فقیر عیال کے گھر کے اُوپر پہنچی ہوئی تھی۔ کھجور والا جب خرے اُتارنے کے لیے درخت پر چڑھتا تو کچھ خرے کے دانے اس فقیر کے گھر گر پڑتے اور اُس کے بچے انھیں اُٹھا لیتے۔ وہ شخص کھجور کے درخت سے اُتر کر بچوں سے خرے چھین لیتا اور وہ اس قدر بخیل تھا کہ اگر ان بچوں میں سے کسی کے منہ میں بھی خرمہ کا دانہ ہوتا، انگلی ڈال کر نکال لیتا۔ اس مفلس و نادار آدمی نے بارگاہِ رسالتؐ میں اس کی شکایت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے تم جاؤ میں تمھارا یہ کام کردوں گا۔ بعد میں آپؐ نے اس آدمی سے ملاقات کی اور فرمایا: تیرے جس درخت کی شاخیں فلاں آدمی کے گھر کے اُوپر پہنچی ہوئی ہیں، وہ مجھے دے دے تاکہ اس کے عوض تجھے جنت میں درخت مل جائے۔

اُس نے کہا: میرے پاس کھجور کے بہت سے درخت ہیں لیکن اس درخت جیسا لذیذ پھل والا اور کوئی درخت نہیں ہے، لہٰذا مجھے یہ سودا منظور نہیں ہے۔ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی نے یہ ماجرا سن لیا۔ اس نے تاجدارِ نبوت کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں جا کر یہ درخت اُس سے خرید لوں اور آپؐ کے حوالے کردوں تو آپؐ وہی چیز جو اُس کے حوالے کر رہے تھے، مجھے عطا فرمائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں!

وہ شخص اس آدمی کے پاس گیا اور اُس سے اس سلسلے میں بات کی۔ کھجور کے درخت کے مالک نے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت کے عوض مجھے جنت میں درخت دینے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن میں نے قبول نہیں کیا اور میں نے انھیں کہہ دیا تھا: میں اس درخت کے خرموں سے زیادہ لطف اندوز ہوتا ہوں۔ میرے پاس درخت تو کثرت کے ساتھ ہیں لیکن اس درخت جیسا کوئی درخت نہیں ہے۔

اس خریدار نے کہا: کیا تو یہ درخت بیچنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میں اسے بیچنے والا نہیں ہوں مگر اس صورت میں کہ کوئی مجھے اتنی رقم دے دے، جو میں چاہتا ہوں۔ مجھے اتنی رقم کوئی دینے پر تیار نہیں ہوگا۔ اُس نے کہا: تو کتنی رقم لینا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: چالیس درخت۔

خریدار نے ازراہِ تعجب کہا: تو اس کھجور کے درخت کی اتنی قیمت لینا چاہتا ہے، جو ٹیڑھا ہو چکا ہے۔ یہ بہت بھاری قیمت ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا اور پھر کہنے لگا: ٹھیک ہے تم مجھ سے کھجور کے چالیس درخت لے لو اور یہ درخت میرے حوالے کردو۔ اُس بیچنے والے نے کہا: اگر تو اس طرح کر رہا ہے تو کچھ لوگوں کو بلا لے تاکہ ہمارے اس معاہدہ پر گواہ

بن جائیں۔ ان کے درمیان یہ سودا طے ہوگیا۔ وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا اور ماجرا عرض کیا اور اُس کھجور کے درخت کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔

پیغمبر اکرم ﷺ اس مفلس و نادار آدمی کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا: یہ کھجور کا درخت تمھارا ہے۔

اس موقع پر سورۂ لیل نازل ہوئی۔ اس خریدار کا نام ابوالاحداح تھا۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ ''پس جس نے (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کیا اور پرہیزگاری اختیار کی'' وہ ابوالاحداح ہیں۔ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ ''لیکن جس نے بخل اختیار کیا اور اللہ سے بے نیاز ہونا چاہا'' سے مراد وہ شخص ہے، جو کھجور کے درخت کا مالک تھا۔

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ ''اس میں بدبخت ترین شخص ہی داخل ہوگا'' کا مصداق درخت کا مالک ہے۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ''اور زیادہ پرہیزگاری اختیار کرنے والے عنقریب اس سے دُور رہیں گے''۔ ابوالدحداح کی شان میں اُتری۔ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ''وہ عنقریب راضی و خوش وخرم ہو جائے گا'' سے مراد بھی ابوالاحداح ہے۔

راوی کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ جب اس کھجوروں کے جھنڈ سے اور اُس کے جھکے ہوئے خوشوں سے گزرتے تو فرماتے: ابوالاحداح کے لیے جنت میں کھجور کے خوشے ہی خوشے ہیں۔

اُصولِ کافی میں روایت ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے، جو اپنے باغ میں پودے لگا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا میں اُن پودوں کو لگانے کی رہبری نہ کروں جن کی اصل ثابت رہے اور جن کی نشوونما بہت جلدی ہو، جن کا پھل پاک و پاکیزہ و پسندیدہ ہو اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہو؟ اُس آدمی نے جواب دیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ فرمائیے۔

آپؐ نے فرمایا: تو صبح و شام یہ تسبیح پڑھا کر: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ آپؐ نے فرمایا: ہر تسبیح کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں دس درخت عطا کرے گا۔ ہر درخت کے پھل مختلف ہوں گے۔

راوی کہتا ہے کہ اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ یہ میرا باغ حاضر ہے، یہ میں نے مسلمانوں کے فقراء و مساکین کے لیے وقف کر دیا ہے تو اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝

''پس جس نے (اللہ کی راہ میں) مال خرچ کیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور بھلائی کی تصدیق کی، پس ہم عنقریب اس کے راستوں کو آسان بنا دیں گے''۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾

"یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ راستہ دکھائیں اور دنیا و آخرت کے ہم ہی مالک ہیں۔ میں تمھیں بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں۔ اس میں بدبخت ترین شخص ہی داخل ہوگا، جس نے جھٹلایا اور منہ موڑ لیا اور زیادہ پرہیزگاری اختیار کرنے والے عنقریب اس سے دور رہیں گے۔ وہی شخص جو اپنا مال پاکیزگی کے لیے دیتا ہے اور اس پر کسی شخص کا احسان نہیں، جس کا وہ عوض دینا چاہتا ہے۔ وہ تو اپنے بلند و بالا پروردگار کی رضا کے لیے ایسا کرتا ہے۔ اور وہ عنقریب راضی وخوش خرم ہو جائے گا"۔

فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾

"میں تمھیں بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں۔ اس میں بدبخت ترین شخص ہی داخل ہوگا"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان زیر بحث آیات کے بارے میں فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے، جس میں آگ ہے۔ اس آگ میں بدبخت ترین آدمی داخل ہوگا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم الشان فرمان کی تکذیب کی۔

سُوۡرَۃُ الضُّحٰی

سورۃ الضحی مکّیۃ آیاتہا ۱۱ ورکوعاتہا ۱

"سورۂ ضحیٰ مکّہ میں نازل ہوئی۔ اس کی گیارہ آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۃ الضحیٰ کے مضامین

جب پیغمبر اسلام ﷺ رسالت پر مبعوث ہوئے تو آپؐ پر وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپؐ پر چند سورتیں اور چند آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد یہ سلسلہ کسی مصلحت کی وجہ سے رُک گیا۔ وحی کے اس سلسلہ کے رُکنے پر آپؐ کو پریشانی ہوئی۔ آپؐ پر یہ سورہ نازل ہوئی جس میں آپؐ کو تسلی دی گئی کہ اللہ آپؐ پر ناراض نہیں ہے بلکہ مصلحت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

① اس سورہ میں آپؐ کو خوش خبری دی گئی کہ اسلام کا مستقبل تابناک ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر جو احسانات فرمائے اس سورہ میں اُنھیں ذکر کیا۔

③ اس میں اُن لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کی دعوت دی گئی ہے، جو کمزور و ناتواں ہیں۔

④ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی نعمات کو ظاہر کرو۔

سورۂ ضحیٰ کی تلاوت کا ثواب

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، وہ ایسے لوگوں میں سے ہوگا، جن سے خدا راضی ہوگا اور وہ اس لائق ہوگا کہ رسول اکرم ﷺ اس کی شفاعت کریں اور ہر یتیم اور سوال کرنے والے مسکین کے برابر دس دس حسنات اس کے لیے ہوں گی۔

اگر اس سورہ کو کسی گم شدہ کے نام کے ساتھ لکھ دیا جائے تو وہ صحیح و سالم واپس آئے گا اور اگر کوئی انسان کوئی چیز بھول جائے تو یاد آنے پر اس سورہ کی تلاوت کرے پس وہ چیز اللہ کی حفاظت میں ہوگی اور اس کو صحیح و سالم مل جائے گی۔ اگر گم شدہ ساتھی کے نام پر اس سورہ کو روزانہ پڑھا جائے تو وہ ساتھی لازماً پلٹ کر واپس آئے گا۔

فقہی نقطۂ نظر سے سورۂ ضحیٰ اور سورہ الم نشرح ایک سورہ شمار ہوتی ہیں، لہٰذا اگر اس سورہ کو نماز فریضہ میں پڑھنا ہو تو اس کے بعد سورہ الم نشرح کو بھی ضرور پڑھیے، ورنہ نماز باطل ہوگی۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ الضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَ لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾ وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ﴿۵﴾ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۪﴿۶﴾ وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی ۪﴿۷﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''قسم ہے روشن دن کی، اور قسم ہے رات کی، جب (اس کا اندھیرا) چھا جائے۔ آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ اور یقینی طور پر آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔ کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو پناہ دی اور آپ کو گمشدہ پایا تو راستہ دکھایا''۔

تفسیر آیات

مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ ''آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا''۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی سورہ اقراء باسم ربک الذی خلق نازل ہوئی، اس کے بعد سلسلۂ وحی رُک گیا۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے۔

اس سلسلے میں یہ آیات نازل ہوئیں: مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ ''آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا''۔

جب یہ سورہ جناب جبرئیلؑ لے کر آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! آپؑ بڑی دیر کے بعد آئے ہیں؟

جناب جبرئیلؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھ سے پوچھیے میرا کیا حال ہوا ہے۔ اس دوران مجھ پر کیا گزری۔ میرے شوق کی انتہا تھی کہ آپؐ کی زیارت کروں لیکن ایک عبد مامور کر کیا سکتا ہے۔ ہم تو آپؐ کے پروردگار کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

تفسیر جوامع الجامع میں روایت ہے: جس وقت وحی کا سلسلہ بند ہوا تو مشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ "اور یقینی طور پر آپ کے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے"۔

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت میں اپنے محبوب کی ۶۳ سالہ زندگی کو بند کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے محبوب! تیری حیات کا ایک ایک لمحہ پہلے لمحے سے بہتر ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝

آپؐ کا عالمِ ارواح میں آنا، عالمِ انوار کی آمد سے بہتر...... آپؐ کا اپنی ماں کے شکم میں آنا، عالمِ ارواح سے بہتر...... آپؐ کی ولادت شکمِ مادر میں رہنے سے بہتر...... آپؐ کا ملکوتی بچپن آپؐ کی ولادت سے بہتر...... آپؐ کا نورانی لڑکپن آپؐ کے ملکوتی بچپن سے بہتر...... آپؐ کی مبارک جوانی آپؐ کے نورانی لڑکپن سے بہتر...... آپؐ کا زمانہ تجارت آپؐ کی خاموشی سے بہتر...... آپؐ کی حضرت خدیجہؑ الکبریٰ سے شادی آپؐ کے تجرد سے بہتر...... آپؐ پر وحی کا آنا وحی کے رُکنے سے بہتر...... آپؐ کا اعلانِ نبوت خاموش تبلیغ سے بہتر...... آپؐ کا طائف میں جانا مکہ کی تبلیغ سے بہتر...... آپؐ کا معراج پر جانا زمین پر رہنے سے بہتر...... آپؐ کا جنابِ ابوطالبؑ کے ساتھ سفرِ شام کرنا جبرئیلؑ کی آمد وآسمان سے بہتر...... آپؐ کی مدنی زندگی مکی زندگی سے بہتر...... آپؐ کا بدر میں آنا ہجرت سے بہتر...... آپؐ کا اُحد میں آنا بدر سے بہتر...... آپؐ کا حدیبیہ میں آنا اُحد سے بہتر...... آپؐ کا خندق میں آنا اُحد سے بہتر...... آپؐ کا فتح مکہ خندق سے بہتر...... آپؐ کا وصال دنیا کی زندگی سے بہتر...... آپؐ کا میدانِ محشر میں آنا برزخ کی زندگی سے بہتر...... آپؐ کا مقامِ محمود میں آنا میدانِ محشر کی آمد سے بہتر...... آپؐ کا مقامِ شفاعت پر آنا مقامِ محمود سے بہتر...... وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ اور یقینی طور پر آپؐ کے لیے آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ (اضافۃ من المترجم نقلاً عن کتاب شانِ نبیؐ)

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ "اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

فرمایا: آپؐ کو جنت عطا کی جائے گی، آپؐ راضی ہوجائیں گے۔

حلاوتِ آخرت

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "المناقب" میں روایت نقل کی ہے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے دیکھا آپؐ کی شہزادی کے جسمِ اقدس پر اُونٹ کی اُون کی چادر تھی۔ ایک ہاتھ سے چکی چلا رہی تھی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے فرزند کو دودھ پلا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے۔

فرمایا: اے میری بیٹی! دنیا کی تلخی کو آخرت کی شیرینی کے مقابلہ میں برداشت کرو کیونکہ اللہ نے مجھ پر اپنا کلام نازل فرمایا ہے (وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى) "اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اس قدر عطا کرے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے"۔

ایک اور روایت میں آیا ہے: حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کی ایک جماعت کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: تمھارا یہ نظریہ ہے کہ قرآنی آیات میں سب سے زیادہ اُمید افزا آیت: قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنے اُوپر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو"۔

اُس جماعت نے کہا: جی ہاں ہم اس طرح کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: لیکن ہم اہل بیتؑ کا نظریہ ہے کہ قرآنی آیات میں سب سے زیادہ اُمید بخش آیت: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾ ہے۔

قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ اسلام کی شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ سے فرمائے گا: اے محمدؐ! آپ راضی ہیں۔ رسولؐ اللہ بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! میں راضی ہوں۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿۶﴾ "کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو پناہ دی"۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا: کیا ہم نے تجھے اپنی مخلوق کے اندر یتیم یعنی بے مثال فرد نہیں پایا تو ہم نے لوگوں کو آپ کی پناہ میں دے دیا اور تجھے اپنی قوم کے درمیان گم شدہ اور غیر معروف پایا۔ لوگ آپ کی فضیلت کو نہیں جانتے تھے۔ اللہ نے انھیں آپؐ کی طرف ہدایت کی اور آپؐ کو علم و دانش کے اعتبار سے اقوامِ عالم کا سرپرست

قرار دیا اور اُنھیں آپ کے ذریعے بے نیاز کر دیا۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝٨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١

''آپ کو تنگ دست پایا تو بے نیاز کر دیا، لہٰذا آپ یتیم کو حقیر نہ سمجھیں اور سائل کو جھڑکی نہ دیجیے اور اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کیجیے''۔

تفسیر آیات

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ ''لہٰذا آپ یتیم کو حقیر نہ سمجھیں''۔

علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہراً خطاب تو اپنے رسول ﷺ سے کیا ہے لیکن مراد اُمت محمد یہ ہے کہ تم لوگ یتیم کو حقیر نہ سمجھنا، اس پر ظلم نہ کرنا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یتیموں کے ساتھ پیار کرتے تھے، ان پر شفقت فرماتے تھے اور ان کے لیے وصیت فرماتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابن ابی اوفی کا بیان ہے کہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ اس اثناء میں ایک بچہ آپؐ کی خدمت میں آیا اور اُس نے عرض کیا: میں یتیم ہوں، میری ایک یتیم بہن ہے اور ماں بیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خوراک کا سامان جو آپ کو دے رکھا ہے، اس میں ہمیں بھی کھلا دیجیے تا کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے، اس میں سے وہ آپ کو اس قدر عطا کرے کہ آپ راضی اور شاداں و فرحاں ہو جائیں۔

یہ سن کر پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بیٹے! تم نے کتنی خوب صورت بات کی ہے۔ آپ نے حضرت بلال کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: جاؤ جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ لے آؤ۔ بلال اس وقت اکیس خرمے کے دانے لے آیا۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: سات دانے تیرے لیے، سات دانے تیری بہن کے لیے اور سات دانے تیری ماں کے لیے ہیں۔

معاذ بن جبل اُٹھے اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا: اللہ تیری یتیمی کی تلافی کرے اور تجھے اپنے باپ کا اچھا جانشین بنائے۔ راوی کہتا ہے: یہ بچہ مہاجرین کی اولاد میں سے تھا۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے معاذ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اُس نے عرض کیا: محبت اور رحمت و

شفقت کی وجہ سے ایسا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تم میں سے کسی یتیم کی سرپرستی اپنے ذمہ لے اور اُس کا حق ادا کرے اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ ہر بال کے برابر اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی تحریر کرے گا اور ہر بال کے برابر اس کے گناہ محو کرے گا اور اس کے ہر بال کے بدلے میں اُسے ایک درجہ عطا کرے گا۔

نعمات کی آمد پر اللہ کا شکر ادا کرو

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ ”اور اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کر“۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تجھے عطا کیا ہے، برتری دی ہے اور تیرے ساتھ نیکی اور احسان کیا ہے اور تجھے ہدایت دی ہے، ان سب کو بیان کر۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کوئی خیر و نعمت دی جائے لیکن اُس کی شخصیت میں اس کے آثار نظر نہ آئیں تو اُسے خدا کا دشمن اور اس کی نعمتوں کا مخالف شمار کرنا چاہیے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ان اللہ جمیل یحب الجمال ویحب ان یری اثر النعمة علی عبدہ

”اللہ جمیل ہے اور وہ جمال و زیبائی کو دوست رکھتا ہے اور اس طرح سے وہ اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ بندے پر اپنی نعمت کے آثار دیکھے“۔

سُورَۃ اَلَمْ نَشْرَحْ

سورة الم نشرح مكية آياتها ٨ وركوعاتها ١

''سورۂ الم نشرح مکے میں نازل ہوئی۔ اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ الم نشرح کے مضامین

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں شرح صدر کی نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اے رسولؐ! ہم نے تیرا انشراح صدر کیا اور تیری کمر سے بوجھ اُتار دیا۔ دعوت وارشاد کا کام مشکل ترین کام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: ان مشکلات کے بعد آسانی حاصل ہونے والی ہے۔ اس سورہ میں آپؐ کے ذکر کی بلندی کو بیان کیا گیا ہے۔

تلاوت کا ثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا اُسے اتنا ثواب ملے گا، جتنا اس شخص کو ملے گا، جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حالت میں زیارت کرے، جب کہ آپؐ کسی وجہ سے پریشان ہوں اور وہ شخص آپؐ کی پریشانی کو دُور کرے۔

جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، اُسے اللہ یقین اور عافیت عطا کرے گا۔

جو شخص اس سورہ کو سینے کے درد پر پڑھے یا لکھ کر پاس رکھے تو وہ سینے کے درد سے شفا پائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی شخص کا پیشاب بند ہو تو کسی برتن پر اسے لکھ کر اس کا پانی پئے تو پیشاب کی بندش جاتی رہے گی۔

اگر قلب اور سینے کی تکلیف میں اسے پڑھا جائے تو شفا نصیب ہوگی۔ (تفسیر بُرہان)

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ٪﴿۸﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کیا؟ اور آپ سے بھاری بوجھ نہیں اُتارا۔ جس نے آپ کی کمر کو توڑ رکھا تھا اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔ البتہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے، لہٰذا جب آپ فارغ ہو جائیں اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کیجیے''۔

ہم نے آپؐ کو ہر چیز عطا کی ہے

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ ''کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کیا؟''

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے بارگاہِ ربوبیت میں اپنی درخواست پیش کی حالانکہ میری یہ بھی خواہش تھی کہ یہ درخواست نہ کروں۔

میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھ سے پہلے پیغمبروں میں سے بعض کو ہوا پر اختیار دیا۔ بعض ان میں سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے؟ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا: کیا آپؐ یتیم نہیں تھے۔ میں نے آپؐ کو پناہ دی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپؐ غیر معروف نہ تھے؟ میں نے آپؐ کو ہدایت کی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں میرے پروردگار! فرمایا: کیا میں نے آپؐ کے سینہ کو کشادہ نہیں کیا اور تیرے بوجھ کو ہلکا نہیں کیا؟ اور تیرے

بوجھ کو ہلکا نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں اے میرے پروردگار!

آپؐ کا سینہ کشادہ کیا گیا ہے

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ کیا آپ کا مبارک سینہ کشادہ کیا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! میرے سینے کو غرور و تکبر سے پاک و پاکیزہ بنایا گیا ہے اور دار الخلود جنت کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہے اور موت سے پہلے مجھے موت کے لیے تیار کر دیا گیا ہے۔

ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ ’’اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا‘‘۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس وقت میرا نام لیا جاتا ہے تو اُس وقت آپؐ کا نام میرے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے اور تیرے مقام کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے۔

تنگی کے ساتھ آسانی

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ ’’یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے‘‘۔

ایک حدیث میں آیا ہے: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک عورت نے بارگاہِ امامت میں اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ مجھے اخراجات نہیں دیتا لیکن اس عورت کا شوہر واقعاً تنگدست تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس کے شوہر کو زندان میں ڈالنے کے بجائے اس کے جواب میں فرمایا: اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ اور اُسے صبر کی تلقین کی۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸

’’لہٰذا جب آپ فارغ ہو جائیں اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کیجیے‘‘۔

ولایت علی بن ابی طالب علیہ السلام

اُصولِ کافی میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا گیا کہ اب تمھاری اپنے پروردگار سے جلد ملاقات ہونے والی ہے تو اُنھیں کہہ دیا گیا: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸ یعنی آپؐ سے کہا گیا: جب آپؐ اپنے اہم اُمور سے فارغ ہو جائیں تو اس وقت اپنے وصی کا اعلان کریں اور ان کی افضیلت بتا دیں۔ اس حکم کے بعد آپؐ نے میدانِ غدیر میں صحابہ کے مجمع میں فرمایا:

من كنت مولاه فهذا علی مولاه - اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

"جس کا میں آقا و مولا ہوں، علیؑ اُس کے آقا و مولا ہیں، اے اللہ! اُس سے تو محبت رکھ، جو اُس سے محبت رکھے اور تو اُس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے (آپؐ نے تین دفعہ فرمایا)۔

آپؐ نے فرمایا: علی سید المومنین ، علی عمود الدین "علیؑ مومنین کے امیر ہیں اور دین کے ستون ہیں۔ یہ وہ ہیں، جو میرے بعد حق پر لوگوں سے جنگ کریں گے"۔

اور فرمایا: الحق مع علی این ما مال "حق علیؑ کے ساتھ ہے، وہ جدھر جائیں"۔

آپؐ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کے دامن کو تھاما تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور عترت اہلِ بیتؑ ہے۔

اے لوگو! تم میری بات سنو! اور میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ تم عنقریب حوضِ کوثر پر مجھ سے ملو گے۔ ثقلین میں سے ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت اہلِ بیتؑ ہے۔ ان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

تم ان کو زیادہ نہیں جانتے، میں انھیں خوب جانتا ہوں۔

سُورَةُ التِّينِ

سورة التين مكية آياتها ٨ وركوعاتها ١

''سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی۔اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورہ التین کے مضامین

① اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں متعدد قسمیں کھائی ہیں اور ان قسموں کے بعد یہ بتایا ہے کہ انسان کو خوب صورت ساخت میں پیدا کیا گیا ہے۔

② یہ بھی بتایا گیا کہ انسان بلندیوں کی طرف سفر کرسکتا ہے اور پستیوں میں بھی گر سکتا ہے۔

③ قیامت کا تذکرہ اور انسان کو یہ بھی درس دیا گیا ہے کہ احکم الحاکمین اللہ کی ذات ہے۔

تلاوت کی فضیلت

حدیث نبویؐ میں ہے: جو شخص اس کی تلاوت کرے گا اُسے بے حساب اجر دیا جائے گا۔ گویا کہ اُس نے حضور ﷺ کی غم زدہ حالت میں زیارت کی اور اللہ نے اس کی مشکل کو حل کر دیا۔ اگر اس سورہ کو اپنے کھانے پر پڑھ لیا جائے تو آدمی اس کے مضر اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اگر اس کھانے میں زہر بھی ہوا، تب بھی وہ شفا میں بدل جائے گا۔

کتاب ثواب الاعمال میں ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص سورۃ التین کی فریضہ اور نافلہ نماز میں تلاوت کرے گا تو خداوند کریم اُسے اس قدر جنت عطا کرے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا تو جب تک وہ زندہ رہے گا تو عافیت و یقین کے ساتھ زندہ رہے گا اور جب وہ وفات پائے گا تو اس سورہ کے قاریوں کی تعداد کے برابر روزہ رکھنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ ۝١ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ ۝٢ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ ۝٣ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَۙ ۝٥ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ ۝٦ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِؕ ۝٧ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ۝٨

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"انجیر اور زیتون کی قسم! اور طور سینین کی قسم! اور اس پُرامن شہر کی قسم! اور ہم نے انسان کو خوب صورت اور بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اُسے پستیوں کی طرف لوٹا دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور عملِ صالح ادا کیے تو اُن کے لیے اجروثواب اس قدر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ تو اس کے بعد آپ کو جزا و سزا کے سلسلہ میں کون جھٹلا سکتا ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں پر حاکم نہیں ہے؟"

تفسیر آیات

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ ۝١ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ ۝٢ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ ۝٣

"انجیر اور زیتون کی قسم! اور طور سینین کی قسم! اور اس پُرامن شہر کی قسم!"

کتاب خصال میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر موجود میں سے چار کو فضیلت بخشی اور شہروں میں سے چار کو سب سے افضل شہر قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا: وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝
تین مدینہ ہے، زیتون بیت المقدس ہے، اور طور سینین کوفہ ہے اور ہذا البلد سے مراد مکہ ہے۔

تخلیق انسانی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝
"اور ہم نے انسان کو خوب صورت اور بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے"۔
کتاب خصال میں ہے، حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: تقویم انسانی اور اس کی بقا کا انحصار چار چیزوں پر ہے:
① نار...... ② نور...... ③ ہوا...... ④ پانی۔
آگ کے ذریعے انسان کھاتا اور پیتا ہے۔
نور کے ذریعے دیکھتا اور سوچ وفکر کرتا ہے۔
ہوا کے ذریعے سنتا اور سونگھتا ہے۔
پانی کے ذریعے انسانی طعام سے لذت حاصل کرتا ہے۔
اگر معدے میں حرارت نہ ہو تو خورد ونوش کرنے والی چیزیں ہضم نہ ہوں۔ اگر نور نہ ہوتا تو نہ آدمی دیکھ سکتا اور نہ ہی غور وفکر کر سکتا ہے۔
اگر ہوا نہ ہوتی تو معدہ میں حرارت میں تیزی نہ آتی۔
اگر پانی نہ ہوتا تو طعام میں لذت نہ پائی جاتی۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جسم انسانی چار چیزوں سے مرکب ہے:
① روح ② عقل ③ خون ④ نفس۔
جب روح نکلتی ہے تو عقل بھی نکل جاتی ہے۔ جب روح کسی چیز کو خواب میں دیکھتی ہے تو عقل اُسے یاد رکھتی ہے۔ خون اور نفس اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔
اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝
پست حالتوں میں انسان سافل ہوا کرتا ہے مثلاً اس کے بڑھاپا، بے عقل ہونا، بیمار ہونا، کمزور ہونا، زمین گیر ہونا اور اس کا بچپن وغیرہ یہ تمام حالات سافلین میں شمار ہوتے ہیں۔ جب انسان شدید ترین بڑھاپے سے دوچار ہوتا ہے تو اس

حالت کو اسفل سافلین کہا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے کفار مراد لیے ہیں جو جہنم میں ڈالے جائیں گے اور انھیں اسفل سافلین کی طرف پلٹا دیا جائے گا۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، یعنی جو مومن ہوگا وہ شدید ترین بڑھاپے میں بھی اسفل سافلین کی طرف نہیں پلٹایا جائے گا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بچہ جب نیک اعمال کرتا ہے تو اُس کی یہ نیکیاں اُس کے والدین کے نامۂ اعمال میں درج کی جاتی ہیں اور اس کی بداعمالیوں کو نہیں لکھا جاتا۔ جب وہ بالغ ہوتا ہے تو پھر لکھنے والے فرشتے اس کی غلط کاریوں کو لکھنے کے لیے آ جاتے ہیں اور وہ اُسے سیدھے راستے پر چلاتے ہیں یہاں تک کہ اُسے اسلام پر چالیس سال گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے جنون، جذام اور برص تینوں موذی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ پس جب وہ پچاس برس کا ہوتا ہے تو اُس کا حساب خفیف کر دیا جاتا ہے اور جب وہ ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو خدا اُسے انابت کی توفیق دے دیتا ہے۔ جب وہ ستر برس کا ہوتا ہے تو ملائکہ آسمانی کو اُس سے محبت کرنے پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ پس جب وہ اسّی سال کی عمر میں قدم رکھتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے خاندان میں اس کی شفاعت قبول ہوتی ہے اور آسمان میں اس کا نام اسیر اللہ ہے۔ تو اگر وہ اس عمر سے بھی تجاوز کر جائے تو جس قدر اس کے نامۂ اعمال میں جوانی کے دوران میں لکھے جاتے ہیں اسی طرح اس کے اعمال درج ہوتے رہیں گے اور اُس کے گناہ نہ لکھے جائیں گے۔

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ؕ یہ کہا گیا ہے کہ اے انسان! ان چیزوں میں غور وفکر کرنے کے بعد تجھے کون سی چیز دین حق سے روکتی ہے۔

سُورَةُ الْعَلَقِ

سورۃ العلق مکیۃ آیاتھا ۱۹ و رکوعاتھا ۱

''سورۂ علق مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی انیس آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورہ العلق کے مضامین

① اس سورہ کا آغاز اقراء...... سے ہوا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تعلم کی بہت بڑی اہمیت ہے۔
② اس سورہ میں قلم کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔
③ اس سورہ میں پیغام دیا گیا ہے کہ انسان جب مال دار ہوتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔
④ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس آدمی نے نماز پڑھنے سے منع کیا اس کی مذمت کی گئی۔
⑤ ان لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے جو بُرے کام کرتے ہیں۔
⑥ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کی بارگاہ میں سجدہ کرو اور اس کا قرب حاصل کرو۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں حدیث ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص اس سورہ کی تلاوت دن میں کرے گا اور اس دن فوت ہو جائے ، یا رات کو اس کی تلاوت کرے اور فوت ہو جائے تو وہ شہید مرے گا اور اللہ اُسے شہیدوں میں محشور کرے گا اور اُسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شمشیر بکف ہو کر لڑنے والے مجاہد کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے اس سورہ کی تلاوت کی تو گویا اُس نے تمام مفصل سورتوں کی تلاوت کی۔

حدیث میں آیا ہے: جو شخص، بحری سفر میں اس کو پڑھے تو وہ غرق ہونے سے محفوظ رہے گا۔ اگر اسے کسی خزانہ کے دروازہ پر پڑھے تو وہ خزانہ ہر آفت اور چوری سے محفوظ رہے گا۔ ہر سفر میں اس کا پڑھنا حرزِ جان اور باعثِ امان ہے۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾ کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۙ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجۡعٰی ؕ﴿۸﴾ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ؕ﴿۱۰﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

(اے نبیؐ!) پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے خلق کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب محترم و مکرم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔ اُس نے انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ہرگز نہیں انسان تو یقیناً سرکش ہے۔ اس وجہ سے وہ خود کو بے نیاز سمجھتا ہے۔ یقینی طور پر بازگشت آپ کے رب کی طرف ہے۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے، جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے"۔

تفسیر آیات

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾

"(اے نبیؐ!) پڑھیے! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: العزائم سورتیں یہ ہیں: حم سجدہ، والنجم اذا ھوی، واقرا باسم ربک۔ ان کے علاوہ

تمام قرآن میں باقی جتنے سجدے ہیں وہ مسنون ہیں، فرض نہیں ہیں۔

روایت میں آیا ہے کہ جب پہلی دفعہ جناب جبرئیلؑ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو حضورؐ خوفزدہ ہوئے اور لحاف میں چھپ گئے۔ حالانکہ یہ بات شانِ نبوت کے خلاف ہے اور اہلِ بیتؑ کے عقیدہ میں یہ عقیدہ باطل ہے۔ حالانکہ اصل روات یہ ہے کہ جب آپؐ پر پہلی مرتبہ جناب جبرئیلؑ نازل ہوئے تو وہ آپؐ کو نظر نہیں آ رہے تھے۔ جب آپؐ عبادت سے فارغ ہوکر گھر تشریف لائے تو جناب خدیجہ الکبریٰؑ سے اس واقعہ کا ذکر فرمایا: جناب خدیجہؑ نے جواب دیا: آپؐ امانت ادا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، صدق بیانی فرماتے ہیں، لہٰذا یہ آپ پر اللہ کا خصوصی کرم نازل ہوا ہے۔

جب اس واقعہ کا ذکر جناب خدیجہؑ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے نزدیک ہوا اور اُس نے قرآن مجید کی آیات سنیں تو وہ فوراً ایمان لے آیا اور کہنے لگا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی کا نتیجہ ہیں اور شریعت موسوی کی طرح صاحبِ شریعت ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو میں آپؐ کی ہر طرح سے نصرت کروں گا لیکن وہ جلد فوت ہو گئے اور آپؐ نے اُسے جنت کے باغات میں دیکھا۔

روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہؑ الکبریٰ سے شادی کی تو اُس کے بعد جب آپ کی عمر شریف چالیس سال ہوئی تو آپؐ غارِ حرا میں عبادت میں مصروف تھے۔ اس دوران آپؐ نے ایک غیبی آواز سنی اور اس واقعہ کا آپؐ نے حضرت خدیجہؑ سے ذکر کیا۔ جب آپؐ دوسرے دن غارِ حرا میں گئے تو جناب جبرئیلؑ ایک خوب صورت ترین شکل میں پیش ہوئے۔ اُس نے آپ کو پیغامِ خداوندی سنایا کہ آپؐ جن وانس کے نبی ہیں، لہٰذا دین حق کی تبلیغ فرمائیں اور لوگوں کو عقیدہ توحید و نبوت و ولایت کی دعوت دیں۔ اس کے بعد جناب جبرئیلؑ نے زمین پر اپنا پاؤں مارا کہ پانی کا چشمہ شیریں ظاہر ہوا۔ آپؐ نے اس سے پانی پیا اور وضو فرمایا تو اُس وقت جناب جبرئیلؑ نے سورۂ علق کی آیات آپ کے سامنے پڑھیں اور پھر وہ واپس آسمان کی طرف چلے گئے۔ جب آپ واپس اپنے خانہ اقدس کی طرف چلے تو راستے میں درخت، پتھر، کنکر، جس کے پاس سے آپ گزرتے وہ بول اُٹھتے: السلام علیك یا رسولَ اللّٰہ! پس جب آپؐ اپنے خانہ اقدس پر پہنچے تو آپؐ نے یہ واقعہ جناب خدیجہؑ کو بتایا۔ تو وہ سن کر خوش ہوئیں۔

پہلا سورہ

اُصولِ کافی میں ہے: پہلا سورہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا وہ سورۃ العلق ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت جبرئیل امینؑ نازل ہوئے تو کہا: اے محمدؐ!

پڑھیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کیا پڑھوں؟ جبرئیلؑ نے کہا: پڑھیے: اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ "اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا"۔ یعنی اُس نے تمام اشیا سے قبل آپؐ کے نور کو پیدا کیا۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ "جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، معصوم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو کتابت کے ذریعے تعلیم دی اور قلم کے ذریعے ہی مشرق و مغرب پوری کائنات کے اُمور مکمل ہوئے۔

اسی بیان کو جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى ۙ﴿۶﴾ اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰى ؕ﴿۷﴾ یعنی "جب انسان کے پاس مال و متاع زیادہ آجاتا ہے تو وہ اپنے خالق اور رب کا انکار کر دیتا ہے اور سرکشی اختیار کر لیتا ہے"۔

اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يَنۡهٰى ۙ﴿۹﴾ "کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا ہے، جو منع کرتا ہے"۔

مجمع البیان میں روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا: محمد (ﷺ) تمھارے سامنے سجدہ کرنے کے لیے مٹی پر اپنے چہرے کو رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: قسم ہے اس کی، جس کی ہم قسم کھاتے ہیں اگر میں نے اُسے اس حالت میں دیکھ لیا تو اپنے پاؤں سے اس کی گردن کچل کر رکھ دوں گا۔ انھوں نے اُس سے کہا: اُدھر دیکھو وہ سامنے نماز میں مصروف ہیں۔ ابوجہل آپ ﷺ کی طرف چلا تاکہ پیغمبر اکرم ﷺ کی گردن کو کچل ڈالے لیکن جب وہ قریب پہنچا تو فوراً پیچھے ہٹ گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے ہٹا رہا ہے۔ ان لوگوں نے اُس سے کہا: ہم تیری یہ کیا حالت دیکھ رہے ہیں؟ اس نے کہا: میں نے اچانک اپنے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق دیکھی اور ایک وحشت ناک منظر اور کچھ پَر و بال دیکھے۔

اُن کی باتوں کو سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر وہ میرے قریب آتا تو اللہ کے فرشتے اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے اور اس کے ایک ایک عضو کو اُچک کر لے جاتے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَانَ عَلَى الۡهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰى ؕ﴿۱۲﴾ اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۳﴾ اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿۱۶﴾ فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿۱۷﴾ سَنَدۡعُ

الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾

"کیا آپ نے دیکھا ہے اگر یہ (عبد) ہدایت کے راستے پر ہو یا لوگوں کو تقویٰ کا امر کرے۔ کیا آپ نے دیکھا کہ اگر وہ (دوسرا) شخص جھٹلاتا ہے اور پشت پھیرتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر یہ شخص (اپنی اس حرکت سے) باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی ہے اور خطا کار ہے۔ پس وہ جسے چاہے آواز دے۔ ہم بھی عنقریب جہنم کے مامورین کو آواز دیں گے۔ ہرگز نہیں اس کی اطاعت نہ کریں اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں"۔

تفسیر آیات

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۖ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ

"پس وہ جسے چاہے آواز دے ہم بھی عنقریب جہنم کے مامورین کو آواز دیں گے۔ ہرگز نہیں اطاعت نہ کریں اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ابوجہل اور ولید نے لوگوں کو آواز دی: آؤ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر ڈالو۔ اس کا جو مددگار تھا، وہ مر گیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ...... الخ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح آج تم نے میرے نبیؐ کے قتل کے لیے لوگوں کو بلایا ہے، اس طرح ہم نے بھی جہنم کے مامورین کو تمھارے لیے بلایا ہے۔

کتاب عیون الاخبار میں منقول ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انسان اس وقت اللہ کا قرب زیادہ حاصل کرتا ہے، جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾

عوالی اللئالی میں روایت ہے: جس وقت یہ آیت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ نازل ہوئی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ فرمایا اور پڑھا:

اعوذ باللہ برضاك من سخطك وبما فاتك من عقوبتك واعوذ بك منك حتى لا

احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك

درس وعظ و نصیحت

تفسیر برہان میں روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جس قدر مخلوق پیدا کی ہے، ہر زبردست کے اُوپر زبردست پیدا فرمایا تاکہ تکبر کی بیماری کا علاج ہو جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے پہلے سمندروں کو پیدا کیا۔ جب اس میں تلاطم پیدا ہوا تو اُس نے فخر کرتے ہوئے کہا: کون ہے جو مجھ پر غالب آسکتا ہے۔ پس اللہ نے اس کے اُوپر زمین کا فرش بنایا، تو اس کا تلاطم دب کر رہ گیا۔ پھر زمین نے فخر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ہیجان کو بلند و بالا پہاڑوں کی میخوں سے بند کر دیا، پھر پہاڑوں نے فخر سے اپنا سر بلند کیا تو اللہ نے ان کی سرکوبی کے لیے لوہے کو پیدا فرمایا۔ جب لوہے نے اپنی سختی پر فخر کیا تو اُس کے زور کو توڑنے کے لیے آگ کو پیدا فرمایا۔ جب آگ نے اپنی حرارت پر ناز کیا تو اللہ نے پانی کو اس کی حرارت پر غلبہ عطا کیا۔ جب پانی نے فخر کیا تو اللہ نے ہوا کو اس پر غالب کر دیا جو پانی کو اُڑا کر لے جائے اور جب ہوا نے فخر کیا تو اس پر حکومت کرنے کے لیے انسان کو پیدا کیا تو ہوا اس کی مصنوعات کے سامنے بے بس ہوگئی اور جب انسان نے فخر کیا تو اس کے غرور و تکبر کو کچلنے کے لیے موت کو پیدا کیا اور جب موت نے فخر کیا تو اللہ نے اعلان فرمایا کہ اے موت! تجھے قیامت کے دن جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ اس لیے موت بھی خداوند تعالیٰ سے خوفزدہ رہتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: حلم، غصے پر غالب ہے اور رحمت، ناراضگی پر غالب ہے اور صدقہ، گناہ پر غالب ہے۔

سورۃ القدر

سورۃ القدر مکیۃ آیاتھا ۵ و رکوعاتھا ۱

"سورۂ قدر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پانچ آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۂ قدر کے مضامین

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام دیا ہے کہ قرآن کریم کو اُس نے نازل فرمایا ہے۔ یہ قرآن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔ یہ وہ سورہ ہے جس میں اللہ نے اعلان فرمایا ہے کہ قرآن مجید ماہِ رمضان کی ایک مقدس رات میں نازل ہوا۔

اس سورہ کا نام "قدر" ہے اور قدر کا معنٰی تقدیر ہے۔ لیلۃ القدر وہ عزت وعظمت والی رات ہے کہ جس میں سال بھر کے واقعات اور حالات کے اللہ کی طرف سے فیصلے ہوتے ہیں۔

اس شب قدر کے بارے میں فرمایا گیا کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ اس رات ملائکہ اور روح القدس ہر امر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور یہ خیر وسلامتی صبح کے طلوع تک باقی رہتی ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں روایت ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سورۂ قدر کی تلاوت بلند آواز کے ساتھ کرے تو وہ اللہ کی راہ میں شمشیر بکف ہونے والے شخص کی مانند ہے اور جو اِسے دل میں پڑھے تو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اپنے خون میں لتھڑے ہوئے شخص کی مثل ہے اور جس نے اس سورہ کو دس مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ہزار گناہ محو کر دیتا ہے۔

اُصول کافی میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنی فرائض نماز میں سورۂ قدر کی تلاوت کرے تو اُسے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ تیرے گذشتہ گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ اب از سرِ نو اپنی زندگی کا آغاز کر۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ قدر کی تلاوت کرے گا تو اُس کو اُس شخص کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا، جو ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور شب قدر اللہ کی عبادت میں جاگ کر گزارے۔

OOO

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اُتارا اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ فرشتے اور روح اس رات میں اپنے پروردگار کے حکم سے احکام لے کر نازل ہوتے ہیں۔ یہ شب طلوع صبح تک سلامتی ہی سلامتی ہے''۔

فضائل سورۂ قدر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو وصیت فرمائی: جب تمھیں کوئی مرض لاحق ہوجائے تو ایک نیا مٹی کا برتن لیں اور اس میں پانی ڈالیں اور اس پر سورۂ قدر تیس دفعہ پڑھیں۔ پھر اُس پانی میں سے پئیں، وضو کریں اور جسم پر پانی ڈالیں۔ جب پانی کم ہوجائے اس میں اور پانی ڈال دیں۔ تین دن تک ایسا کریں ان شاء اللہ اس بیماری سے چھٹکارا مل جائے گا۔

تہذیب الاحکام میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: جب شب قدر آتی ہے تاکہ اس میں لوگوں کے مقدرات کی تشکیل کی جائے اور اس شب اللہ تعالیٰ اپنے اوامر بھی نازل کرتا ہے۔ ایک منادی عرش کے نیچے ندا دیتا ہے جو شخص اس رات حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارک قبر پر حاضری دے اس کے سارے گناہ اللہ معاف فرما دے گا۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنے برادر ایمانی کی قبر پر آئے اور سات مرتبہ اس کی قبر پر سورۂ قدر کی

تلاوت کرے اور دورانِ تلاوت اپنا ہاتھ قبر پر رکھے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا۔

ایک حدیث میں آیا ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب شب قدر پوری کائنات پر سایہ فگن ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جبرئیل امینؑ کو حکم دیتا ہے کہ وہ زمین کی طرف جائے۔ جناب جبرئیلؑ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ زمین کی طرف آتے ہیں۔ ان کے پاس ایک پرچم ہوتا ہے اور اُسے کعبہ کی پشت پر نصب کردیتے ہیں۔ اس پرچم کے چھ سو پھریرے ہوتے ہیں۔ ان میں سے دو پھیریرے ایسے ہوتے ہیں، جو کبھی نہیں کھلتے سوائے شب قدر کے۔ جب وہ کھلتے ہیں تو وہ مشرق ومغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

جنابِ جبرئیلؑ ملائکہ کو لے کر اس اُمت مسلمہ پر مامور کرتے ہیں پس وہ عبادت گزاروں کے پاس آتے ہیں۔ جب کوئی قیام میں ہوتا ہے یا قعود میں، رکوع میں ہوتا ہے یا سجدے میں، ذکر ہوتا ہے یا تسبیح میں ان سب کو سلام کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور جب وہ دعا مانگتے ہیں وہی فرشتے امین کہتے ہیں اور یہ سلسلہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔ جب فجر طلوع کرتی ہے تو جبرئیل امینؑ ندا دیتے ہیں: کہتے ہیں: اے فرشتو! واپس چلو! واپس چلو! اُس وقت وہ فرشتے جناب جبرئیلؑ سے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے اُن عبادت گزار بندوں کو انعام میں کیا دیا ہے؟

جنابِ جبرئیلؑ کہتے ہیں: اللہ نے اپنے ان بندوں پر نظر رحمت و بخشش فرمائی ہے اور اُن کے گناہوں کو معاف کردیا ہے سوائے چار کے۔ جنابِ جبرئیلؑ نے فرمایا: چار آدمی یہ ہیں: ① جو ہمیشہ شراب پیتا ہے ② جو والدین کا نافرمان ہے ③ قاطع رحم اور ④ شاجن۔

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: شاجن کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو لوگوں کے تعلقات کو قطع کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے جنگی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ اُس نے اُسے ہزار ماہ نہ اُتارا اور مسلسل اللہ کے راستے میں جنگ کرنے پر آمادہ رہا۔ یہ سن کر صحابہ کرام نے تعجب کیا اور اپنی آرزو کا اظہار کیا کہ کاش اس قسم کی فضیلت و افتخار اُن کے حصے میں بھی آجائے تو یہ سورہ قدر نازل ہوئی کہ شب قدر کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں حضرت حکیمہ خاتون علیہا السلام سے روایت ہے جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔ آپ فرماتی ہیں: حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی شب حضرت ولادت امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ آپ اس رات ہمارے گھر میں گزاریں۔ میں اس رات حضرت نرجس خاتون علیہا السلام کے ساتھ رہی۔

آپ فرماتی ہیں کہ طلوع فجر تک میں آپ کی دیکھ بھال کرتی رہی لیکن آپ میرے پاس آرام کے ساتھ سوئی رہیں۔ جونہی طلوع فجر ہوئی تو ان کے جسمِ اقدس میں گھبراہٹ ہوئی تو میں نے انھیں اپنے سینے سے لگا لیا اور میں نے امام علیہ السلام کو آواز دی۔

آپؑ نے فرمایا: ان پر سورۂ قدر پڑھو۔ میں نے ان پر سورۂ قدر پڑھی اور ان سے اُن کا حال پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا: جس امر کی خبر آپ کو میرے آقا نے دی ہے، اُن کی ولادت کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔

حکیمہ خاتون فرماتی ہیں: جب میں نے اُن پر سورۂ قدر پڑھی تو مولود نے بھی میری طرح سورۂ قدر کی تلاوت فرمائی اور مجھے سلام کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو آدمی شب قدر سو گیا کہ جس رات انسان کی قسمت بنتی ہے اور احکام خداوندی نازل ہوتے ہیں تو ایسا آدمی اس سال حج نہیں کر سکے گا۔ شب قدر ماہِ رمضان کی تیئیسویں رات سے منسوب ہے کیونکہ اس رات حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں کہ اس سال کس کس نے حج کرنا ہے۔ اسی رات میں رزق اور موت کی تقسیم ہوتی ہے۔ ایک سال کا نظام اسی رات بنتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر کسی کا نام اس رات حج کے لیے نہ لکھا جائے تو کیا اُسے حج کی استطاعت نہیں ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: ایسا کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس میں لڑنے جھگڑنے اور بحث و مباحثہ کی کوئی بات نہیں ہے، یہ امر ہے۔

بھاری قرض اُتارنے کا قرآنی نسخہ

اسماعیل بن سہل روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور خط بھیجا اور اس میں تحریر کیا کہ میں بھاری قرض کے بوجھ تلے آ گیا ہوں، اس کا کوئی علاج بتائیں؟

آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: کثرت کے ساتھ استغفار کرو اور سورۂ قدر کی تلاوت سے اپنی زبان کو تر رکھو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: شعبان کا مہینہ اپنے آخری ایام میں تھا اور رمضان المبارک کی آمد آمد تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب بلالؓ سے فرمایا: لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کے لیے آواز دو۔

جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو تمھارے لیے خاص کیا ہے اور وہ مبارک ماہ آنے والا ہے۔ وہ تمام مہینوں کا سردار

ہے۔اس میں ایک ایسی رات ہے، جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

قدر والی رات کون سی ہے؟

جب کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: یہ قدر والی رات رمضان المبارک کی کون سی رات ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اسے رمضان المبارک کی اکیسویں اور تئیسویں رات میں تلاش کرو۔

شب قدر کی علامات

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: شب قدر کی علامت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس رات کی خوشبو پاک و پاکیزہ ہوتی ہے۔ اگر موسم سردیوں کا ہو تو یہ رات گرم ہوتی ہے۔ اگر موسم گرمیوں کا ہو تو یہ رات دوسری راتوں سے ٹھنڈی ہوتی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب قدر معتدل رات ہوتی ہے۔ اس میں نہ زیادہ ٹھنڈک ہوتی ہے اور نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے۔ جب سورج اس کی صبح کو طلوع کرتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی۔

شب قدر کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟

ایک آدمی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی بارگاہِ قدس میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! اگر کچھ کہوں تو آپ ناراض تو نہ ہوں گے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

اُس نے کہا: آپؑ نے قرآن مجید کی اس آیت لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ میں نظر فرمائی ہے؟ اے فرزندِ رسولؐ! ہم کیسے جانیں کہ شب قدر ہر سال آتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب ماہِ رمضان المبارک کا آغاز ہو تو ہر رات سورۂ دخان کو سو مرتبہ پڑھو۔ جب ماہِ مبارک کی تئیسویں رات آئے گی تو تو اپنے سوال کے جواب کو پالے گا اور تو تصدیق کرے گا کہ میں نے شب قدر کو پالیا ہے۔

رمضان المبارک کی اکیسویں شب کے فضائل

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا:

"اے لوگو! گذشتہ وہ ہستی اس دنیا سے رخصت ہوئی ہے، جو اوّلین پر سبقت لے گئی اور اس کے

بعد آنے والے اس کی گرد پا کو بھی نہ پا سکیں گے۔ بخدا اسی رات کو یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اسی رات جناب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا تھا۔ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا"۔

نزولِ قرآن

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قرآنِ مجید رمضان المبارک میں بیت المعمور سے دفعتاً نازل ہوا۔ پھر بیس کے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوتا رہا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآنِ مجید رمضان المبارک کی تیئسویں رات نازل ہوا۔

شب قدر کے اعمال

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شب قدر کو اکیس اور تیئس رمضان المبارک کی راتوں میں تلاش کرو۔ ان دونوں راتوں میں ایک ایک سو رکعت نماز پڑھو اور ان دونوں راتوں کے آغاز میں غسل کرو۔

سائل نے کہا: اگر مجھ سے اتنا نہ ہو سکے تو پھر کیا کروں؟ یعنی میں یہ نمازیں کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکوں؟

آپؑ نے فرمایا: بیٹھ کر پڑھو۔ میں نے عرض کیا: اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکوں؟ آپؑ نے فرمایا: پھر بستر پر لیٹ کر پڑھو۔ آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم رات کے پہلے حصہ میں نیند کرلو اور بعد میں بیدار ہو کر ساری رات عبادت کرو۔ کیونکہ ماہِ رمضان میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور اس ماہ میں شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں مومنین کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ ماہِ رمضان کتنا بابرکت مہینہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگ اس ماہ کو مرزوق کے نام سے یاد کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انیس رمضان المبارک کو تقدیر بنتی ہے، اکیسویں رات کو فیصلہ ہوتا ہے اور تیئسویں رات کو دستخط ہوتے ہیں۔

تفسیر آیات

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾

''ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اُتارا، اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے''۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان آیات کی تلاوت فرمائی اور کہا: اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ قرآن مجید کو شب قدر نازل فرمایا اور جب اپنے رسول سے فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ کہ شب قدر کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ شب قدر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ ''شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے''۔

اُصول کافی میں روایت ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: جب ماہِ رمضان آجائے تو اس میں بھرپور انداز میں محنت کرو۔ اللہ کی بندگی کرو۔ اس ماہ میں رزق تقسیم ہوتے ہیں، اموات لکھی جاتی ہیں۔ اسی ماہ میں بیت اللہ کا حج مقدر کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے منبر پر بندر چڑھ رہے ہیں۔ آپؐ سخت مغموم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر سورۂ قدر نازل فرمائی اور فرمایا: بنواُمیہ جس مملکت وحکومت کے مالک ہوں گے اس میں شب قدر نہیں ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝

''فرشتے اور روح اس رات میں اپنے پروردگار کے حکم سے احکام لے کر نازل ہوتے ہیں''۔

ابوبصیرؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے آقا وسردار! میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا روح سے مراد جبرئیلؑ نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: روح جبرئیلؑ سے اعظم ہے۔ جناب جبرئیلؑ تو ملائکہ میں سے ہیں۔ روح اللہ کی مخلوق ہے جو ملائکہ سے عظیم ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ ''فرشتے اور روح اس رات میں نازل ہوتے ہیں''۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوہذیل! شب قدر ہم پر مخفی نہیں ہوتی ملائکہ اس رات ہمارا طواف کرتے ہیں۔

ولی امر اور ملائکہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آغاز آفرینش سے لیلۃ القدر کو خلق فرمایا اور اُسی ذات نے

فیصلہ فرمایا کہ یہ شب ہر سال آئے گی اور اس میں آنے والے سال کے فیصلے اور جملہ اُمور کی تفصیلات اور ان کا طریقۂ کار، فرشتے لے کر حاضر ہوں گے اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی جانب سے آنے والے تمام انبیاء و رسل اور آئمہ پر اس رات کے فیصلوں کو حجت قرار دیا جائے گا اور جو احکام جناب جبرئیلؑ لاتے ہیں وہ اسی رات میں نازل ہونے والے اُمور کے علاوہ ہوتے ہیں۔

سائل نے سوال کیا: کیا جبرئیل یا دوسرے فرشتے محدثوں پر بھی نازل ہوتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: انبیاء اور رسل پر تو یقیناً نازل ہوتے ہیں لیکن باقیوں پر صرف اس رات نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ بخدا روح اور دیگر ملائکہ لیلۃ القدر میں حضرت آدمؑ پر نازل ہوئے اور خدا کی قسم! حضرت آدمؑ اپنا وصی چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے اور حضرت آدمؑ کے بعد ہر نبی کو اسی رات میں یہ امر بھی پہنچتا رہا کہ اپنے بعد کے لیے وصی کو نامزد کرتے رہنا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیاء کے متعلق فرمایا: وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ...... الخ۔

خداوند کریم نے ان کو نبی کے بعد اپنے علم دین اور اپنی عبادت کے لیے اپنا خلیفہ قرار دیا۔ جس طرح حضرت آدمؑ کے اوصیاء، ان کے بعد اللہ کے خلیفے مقرر ہوئے اور بعد والے دوسرے نبی کی بعثت تک وہ اوصیاء تبلیغی اُمور سرانجام دیتے رہے۔ چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تو کسی نبی نے آنا نہیں ہے لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک اُن کے اوصیاء کو علم سپرد کر دیا گیا اور وہ اوصیاء ہم ہیں۔ لہٰذا ہم سے سوال کیا کرو لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ جب دین ظاہر ہوگا اور لوگوں میں اختلاف ختم ہو جائے گا کیونکہ اس کے لیے ایک لمبی مدت کا انتظار ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو امر ایک ہوگا اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اہلِ ایمان میں اختلاف کو ختم کر دیا جائے گا۔ اسی لیے اُنھیں شہداء قرار دیا گیا کہ ہم اپنے شیعوں پر شاہد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر شاہد ہیں اور ہمارے شیعہ دوسرے لوگوں پر شاہد ہیں اور یہ اللہ کو پسند نہیں کہ ان میں اختلاف ہو، یا اس کے علم میں تناقض ہو۔

آپؑ نے فرمایا: جو شخص سورۃ القدر اور اس کی تفسیر پر اجمالی ایمان رکھے، اس کی فضیلت ایمان نہ رکھنے والوں پر اس طرح ہے جس طرح انسانوں کو حیوانات پر فضیلت حاصل ہے اور خداوند تعالیٰ اس پر ایمان لانے والوں کی بدولت ایمان نہ لانے والوں سے بھی عذاب کو ٹال دیتا ہے۔ جس طرح مجاہدین کے ذریعے سے قاعدین کے مصائب ٹل جاتے ہیں اور اس زمانہ میں تو حج اور عمرہ کے علاوہ دوسرا کوئی جہاد ہے ہی نہیں۔

ایک شخص نے آپؑ کے حضور عرض کیا: ہمیں معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس دنیا سے وصال فرمایا تو

آپؑ حضرت علی علیہ السلام کو اپنے تمام علوم کا وارث بنا کر گئے تھے۔ آپؑ کے فرمان کے مطابق ہر سال، شب قدر میں ملائکہ اور روح نئے علوم لے کر آتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا علم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہو گیا؟

یہ سن کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: تو کون ہے اور تجھے میرے پاس کون لایا ہے؟

اُس نے عرض کیا: حضور! میں دین کا طالب ہوں اور مجھے میری خوش قسمتی، طلبِ دین کے لیے آپ کے ہاں لے آئی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں جو کچھ کہوں اُس سمجھنے کی کوشش کرنا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے كَانَ وَمَا يَكُونُ کے علوم انھیں عطا فرمائے تھے لیکن ان میں اکثر فارمولے اور قواعد کی صورت میں تھے۔ وہ سب تفصیل طلب تھے جن کی تفاصیل ملائکہ اور رُوح کے ذریعے شب قدر میں ارسال کی جاتی ہیں۔ پس پیغمبر کی زندگی میں ان کی تفصیلات آتی رہیں اور اُن کے بعد اُن کے اوصیاء کے ساتھ یہی سلسلہ جاری وساری رہا۔ پس حضرت امام علی علیہ السلام تمام علوم کو اجمالاً قواعد وکلیہ کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن ان کی تفصیلات شب قدر میں اللہ کی طرف سے ملائکہ لاتے رہے اور اس طرح یہی حال باقی آئمہ کے ساتھ رہا ہے کہ فرشتے اللہ کی طرف سے تفصیلات لاتے رہے کہ مثلاً یہ کرنا ہے یا وہ کرنا ہے اور اس طرح کرنا ہے۔ اور ایسے اُمور کے متعلق جن کے کلیات کا علم انھیں پہلے سے ہوا کرتا تھا۔

سائل نے عرض کیا: جن علوم کے کلیات کو وہ پہلے سے جانتے تھے، شب ہائے قدر میں ان کے علاوہ اُن کے پاس کون سا علم آتا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ امر ہے جس کو ظاہر کرنے کا آئمہ کو اِذن نہیں دیا گیا اور اس کی تفسیر اللہ کے علم میں ہے۔ پھر سائل نے عرض کیا: کیا یہ ہو سکتا ہے کہ امام کا علم، نبی کے علم سے زیادہ ہو؟

آپؑ نے فرمایا: ایسی بات نہیں ہے بلکہ وصی صرف اتنا جانتا ہے جتنا اس کے نبیؐ نے اُسے بذریعہ وصیت علم پہنچایا ہے۔

سائل نے پوچھا: کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوصیاء میں سے بعض کو وہ علم حاصل ہے جو دوسرے اوصیاء کو حاصل نہ تھا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ بات بھی نہیں ہے۔ جب نبیؐ دنیا سے جاتا ہے تو اس کا تمام علم، وصی کے پاس ہوتا ہے اور اس کے بعد شب قدر میں ملائکہ بندوں کے درمیان نافذ کیے جانے والے احکام کی تفاصیل لایا کرتے ہیں۔

سائل نے سوال کیا کہ کیا ان نافذ ہونے والے احکام کا علم آئمہ کو پہلے نہیں ہوا کرتا؟

آپؑ نے فرمایا: ان کو تو علم ہوتا ہے لیکن وہ نافذ نہیں کر سکتے، جب تک شب قدر میں اس کا حکم نہ دیا جائے کہ اگلے

سال تک کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے؟

یہ سن کر سائل نے کہا: میں اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

آپؑ نے فرمایا: جو انکار کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہوگا۔

سائل نے عرض کیا: نبیؐ کو شب ہائے قدر میں ایسے علوم بھی بتائے جاتے تھے جو انھیں معلوم نہ ہوں؟ آپ نے فرمایا: ایسا سوال کرنا تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ بس اتنا جان لو کہ نبیؐ جب رحلت کرتا ہے تو اس کا تمام علم اس کے وصی کے پاس ہوتا ہے۔ اس طرح جب وصی رحلت کرتا ہے تو اس کا علم اس کے بعد والے وصی کے پاس ہوتا ہے۔

سائل نے عرض کیا: ہمیں کیسے معلوم ہو کہ شب قدر ہر سال آتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب ماہ رمضان المبارک آئے، تو ہر رات سورۂ دخان کو ایک سو بار پڑھا کرو۔ جب ۲۳ رمضان کی رات آئے گی تو تم پر یہ راز، راز نہ رہے گا۔ آپؑ نے اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہر شب و روز میں شیاطین گمراہ اماموں کے پاس آتے ہیں اور اتنی ہی مقدار میں ملائکہ امامِ حق کے پاس آتے ہیں اور شب قدر میں ایک بہت بڑی تعداد ملائکہ کی امامِ حق کے پاس آتی ہے۔ پس جب باطل کا امام لوگوں سے یہ بیان کرے کہ میں نے یہ دیکھا وہ دیکھا تو امام حق ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ ارے تو نے شیاطین کو دیکھا ہے اور جو کچھ تمھیں ملا ہے وہ شیاطین کی بتائی ہوئی باتیں ہیں۔ پس حق کی خبریں فرشتے صرف امامِ حق کے پاس لاتے ہیں۔ پس شبِ قدر ہمارے لیے ہے اور رسول اکرم ﷺ نے وقتِ رحلت امام علیؑ سے فرمایا تھا کہ یہ میرے بعد تمھارا ولی اور حاکم ہے۔ اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پر رہو گے اور اللہ کی شان سے بعید ہے کہ اپنا امر، روح و ملائکہ کے ذریعے کسی کافر کی طرف بھیجے۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ روح و ملائکہ کسی پر نہیں اُترتے تو یہ جھوٹ ہے کیونکہ جب روح اور فرشتے امر کو لاتے ہیں تو یقیناً ایک ایسے فرد کا زمین پر ہونا لازمی ہے جس پر وہ امر کو لائیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر شب قدر اُٹھ جائے تو پھر قرآن بھی اُٹھ جائے گا۔ آپؑ نے فرمایا: ۱۹ رمضان المبارک کو اُمور جمع کیے جاتے ہیں، ۲۱ رمضان کو فیصلہ ہوتا ہے اور ۲۳ رمضان کو نافذ ہوتے ہیں۔

سُورَةُ الْبَيِّنَةِ

سورة البيّنه مدينة آياتها ٨ وركوعاتها ١

''سورۂ بینہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ بینہ کے مضامین

① اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں بتایا ہے کہ جس طرح وحی کا نزول ضروری ہے اسی طرح رسولؐ کا بھیجنا ضروری ہے۔

② رسولؐ کا بھیجنا اس لیے ضروری ہے کہ گمراہ اور مشرک لوگوں کو گمراہی و ضلالت سے نکال کر سیدھے راستے پر لا کھڑا کیا جائے۔

③ اہلِ کتاب کی ضلالت کا یہ سبب نہیں ہے کہ ان کے پاس کوئی کتاب یا صحیفہ نہیں بھیجا گیا بلکہ اصل سبب ان کے دنیاوی مفادات ہیں۔

④ تمام انبیاء اور تمام آسمانی صحیفے ایک دین کی طرف رہنمائی کرنے آئے ہیں۔ ان سب کی تبلیغ کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام راستوں کو چھوڑ چھاڑ کر صرف اور صرف اللہ کے راستے کو اپنایا جائے۔ اس کی نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ آخر میں بہترین مخلوق اور بدترین مخلوق دونوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور پھر ان کے انجام کی بات بھی کی گئی ہے۔

سورۂ بینہ کی تلاوت کی فضیلت

کتاب فضائلِ اعمال میں ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سورۂ بینہ کی تلاوت کرے گا تو وہ شرک سے بَری قرار پائے گا اور اُسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے مومن محشور کرے گا اور اس کا حساب آسانی کے ساتھ لے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے اس سورہ کی تلاوت کی، وہ قیامت کے دن خیر البریہ کے ہمراہ ہوگا۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اس سورہ کے پڑھنے کا ثواب کیا ہے تو وہ اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کو چھوڑ کر اس سورہ کا علم حاصل کرتے۔

قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اس کی تلاوت کا اجر و ثواب کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جو منافق ہے اور جس کے دل میں شکوک و شبہات ہیں اس کی تلاوت نہیں کرے گا۔ خدا کی قسم! مقرب فرشتے اس دن سے جس دن سے زمین و آسمان پیدا کیے گئے ہیں، اسے پڑھ رہے ہیں، اس کی تلاوت میں لحہ بھر کی بھی سستی نہیں کرتے۔ جو شخص اسے رات کے وقت پڑھے گا اللہ ایسے فرشتوں کو مامور فرمائے گا، جو اس کے دین و دنیا کی حفاظت کریں گے اور اس کے لیے بخشش اور رحمت طلب کریں گے۔ اگر دن کے وقت پڑھے گا تو ان چیزوں کی تعداد کے مطابق جنھیں دن روشن کرتا ہے اور رات انھیں تاریک بنا دیتی ہے، اُسے ثواب دیا جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس سورہ کو نئے برتن پر لکھا جائے اور صاحب لقوہ اس میں نظر کرے تو وہ شفایاب ہوگا۔ اگر اسے روٹی پر لکھا جائے اور چور کو وہ روٹی کھلائی جائے تو لقمہ اس کے منہ میں پھنس جائے گا۔ اگر چور کا نام لے کر کسی انگوٹھی پر اس سورہ کو پڑھا جائے تو انگوٹھی حرکت میں آجائے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس سورہ کو لکھ کر یرقان کے مریض کے گلے میں لٹکائی جائے تو وہ شفایاب ہوگا۔ سفیدی چشمہ اور برص کے لیے اسے لکھ کر اپنے پاس رکھنا اور اس کا پانی پینا شفا کا سبب ہے۔

اگر حاملہ عورت اس کا پانی پیے تو اس کا حمل محفوظ ہوگا اور اُس پر وضع حمل آسان ہوگا۔

اگر طعام پر اسے لکھا جائے تو صاحب طعام، طعام کے نقصانات سے محفوظ رہے گا۔ اسے لکھ کر اپنے پاس رکھنا تمام دردوں کے لیے مفید ہے۔

اگر چوراہے کی مٹی لے کر اس پر یہ سورہ پڑھا جائے پس یہ مٹی ان لوگوں پر چھڑکی جائے جو گمراہی کے لیے جمع ہوتے ہوں تو اُن میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ (فوائد القرآن)

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۙ﴿۱﴾ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ﴿۲﴾ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ﴿۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ؕ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۷﴾ جَزَآؤُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ٪﴿۸﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر تھے (وہ کہتے تھے) جب تک ان کے لیے کوئی روشن دلیل نہ آجائے، وہ اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔ اللہ کی طرف سے ایسا رسول جو پاک وپاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔ ان صحیفوں میں مستحکم تحریریں ہیں اور جنھیں کتاب دی گئی تھی وہ روشن دلیل آنے کے بعد متفرق ہوگئے۔ حالانکہ انھیں تو صرف یہ حکم دیا گیا تھا

کہ وہ کمال اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، شرک سے توحید کی طرف آئیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی صحیح اور مستحکم دین ہے۔ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ یقیناً دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ سب سے بدترین ہیں۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے یقیناً یہی لوگ سب سے بہترین ہیں۔ اِن کی جزا اُن کے پروردگار کے پاس جاودانی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ سب کچھ اُس شخص کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے خوف رکھنے والا ہے''۔

تفسیر آیات

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝

''اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر تھے (وہ کہتے تھے) جب تک ان کے لیے کوئی روشن دلیل نہ آئے وہ اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے''۔

تفسیر عیاشی میں روایت ہے: جب فرزند رسولؐ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون رشید عباسی کے پاس گئے تو ہارون نے آپؑ سے کہا: اس گھر کے بارے میں کیا کہیں گے اور یہ گھر کس کا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں کے لیے یہ ''فترت'' ہے اور ہمارے اغیار کے لیے ''فتنہ'' ہے۔ ہارون نے کہا: گھر کا مالک گھر لے کیوں نہیں لیتا؟ آپؑ نے فرمایا: جب ہم سے یہ گھر لیا گیا تھا تو وہ آباد تھا، اب جب واپس لیں گے تو آباد لیں گے۔ ہارون نے کہا: آپؑ کے ماننے والے کہاں ہیں؟ آپؑ نے ہارون کے جواب میں قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ (''اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر تھے (وہ کہتے تھے) جب تک ان کے لیے کوئی روشن دلیل نہ آئے وہ اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے'')۔

ہارون نے یہ سن کر کہا: کیا ہم کافر ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں! آپؑ نے قرآن مجید کی ایک اور آیت تلاوت فرمائی: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ (سورۂ ابراہیم: ۲۸) ''کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا، جنھوں نے میرے احسان کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں جھونک دیا''۔

امام علیہ السلام کا حقیقت سے بھرپور جواب سن کر ہارون غصے سے پیچ وتاب کھانے لگا۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُؕ

''اور جنھیں کتاب دی گئی وہ روشن دلیل آنے کے بعد متفرق ہوگئے''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کے حوالے سے نقل کیا ہے: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید لے کر تشریف لائے تو لوگوں نے مخالفت شروع کر دی اور تتر بتر ہوگئے۔ اس آیت کے بعد والی آیت میں ''حُنَفَآءَ'' کا ذکر ہے۔ حنفاء سے مراد وہ ہیں جن کو اللہ نے طاہر بنایا۔

وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِؕ ''یہ وہ دین ہے جو حق وحقیقت والا ہے''۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِؕ

''اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ یقیناً دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ سب سے بدترین ہیں''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ جب قرآنِ مجید نازل ہوا تو لوگ مرتد ہوگئے اور انھوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ کی معصیت کی، یعنی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سے انکاری ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا: اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِؕ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِؕ

''جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے یقیناً یہی لوگ سب سے بہترین ہیں''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت آلِ محمد علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ خیر البریہ ہیں

جناب ابن عباسؓ کہتے ہیں: جس وقت یہ زیر بحث آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هو انت وشيعتك تأتي انت وشيعتك يوم القامة راضين مرضين وياتي عدوك غضباناً مقمحين

''اس آیت سے مراد آپؑ (علی علیہ السلام) اور آپؑ کے شیعہ ہیں جو روزِ محشر عرصۂ محشر میں اس حال میں وارد ہوں گے کہ آپ بھی خدا سے راضی ہوں گے اور خدا بھی تم سے راضی ہوگا اور آپؑ کا

دشمن غصہ کی حالت میں عرصۂ محشر میں وارد ہوگا اور اُسے زبردستی جہنم میں دھکیلا جائے گا"۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ ہم بیت اللہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اس اثناء میں حضرت علی علیہ السلام ہماری طرف تشریف لائے۔ جب رسول اکرم ﷺ کی نگاہِ مبارک آپؑ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا: میرا بھائی تمھاری طرف آرہا ہے۔

آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا: اس گھر کے رب کی قسم! یہ شخص اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہماری طرف رُخ فرمایا اور کہا: خدا کی قسم! یہ تم میں سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے ہیں اور اُس نے خدا کے حکم سے تم میں سب سے پہلے قیام کیا ہے۔ اللہ کے عہد کو تم سب سے زیادہ وفا کرنے والا ہے اور وہ تم سب سے زیادہ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے کرنے والا ہے اور وہ مال کی تقسیم میں سب سے زیادہ مساوات کرنے والا ہے اور اس کا مقام و مرتبہ خدا کے نزدیک تم سب سے زیادہ ہے۔

جابر کہتے ہیں کہ اس موقع پر اللہ نے اس آیت کو نازل فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ اس واقعہ کے بعد جب کبھی امام علی علیہ السلام تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب انھیں آتا دیکھ کر کہتے: اللہ کے رسولؐ کے بعد خدا کی مخلوق میں جو سب سے زیادہ بہتر ہے، وہ آرہے ہیں۔

حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا آپؑ نے اللہ کا ارشاد نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے: جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اعمالِ صالح انجام دیئے، وہ بہترین مخلوق ہیں۔ یہ تم اور تمھارے شیعہ ہیں۔ میری اور تمھاری وعدہ گاہ حوضِ کوثر کا کنارہ ہے۔ جب میں اُمتوں کے حساب کے لیے آؤں گا تو تمھیں غرالمحجلین (سفید پیشانیوں والے) کہہ کر پکارا جائے گا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادات الامامیہ میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انا افضل من جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ومن جمیع الملائکۃ المقربین وانا خیرالبریۃ وسیّد ولد آدم

"میں جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ اور تمام ملائکہ مقربین سے افضل ہوں اور میں "خیرالبریہ" ہوں اور تمام اولادِ آدمؑ سے افضل ہوں"۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝

"اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ سب کچھ اُس شخص کے لیے ہے جو اپنے

پروردگار سے خوف رکھنے والا ہے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک پیروکار سے فرمایا: تم ہی اہل رضا ہو، یعنی اللہ تم پر راضی ہے اور تم اللہ پر راضی ہو۔ ہر اچھائی میں ملائکہ تمھارے بھائی ہیں۔ جب تم کوشش کرتے ہو تو وہ تمھیں دعائیں دیتے ہیں اور جب تم غافل ہوتے ہو تو وہ تمھیں غفلت سے دُور کرتے ہیں۔ تم ہی ''خیر البریہ'' ہو۔ تمھارا ٹھکانہ جنت میں ہے۔ تمھاری قبریں جنت میں ہیں، تم ہی جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ جنت میں تمھارے لیے نعمتیں ہیں اور تم جنت کی طرف جانے والے ہو۔

تفسیر البرہان میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں اپنی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا: علیؑ کو بلاؤ۔ پس آپؑ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو بھیجا کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کو بلا کر لے آئیں۔ جب امام علی علیہ السلام تشریف لائے تو جناب فاطمہ زہراؑ محزون و مغموم تھیں۔ اس وقت رسول اکرمؐ اپنی بیٹی کو صبر کی تلقین فرما رہے تھے۔ اس دوران آپؐ نے امام علی علیہ السلام کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا: اپنا کان میرے منہ کے قریب کرو۔ چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنا کان پیغمبر اکرمؐ کے دھن اقدس کے قریب کیا تو اُس وقت حضورؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا: ''اے علیؑ! تم ہی اس آیت کے مصداق ہو اور تمھارے بعد تمھارے شیعہ ہیں جو روشن چہروں کے ساتھ قیامت کے دن سیراب شدہ محشور ہوں گے''۔

پھر آپؐ نے فرمایا: ''شر البریہ سے مراد تیرے دشمن اور تیرے دشمنوں کے دوست ہیں جن کے چہرے محشر کے دن سیاہ ہوں گے اور وہ پیاسے محشور ہوں گے۔ پس یہ آیت تمھارے لیے ہے۔ پس اس سے پہلے والی آیت تمھارے اعداء کے لیے ہے''۔

ابورافع کا بیان ہے کہ مجلس شوریٰ میں امام علی علیہ السلام نے اہلِ شوریٰ سے حلفیہ دریافت کیا کہ کیا تم اُس دن موجود نہ تھے جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور آپؐ نے کعبہ کی طرف نگاہ اُٹھا کر فرمایا تھا کہ مجھے کعبہ کے رب کی قسم! یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز کامیاب ہوں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! علیؑ تم سب میں سب سے پہلا مومن ہے۔ اللہ کے احکام کو مضبوطی سے حاصل کرنے والا ہے۔ اللہ کے عہد کی وفا کرنے والا ہے اور منزلت کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک عظیم تر ہے اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضورؐ، اور تم لوگوں نے بھی تکبیر کہی تھی اور تم سب نے مجھے مبارک دی تھی؟

یہ سن کر اہلِ شوریٰ میں سے کسی نے بھی اس روایت کی تکذیب نہ کی۔ سب نے کہا: یا علیؑ! آپؑ نے سچ کہا ہے۔ کثرت کے ساتھ روایات موجود ہیں کہ خیر البریہ سے مراد حضرت علیؑ اور اُن کے شیعہ ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو حضرت امام علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بہشتی تاج ہوگا۔ وہ اسی صورت میں میدانِ محشر میں وارد ہوں گے۔

سُورَۃُ الزِّلۡزَالِ

سورة الزلزال مدينة آياتها ٨ و ركوعاتها ١

”سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے“۔

سورۂ الزلزال کے مضامین

یہ سورہ اپنے دامن میں تین پیغام رکھتا ہے۔ قیامت کے وقوع کی نشانیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بعدازیں اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ زمین انسان کے اعمال کی گواہی دے گی۔ آخر میں یہ پیغام ہے کہ لوگوں کے دو گروہ ہیں:

① نیکوکار ② بدکار۔ پھر ان کے نتائج کی طرف اشارہ ہے۔

تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سورۂ زلزال کی تلاوت سے کبھی نہ تھکنا۔ کیونکہ جو شخص اس کو نافلہ نمازوں میں پڑھے گا، وہ ہرگز زلزلہ میں گرفتار نہ ہوگا اور نہ ہی اُس کی وجہ سے مرے گا اور مرتے دم تک صاعقہ اور آفاتِ دنیا میں سے کسی آفت میں گرفتار نہ ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا گویا اُس نے سورہ بقرہ کی قرأت تلاوت کی اور اُسے اُس شخص کا اجر و ثواب عطا ہوگا کہ جس نے قرآن کے ۱/۴ حصے کی تلاوت کی ہو۔

تفسیر برہان میں روایت ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب اس سورہ کی تلاوت کرنے والے پر موت آتی ہے تو ایک فرشتہ اللہ کی طرف سے ملک الموت کو حکم کرتا ہے کہ یہ اللہ کا ولی ہے۔ اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آنا کیونکہ یہ مجھے بہت یاد کرتا تھا اور اس سورہ کی تلاوت کرتا تھا، اور خود یہ سورہ بھی ملک الموت سے سفارش کرے گی تو ملک الموت جواب دے گا کہ مجھے خود خدا نے حکم دیا ہے کہ میں اس مرنے والے کا حکم مانوں۔ اگر وہ اجازت دے گا تو اس کی روح قبض کروں۔ چنانچہ جب مرنے والے کے سامنے سے پردہ اُٹھایا جاتا ہے تو وہ اُس وقت خود اپنی موت کی خواہش کرتا ہے۔ پھر نہایت ہی آسانی کے ساتھ اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔ پھر اس کی روح کو ستر ہزار فرشتے جنت کی طرف لے جاتے ہیں۔

خواص القرآن میں روایت ہے کہ اگر باریک روٹی پر اس سورہ کو لکھ کر چور کو کھلایا جائے تو اس کے حلق میں وہ لقمہ پھنس کر رہ جائے گا۔ اس طرح اگر چور کا نام لے کر انگوٹھی پر اس کو پڑھا جائے تو انگوٹھی میں حرکت پیدا ہو جائے گی۔ اگر اسے لکھ کر اپنے پاس رکھے اور حاکم وقت کے پاس جائے اور جب اس کے دربار میں داخل ہو تو اسے پڑھ لے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اگر نئے برتن میں اسے لکھ لیا جائے اور لقوہ کا مریض اس میں دیکھے تو شفا پائے۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ؕ﴿۵﴾ يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۙ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ؕ﴿۶﴾ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"جب زمین زلزلے سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال کر رکھ دے گی اور انسان بول اُٹھے گا، اِسے کیا ہوگیا ہے۔ اس دن وہ اپنے تمام احوال بیان کردے گی۔ کیونکہ آپ کے پروردگار نے اُسے ایسا کرنے کا امر فرمایا تھا۔ اُس دن لوگ مختلف گروہوں کی صورت میں قبور سے نکلیں گے تاکہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر برائی کی ہوگی، وہ بھی اُسے دیکھ لے گا"۔

تفسیر آیات

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی آدمی سے پوچھا: کیا تو نے شادی کی ہے؟ اُس نے کہا: نہیں! کیونکہ شادی کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تیرے پاس سورۂ توحید نہیں ہے جو قرآن کا ۱/۴ ہے۔؟ کیا تیرے پاس سورۂ کافروں نہیں ہے، جو

قرآن کا ۱/۴ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں ہے! آپؑ نے فرمایا: کیا تیرے پاس سورہ زلزال نہیں ہے، جو قرآن کا ۱/۴ ہے؟ اُس نے کہا: جی ہاں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اب تو شادی کر، شادی کر، شادی کر۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ

''جب زمین زلزلے سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال کر رکھ دے گی اور انسان بول اُٹھے گا اِسے کیا ہو گیا ہے''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ لَهَا کے مصداق جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں۔

کتاب علل الشرائع میں منقول ہے: تمیم بن حاتم نے روایت کی ہے کہ ہم جناب امیرالمومنین امام علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب آپؑ بصرہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں زلزلہ آ گیا۔ حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے زمین کو ضرب لگائی اور فرمایا: تجھے کیا ہو گیا ہے۔ پھر آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سورۂ زلزال میں جس زلزال کے واقعے کا ذکر کیا ہے اگر وہ زلزلہ بھی آ جائے تو میرے کہنے پر وہ بھی رُک جائے گا۔

کتاب علل الشرائع میں ہے: حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے روایت ہے، حضرت ابوبکر کے دورِ حکومت میں زلزلہ آیا۔ لوگ خوف زدہ ہو کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پاس آئے۔ پھر یہ سب لوگ اکٹھے ہو کر حضرت امام علی علیہ السلام کے دروازے پر آئے۔ جب آپؑ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے آپؑ کے چہرے پر گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ دیکھے۔ پس آپؑ چل پڑے اور لوگ بھی آپؑ کے ساتھ چل پڑے۔ آخرکار آپؑ ایک ٹیلے پر آئے۔ آپؑ اس پر بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپؑ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ وہ سب لوگ مدینہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مدینہ ہل رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: تم سب لوگ گھبرا گئے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم پر گھبراہٹ کیسے طاری نہ ہو، ہم نے ایسا زلزلہ کبھی نہیں دیکھا۔

راوی کہتا ہے: ہم نے آپؑ کے لبوں کو ہلتا دیکھا پھر آپؑ نے اپنے مبارک ہاتھ سے زمین پر ضرب لگائی اور فرمایا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ ساکن ہو جا، میں نے تجھے اللہ کے حکم سے ساکن کر دیا ہے۔

ان لوگوں کے تعجب کی انتہا نہ رہی۔ آپؑ نے فرمایا: میرے اس کام پر تم حیران ہو رہے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! آپؑ نے فرمایا: میں وہ ہستی ہوں کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ زلزال میں فرمایا ہے:

وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ ''اور انسان بول اُٹھے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے''۔

انسانی اعمال پر زمین گواہی دے گی

یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۝ "اس دن وہ اپنے احوال بیان کر کے رکھ دے گی"۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ ان احوال و اخبار سے کیا مراد ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن انسان نے زمین کے اُوپر جو کام بھی کیا ہوگا، اس کی گواہی دے گی۔ اس دن زمین کہہ رہی ہوگی۔ فلاں نے فلاں عمل فلاں دن کیا اور یہ ہیں، اس کے احوال۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے وضو اور بہترین نماز کی حفاظت کرو اور زمین سے بھی اپنی حفاظت کرو۔ یہ تمھاری ماں ہے کہ کوئی ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ اس کے اعمال کے بارے میں قیامت کے دن گواہی نہ دے کہ اس نے اچھائی کی تھی یا بُرائی کی تھی۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے، جب بھی تو کسی وادی میں موجود ہو تو اذان دے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھا ہے، جب بھی کوئی جن و بشر و حجر اذان کی آواز سنتے ہیں تو مؤذن کے لیے قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ "پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی وہ بھی اُسے دیکھے گا"۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ قرآن مجید کی سب سے زیادہ محکم آیات (یہی زیر بحث آیات) ہیں۔ رسول اللہ ﷺ انھیں "جامعہ" سے تعبیر کرتے تھے۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ان دو آیتوں پر عمل کر لیا جائے تو انسان ہر قسم کے فساد سے بچ جائے)۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا: اللہ نے جو آپؐ کو علم دیا ہے اس میں سے کچھ مجھے سکھلایئے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے اُسے کسی صحابی کے سپرد کیا کہ وہ اُسے تعلیم کرے۔ اُس شخص نے اُسے سورۂ زلزال کی مکمل تعلیم دی تو وہ آدمی اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا: میرے لیے تو یہی کافی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ ایک مرد فقیہہ ہوگیا ہے اور فقیہہ بن کر جا رہا ہے۔

سُورَۃ العٰدِیٰت

سورۃ العادیات مکیۃ آیاتھا ۱۱ ورکوعاتھا ۱

”سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی گیارہ آیات اور ایک رکوع ہے“۔

سورۂ عادیات کے مضامین

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں متعدد قسمیں کھائی ہیں اور اس حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان مال و دولت کی محبت میں گرفتار ہے۔ آخر میں اُسے تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے اور پھر تو نے اس کے حضور آنا ہے اور حساب دینا ہے۔

سورۂ عادیات کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں منقول ہے: جو شخص سورۂ عادیات کو پڑھے گا اور اس پر مداومت کرے گا تو اللہ اُسے قیامت کے دن خصوصیت کے ساتھ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ہمراہ مبعوث کرے گا اور وہ آپ کی جماعت میں اور آپؑ کے دوستوں کے درمیان ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا تو اُسے ان حاجیوں کی تعداد سے، جو عید قربان کی رات مزدلفہ میں توقف کرتے ہیں اور وہاں حاضر رہتے ہیں، دس گنا زیادہ نیکیاں دے گا۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالۡعٰدِيٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡمُوۡرِيٰتِ قَدۡحًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡمُغِيۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَـكَنُوۡدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيۡدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الۡخَيۡرِ لَشَدِيۡدٌ ؕ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِى الۡقُبُوۡرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوۡرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّخَبِيۡرٌ ﴿۱۱﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''قسم ہے ان گھوڑوں کی جو پھنکارے نکالتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر اپنی ٹاپوں کی ٹھوکر سے چنگاریاں نکالتے ہیں۔ پھر وقتِ صبح چھاپہ مارتے ہیں تو وہ اس طرح گردوغبار اُڑاتے ہیں۔ پھر اسی صورت میں (دشمن کے لشکر) میں گھس جاتے ہیں۔ بے شک انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے اور وہ خود اس بات پر گواہ ہے۔ اور وہ مال و دولت کی محبت میں بُری طرح سے گرفتار ہے۔ کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا، جب قبروں سے سب کچھ نکال لیا جائے گا جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ سینوں میں ہے، وہ ظاہر کر دیا جائے گا۔ اس دن اُن کا رب ان کے احوال سے بہت زیادہ باخبر ہوگا''۔

شانِ نزول

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ سورہ اہلِ یابس[1] کی وادی کے

① ایک اور مقام پر اسے وادی یابس لکھا گیا ہے۔

بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ اس وادی کے بارہ ہزار شہ سواروں نے آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ سب سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر رہیں گے۔ وہ اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور آخری دم تک لڑیں گے، مرجائیں گے لیکن راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ اُن سب نے قسم اُٹھائی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کو قتل کریں گے۔

جبرئیل امینؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی اور یہ بھی عرض کیا کہ حضرت ابوبکر کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کی طرف بھیجو تا کہ وہ وہاں جا کر ان سے جنگ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد لوگوں سے خطاب فرمایا اور انھیں جنابِ جبرئیل امینؑ کے پیغام کے بارے میں بتایا اور حضرت ابوبکر کی معیت میں چار ہزار کے لشکر کے جمع ہونے کا حکم دیا۔

آپؐ نے فرمایا: یہ لشکر ان شاء اللہ منگل کے دن اپنی مہم کے لیے روانہ ہوگا۔ جب یہ لشکر روانہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا: جب تمھارا آمنا سامنا ہو تو سب سے پہلے انھیں اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسلام کی دعوت قبول نہ کریں تو اُن سے جنگ کرنا، انھیں قتل کرنا اور ان کے اہل وعیال کو قیدی بنا لینا اور ان کا مال لوٹ لینا اور ان کے گھروں کو تہس نہس کر دینا۔ یہ اسلامی لشکر حضرت ابوبکر کی قیادت میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوگیا۔ منزل پر منزل کرتا ہوا آخر اپنے ہدف پر پہنچ گیا۔

جب اہلِ یابس کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو دوسو مسلح سپاہی ان کی طرف نکلے۔ جب اُن کے سامنے آئے تو انھوں نے اہلِ اسلام سے کہا: تم کون ہو؟ اِدھر کیوں آئے ہو، تمھارا امیر کون ہے کہ ہم اُس سے بات کرسکیں؟

حضرت ابوبکر ان کی طرف آئے اور کہا: ہم تمھاری طرف اس لیے آئے ہیں کہ تمھیں اسلام کی دعوت دیں۔ اگر تم نے دعوت اسلام قبول کرلی تو ٹھیک ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔

یہ سن کر انھوں نے کہا: ہمیں لات وعزیٰ کی قسم! اگر ہماری تمھاری قرابت نہ ہوتی تو ہم تمھیں قتل کر ڈالتے۔ آپ اور آپ کے تمام ساتھی واپس چلے جائیں۔ عافیت اسی میں ہے۔ ہم نے تمھارے صاحب اور ان کے بھائی کو قتل کرنا ہے۔

حضرت ابوبکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اے میری قوم! یہ ہم سے کئی گنا زیادہ ہیں اور جنگ کی تیاری انھوں نے خوب کر رکھی ہے۔ واپس چلے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

اسلامی لشکر نے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ انھوں نے آپ کو جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کرو اور خدا سے ڈرو۔ حضرت ابوبکر نے کہا: میں جو کچھ جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔ جو حاضر دیکھتا ہے، وہ غائب نہیں دیکھتا۔ پس واپس چل پڑے اور لشکر بھی اُن کے پیچھے واپس ہوگیا۔

جب واپس مدینہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے حالات معلوم ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: تم نے میرے

حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے لشکر کا حال دیا کہ ان پر کیا گزری اور انھوں نے کیا کیا؟ انھوں نے میرے فرمان کی خلاف ورزی کی اور جنگ کیے بغیر واپس چلے آئے۔ اب جبرئیل امینؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ اب چار ہزار کے لشکر کے ساتھ حضرت عمر اس مہم کے لیے جائیں گے۔ جب حضرت عمر لشکر کے ساتھ روانہ ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا: میرے حکم کی تعمیل ہونی چاہیے۔ ابوبکر کی طرح نہ کرنا۔

حضرت عمر لشکرِ جرار کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف رواں دواں ہوئے۔ جب یہ لشکر اس وادی میں پہنچا تو دوسو آدمی جو مسلح تھے، وہ ان کے پاس آئے اور انھوں نے وہی بات کی، جو انھوں نے حضرت ابوبکر اور اُن کے لشکر کے ساتھ کی تھی۔ یہ سن کر حضرت عمر اور اُن کے ساتھیوں نے وہی کیا، جو اُن کے سابق لشکر نے کیا تھا۔ اُس وقت جناب جبرئیلؑ آپؐ پر نازل ہوئے اور اس نئے تازہ واقعہ کی خبر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور اپنے صحابہ کرام کو اس نئے واقعہ کی خبر دی۔ آخرکار یہ لشکر واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: تم نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے۔ اب جبرئیل امینؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ اب کی بار حضرت علی علیہ السلام کو اس مہم کے لیے بھیجو اور مجھے اللہ نے خبر دی ہے کہ اُن کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس مہم کو سر کریں اور انھیں بھی وہی وصیت فرمائی، جو پہلے دو حضرات کو وصیت کی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام مہاجرین و انصار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپؐ نے اس سفر میں سُرعت کو اپنایا۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ انھوں نے بہت جلدی اس سفر کو طے کرنا ہے۔ اس مسافت کو انھوں نے بڑی جلدی کے ساتھ طے کیا۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: آپ لوگ قطعاً نہ گھبرائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب اللہ علیؑ اور اُس کے ساتھیوں کو فتح دے گا۔ تم لوگ خیر پر ہو اور خیر کی طرف روانہ ہو۔ پس لشکر کے حوصلے بلند ہوئے۔ پھر انھوں نے اپنا سفر جاری و ساری رکھا کہ اپنے ہدف کے قریب جا پہنچے۔ جب اس وادی کے لوگوں نے امام علی علیہ السلام کی آمد کی خبر پہنچی تو وہ اپنے معمول کے مطابق مسلح ہو کر آ گئے اور آپؐ سے پوچھا آپؐ کون ہیں؟ ادھر کیا کرنے آئے ہو؟

آپؐ نے فرمایا: میں علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں اور اللہ کے رسول کا چچازاد بھائی ہوں۔ میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم سب لوگ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تم لوگ کلمۂ شہادت اور کلمۂ رسالت پڑھ لو۔ تمھیں ہر قسم کی امان حاصل ہو جائے گی۔

انھوں نے کہا: تم تو ہماری مراد و مقصود ہو۔ ہم نے آپؐ کی بات سن لی ہے۔ اب جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہم نے تجھے اور تیرے ساتھیوں کو قتل کرنا ہے۔ اب کل صبح جنگ ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، تم دھمکیاں دینے لگ گئے ہو۔ تمھیں اپنی کثرت پر ناز ہے۔ میں اپنے اللہ اور اُس کے ملائکہ اور اہلِ اسلام سے مدد چاہوں گا۔ اللہ جو عزت و عظمت والا ہے اس کے سوا کوئی اور طاقت ہے ہی نہیں۔ پس وہ لوگ یہ سن کر اپنے مرکز میں چلے گئے اور امام علی علیہ السلام اپنے مرکز کی طرف چلے آئے۔ جب رات کی تاریکی ہر طرف چھا گئی تو آپؑ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ اپنی سواریوں کو تیار کر لیں۔ جب صبح صادق ہوئی تو آپؑ نے اپنے لشکر سمیت نمازِ صبح ادا کی اور نماز کے بعد اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اس وادی والوں پر حملہ کر دیا جائے۔ جب حملہ ہوا تو اُن کے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کے اہل و عیال کو قیدی بنا لیا گیا اور اُن کے گھروں کو خراب کر دیا گیا اور اُن کے اموال کو مالِ غنیمت بنا لیا گیا۔ اس واقعہ کی خبر جناب جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔ رسولؐ اللہ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں کو لشکرِ اسلام کی فتح کی خبر دی اور انھیں اس بات کی بھی خبر دی کہ ہمارے صرف دو آدمی شہید ہوئے ہیں۔ جب حضرت علی علیہ السلام کا یہ لشکر واپس مدینہ کے قریب ابھی تین میل کے فاصلے پر تھا کہ سبھی اہلِ مدینہ آپؑ کے استقبال کے لیے مدینہ سے باہر تین میل کے فاصلے پر آ کر آپؑ کا استقبال کیا۔ حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو فوراً اپنے گھوڑے سے اُترے اور ایک دوسرے سے معانقہ کیا اور رسولؐ اللہ نے آپؑ کی پیشانی پر بوسے دیئے۔ اس وادی سے بے پناہ مال اہلِ اسلام کو حاصل ہوا تھا۔ اتنا مال سوائے خیبر کے کسی اور جنگ سے حاصل نہ ہوا تو اس موقع پر یہ سورہ نازل ہوئی۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ "قسم ہے ان گھوڑوں کی جو پھنکارے نکالتے ہوئے دوڑتے ہیں"۔

مجمع البیان میں منقول ہے: اس آیت میں اُن گھوڑوں کی طرف اشارہ ہے، جو میدانِ جہاد کی طرف پیش رفت کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جناب ابن عباسؓ نے کہا: میں حجرِ اسماعیل کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اُس نے اس آیت وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ کے بارے میں سوال کیا؟ میں نے اُسے جواب دیا: اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں، جو راہِ جہاد میں بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے ہیں اور رات کو اپنے مسکن پر واپس آ جاتے ہیں اور وہ غازی لڑنے والے مجاہدین ہیں، جو آگ روشن کرتے ہیں اور اپنے لیے کھانا پکاتے ہیں۔

وہ شخص مجھ سے چلا گیا اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس جا پہنچا۔ وہ اس وقت آبِ زم زم کے کنوئیں کے پاس تشریف فرما تھے۔ اُس آدمی نے ان پر بھی یہی سوال کیا؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے مجھ سے پہلے بھی کسی شخص سے یہ سوال کیا ہے؟ اُس نے کہا: ہاں! میں نے جناب ابن عباسؓ سے سوال کیا ہے۔ انھوں نے کہا: اس سے مراد وہ گھوڑے ہیں، جو راہِ جہاد میں حملہ کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جاؤ اور انھیں میرے پاس بلا لے آؤ۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں آیا تو آپؑ نے فرمایا: جو

بات تم نہیں جانتے اس کے بارے میں لوگوں کو فتوئی کیوں دیتے ہو؟ اسلام کا سب سے پہلا غزوہ بدر تھا۔ ہمارے پاس دو گھوڑوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک گھوڑا زبیر کے پاس تھا اور دوسرا مقداد کے پاس تھا۔ تو "عادیات" سے مراد گھوڑے کیسے ہو سکتے ہیں؟ بات اصل یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اُونٹ ہیں، جو عرفات سے مشعر کی طرف اور مشعر سے منیٰ کی طرف جاتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں: جب میں نے یہ سنا تو میں نے اپنا نظریہ بدل لیا اور جناب علی علیہ السلام کے نظریہ کو قبول کیا۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ "پھر اپنی ٹاپوں کی ٹھوکر سے چنگاریاں نکالتے ہیں"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: مجاہدین کے وہ گھوڑے جو میدانِ جنگ کی طرف اتنی تیزی کے ساتھ جاتے ہیں کہ اُن کے سُموں کے پتھروں سے ٹکرانے سے چنگاریاں نکلتی ہیں یا وہ اُونٹ جو مقامات کی طرف تیزی کے ساتھ جاتے ہیں، ان کے پاؤں کے نیچے سے کنکریاں اور ریت اُڑتی ہے اور جب وہ دوسرے سنگریزوں کے ساتھ ٹکراتی ہے تو اُن سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ "پس وہ صبح کے وقت حملہ کرنے والوں کی قسم!!"

اللہ کی نعمتوں کو اکیلا کھانے والا

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ "بے شک انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم "کنود" کے بارے میں جانتے ہو؟ اُنھوں نے جواب دیا: اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: کنود وہ ہے، جو اکیلا کھاتا ہے اور دوسروں سے بخشش کو روکتا ہے اور اپنے غلاموں کو مارتا ہے۔

سورة القارعة

سورۂ القارعہ کے مضامین

اس سورہ کا مرکزی موضوع قیامت اور اس کی ہولناک کیفیت کا بیان ہے۔ اس سورہ کے آغاز میں عظیم حادثے کے متعلق سوال کر کے مخلوق کو متوجہ کیا گیا ہے۔ بعدازیں اس کی تفصیلات سامنے رکھی گئی ہیں۔

اس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ نظامِ عالم نے ایک دن کس طرح تباہ و برباد ہونا ہے۔ انسان کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ اُس دن تمھارے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

تلاوت کا ثواب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ القارعہ کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے میزانِ اعمال کو بھاری کر دے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: جو شخص سورۂ القارعہ کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا اور قیامت کے دن جہنم کی گرمی سے اُسے محفوظ رکھے گا۔

اگر کوئی آدمی تنگدست ہو، تو اس سورہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اللہ تعالیٰ اس پر رزق کے دروازے کھول دے گا۔

وسعتِ رزق کے لیے اس کا کثرت کے ساتھ پڑھنا مفید ہے۔ اگر اس سورہ کو نماز نوافل یا فریضہ میں پڑھے تو اس پر اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ خوشحال ہو جاتا ہے۔

اگر اس سورہ کو طشت میں لکھا جائے اور عرقِ گلاب سے دھو کر اُس کے پانی کو مکان میں چھڑکا جائے تو اس گھر سے حشرات الارض بھاگ جائیں گے۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡقَارِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡقَارِعَۃُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ؕ﴿۳﴾ یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۶﴾ فَہُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا ہِیَہۡ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَۃٌ ﴿۱۱﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"کھڑکھڑانے والی۔ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی؟ اور آپ کیا جانتے ہیں کہ وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ جس دن تمام لوگ منتشر پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی مانند ہو جائیں گے۔ پس جس کا پلڑا بھاری رہے گا تو وہ دل پسند زندگی میں ہوگا، اور جس کا پلڑا ہلکا ہوگا اُن کا ٹھکانہ گہرا گڑھا ہوگا، اور آپ کیا جانیں کہ وہ ہاویہ کیا ہے؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے"۔

تفسیر آیات

اَلۡقَارِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡقَارِعَۃُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ؕ﴿۳﴾

"کھڑکھڑانے والی۔ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی؟ اور آپ کیا جانتے ہیں کہ وہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟"

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک بات کو بار بار دہرایا ہے تاکہ تاکید پیدا ہو اور لوگوں کے قلوب میں قیامت کا خوف پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴿۵﴾ ''کہ جس دن پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کی مانند ہو جائیں گے''۔ ''العھن'' ایسی اُون یا روئی جو رنگی ہوئی ہو۔

کیا اعمال تولے جائیں گے؟

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۶﴾ ''پس جس کا پلڑا بھاری رہے گا''۔

احتجاج طبرسی میں روایت ہے: کسی آدمی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: کیا اعمال کا وزن کیا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اعمال جسم کی مانند نہیں ہیں کہ جنھیں تولا جائے، یہ تو صفات ہیں۔ کسی چیز کے وزن یا تعداد کی بات تو وہاں ہوتی ہے جب وزن اور عدد کا علم نہ ہو۔ ان اللہ لا یخفی علیہ شیءٌ ''اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے''۔

اُس آدمی نے عرض کیا: قرآن میں میزان سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد عدل ہے۔ جب آپؑ سے پوچھا گیا: فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ کا معنی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا۔

عمل میں سب سے بھاری چیز

معصوم علیہ السلام نے فرمایا: اعمال میں سب سے بھاری عمل محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنا ہے۔ جب کسی آدمی کے اعمال کا پلڑا قیامت کے دن ہلکا ہوگا اُس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر جو درود پڑھا ہوگا، اس کا ثواب اس کے اعمال کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ بھاری ہو جائے گا۔

کتاب علل الشرائع میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کی تفسیر میں فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کلمۂ توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کے اقرار کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں فرمائے گا۔ یہی کلمۂ تقویٰ ہے، جس کے ساتھ قیامت کے دن اعمال بھاری ہوں گے۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں منقول ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس کا ظاہر اُس کے باطن سے اچھا ہوگا، قیامت کے دن اس کے اعمال کا وزن خفیف ہوگا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ کسی نے ازراہِ طنز جناب سلمان فارسیؓ سے کہا: تو کون ہے اور تو کیا ہے؟

آپ نے کہا: میرا آغاز اور تیرا آغاز ایک نطفے سے ہے۔ میرا انجام اور تیرا انجام جیفہ کی منزل ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا، حساب کتاب ہوگا، جس کے حسنات بھاری ہوں گے، وہ کریم ہوگا اور جس کی برائیاں زیادہ ہوں گی، وہ لیئم ہوگا۔

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ ''اس کا مسکن و ماویٰ جہنم ہوگا''۔

تفسیر برہان میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک بستی سے ہوا کہ وہاں ہر طرف مُردے پڑے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ لوگ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو کر موت سے ہمکنار ہوئے ہیں ورنہ ضرور ایک دوسرے کو دفن کرتے۔ آپؑ نے حواریوں کی درخواست پر کسی مُردے کو آواز دی تو ایک نے جواب دیا: لبیك یا روح الله!

آپؑ نے سوال کیا: تمھارا انجام کیا ہوا؟

اس نے کہا: ہم نے جب صبح کی تو اس وقت ہم تندرست تھے۔ جونہی شام ہوئی تو ہمیں اللہ کے عذاب میں گرفتار کرلیا گیا اور جہنم میں ڈال دیا گیا، جس کا نام ہاویہ ہے۔ جہاں آگ کے سمندر اور آگ کے پہاڑ بھی ہیں۔

آپؑ نے اُس سے پوچھا: اس کی وجہ کیا ہے؟ تو اُس نے جواب دیا: دنیا کی محبت اور طاغوتوں کی پیروی۔ ہم دنیا سے کچھ اس قدر محبت کرتے تھے جس طرح بچہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے۔ اگر وہ آجائے تو وہ خوش ہو جائے اور چلی جائے تو روتا ہے اور اللہ کے علاوہ اپنے بڑے بڑوں کی عبادت و اطاعت ہمارا دین تھا۔ میری باقی قوم کو جہنم کی لگامیں لگی ہوئی ہیں۔ وہ بدل نہیں سکتے۔ میرا عذاب ان سے کم ہے کیونکہ میں ان کے ساتھ شریک نہ تھا لیکن اُنھیں روکتا بھی نہ تھا بس صرف ایک بال سے جہنم میں لٹکا ہوں اور اس ڈر میں ہوں کہ کب جہنم میں گرایا جاؤں گا۔

یہ سن کر جنابِ عیسیٰؑ نے فرمایا: ''جو کی خشک روٹی کھا کر مزے سے پر سو جانا، جبکہ دین میں سلامتی ہو، اس شکم سیری سے بہتر ہے جس میں دین نہ ہو۔

سُورَۃُ التَّكَاثُرِ

سورة التكاثر مكية آياتها ٨ وركوعاتها ١

''سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آٹھ آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ تکاثر کے مضامین

اس سورہ میں اُن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو موہوم مطالب پر فخر و مباحات کرتے تھے۔ بعدازیں قیامت اور جہنم کی آگ سے لوگوں کو اِنذار کیا گیا ہے اور آخر میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی جائے گی۔

سورۂ تکاثر کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں روایت ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس سورہ کا واجب نماز میں پڑھنا سو (۱۰۰) شہدا کی شہادت کا ثواب رکھتا ہے۔ اگر اسے نوافل میں پڑھا جائے تو پچاس شہداء کا ثواب ملتا ہے۔ جب کوئی اِسے فریضہ نماز میں پڑھتا ہے تو ملائکہ کی چالیس صفیں اس کے ساتھ مصروف نماز ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کو پڑھے گا تو خدا اس سے ان نعمتوں کا حساب نہیں لے گا، جو اُس نے اُسے دارِ دنیا میں دی ہیں۔ اُسے اس قدر اجر و ثواب عطا کرے گا گویا کہ اُس نے قرآن کی ہزار آیات کی تلاوت کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا: جس نے اسے سوتے وقت پڑھا تو وہ قبر کے فتنے سے بچ جائے گا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسۡـئَلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿۸﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''ایک دوسرے پر فخر ومباحات نے تمھیں غافل کر دیا ہے یہاں تک کہ تم قبور تک جا پہنچے ہو۔ ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے۔ ہرگز نہیں! کاش تم آخرت کا علم الیقین رکھتے ہوتے تو تم یقیناً جہنم کو دیکھو گے۔ پھر اُس روز تم سے نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔

انسان کا اصلی مال کون سا ہے؟

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ ''ایک دوسرے پر فخر ومباحات نے تمھیں غافل کر دیا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب ابن آدم کہتا ہے: ما لی وما لی ''یہ میرا مال ہے، یہ میرا مال ہے''۔

مالك من مالك الا ما اكلت فافنيت او لبست فابليت او تصدقت فامضيت

''تیرا مال صرف وہی ہے (جو تو نے کھا لیا ہے) جس کو تو نے کھا لیا ہے، اُسے فنا کے گھاٹ اُتار دیا ہے، یا جو تو نے پہن لیا ہے پس تو نے اُسے پرانا کر دیا ہے، یا وہ مال جو تو نے صدقہ کے طور پر دے دیا ہے''۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ شاہ ولایت جناب امام علی علیہ السلام نے اس سورہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: دیکھو تو ان بوسیدہ ہڈیوں

پر فخر کرنے والوں کا مقصد کتنا دُور از عقل ہے۔ اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے غافل و بے خبر ہیں اور مہم کتنی سخت و دشوار ہے۔ انھوں نے مرنے والوں کو کیسی کیسی عبرت آموز چیزوں سے خالی سمجھ لیا ہے اور دُور دراز جگہ سے انھیں سرمایۂ افتخار بنانے کے لیے لے لیا کہ یہ اپنے باپ داداؤں کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں یا ہلاک ہونے والوں کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ محسوس کرتے ہیں۔ وہ ان جسموں کو پلٹانا چاہتے ہیں۔ وہ جو بے روح ہو چکے ہیں اور ان جنبشوں کو لوٹانا چاہتے ہیں جو ختم چکی ہیں۔ وہ سب افتخار بننے سے زیادہ سامانِ عبرت بننے کے قابل ہیں۔ ان کی وجہ سے عجز و فروتنی کی جگہ پر اترنا، عزت وسرفرازی کے مقام پر ٹھہرنے سے زیادہ مناسب ہے۔ انھوں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اُنھیں دیکھا اور اُن سے عبرت لینے کے بجائے جہالت کی گہرائیوں میں اُتر پڑے۔ اگر وہ ان کی سرگزشت کو ٹوٹے ہوئے مکانوں اور خالی گھروں کے صحنوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ وہ گمراہی کی حالت میں زمین کے اندر چلے گئے ہیں اور تم بھی بے خبری کے عالم میں ان کے عقب میں بڑھے جارہے ہو۔

ابن ابی الحدید معتزلی اس خطبے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی تمام اُمتیں قسم کھاتی ہیں کہ میں نے پچھلے پچاس سال سے لے کر آج تک اس خطبہ کو ایک ہزار بار پڑھا ہے اور ہر بار میرے قلب و جگر میں ایک نیا لرزہ و خوف اور ایک نئی پند و نصیحت پیدا ہوئی ہے اور اُس نے میری روح کے اندر ایک شدید اثر چھوڑا ہے اور میرے اعضاء و جوارح میں لرزہ طاری ہوگیا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں اس میں غور و فکر کروں اور اس حال میں اپنے خاندان، عزیزوں اور دوستوں کی موت کو یاد نہ کروں اور بالکل صحیح طور پر میرے سامنے یہ بات مجسم ہوجاتی تھی کہ میں وہی ہوں کہ جس کی امامؑ نے وضاحت فرمائی ہے۔

اس سلسلے میں کتنے ہی واعظوں، خطباء، سخن وروں اور پُر فصاحت افراد نے گفتگو کی ہے اور میں نے اُنھیں کان لگا کر سنا ہے اور اُن کی باتوں میں غور و فکر کیا ہے، کسی ایک میں بھی مَیں نے کلامِ امام والی تاثیر نہیں پائی۔

یہ تاثیر، جو اُن کا کلام، میرے قلب پر چھوڑتا ہے یا تو اس کا سرچشمہ وہ ایمان ہے جو اُس کا کہنے والا رکھتا ہے یا اُس کے یقین و اخلاص والی نیت، اس بات کا سبب بن گئی ہے کہ وہ اس طرح اَرواح میں اثر چھوڑے اور دلوں میں گھر کر جائے۔

ابن ابی الحدید اپنے کلام کے ایک اور حصّہ میں کہتا ہے:

ينبغي لو اجتمع فصحاء العرب قاطبة في مجلس اتلی عليهم ان يسجدوا له

"یہ خطبہ اس عزت و عظمت کا مالک ہے کہ اگر فصحائے عرب سب کے سب کسی محفل میں جمع ہوں اور یہ خطبہ اُن کے سامنے پڑھا جائے تو وہ سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجائیں"۔

وہ اِسی مقام پر حضرت امیر علیہ السلام کی فصاحت کے بارے میں معاویہ کی گفتگو پیش کرتا ہے کہ اس کا بیان ہے:

والله ماس الفصاحة لقريش غيره

''خدا کی قسم! قریش کے لیے علیؑ کے سوا کسی نے فصاحت و بلاغت کی بنیاد نہیں رکھی''۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾

''ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے، پھر ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے، ہرگز نہیں کاش تم آخرت کا علم الیقین رکھے ہوتے''۔

تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے: ان آیات کی تفسیر میں حسن اور مقاتل نے کہا ہے: یہ آیات وعید کے طور پر آئی ہیں۔ وعید کے بعد پھر وعید ہے۔ ایک قول ہے قبر میں جان لو گے۔ بعدازیں حشر کے دن جان لو گے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ہم میں سے ایک گروہ ہمیشہ عذابِ قبر کے بارے میں شک کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ سورۂ تکاثر نازل ہوئی۔

ایک اور روایت جس میں زر بن حبیش نے کہا: ہم عذابِ قبر کے بارے میں شک کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا: آپؑ نے فرمایا: یہ آیت عذابِ قبر پر دلیل ہے۔

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾

''پھر اُس دن تم سے نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جناب ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ آپؑ نے اس پر یہ سوال کیا: تیرے عقیدہ کے مطابق نعیم سے کیا مراد ہے؟

اس نے عرض کیا: غذا، کھانا اور ٹھنڈا پانی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر اللہ قیامت کے دن تجھے اپنی بارگاہ میں اس لیے کھڑا کردے کہ وہ ہر لقمہ جو تو نے کھایا ہے اور ہر پانی کا گھونٹ جو تو نے پیا ہے، اس کے بارے میں پوچھے تو پھر تجھے وہاں بہت دیر ٹھہرنا ہوگا۔

اس نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ فرمائیں ''نعیم'' سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ہم اہلِ بیتؑ ہیں کہ خدا نے ہمارے وجود کے ذریعے اپنے بندوں کو نعمت عطا کی ہے اور ان کے اختلاف کے بعد الفت بخشی ہے۔ اُن کے دلوں کو ہماری وجہ سے آپس میں جوڑ دیا ہے اور اُنھیں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے جب کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہمارے ہی ذریعے انھیں اسلام کی طرف ہدایت کی ہے۔

ہاں! نعیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے: ہم میں سے ایک گروہ ہمیشہ قبر کے عذاب کے بارے میں شک کیا کرتا تھا یہاں تک کہ سورہ تکاثر نازل ہوئی کہ اس میں اللہ نے فرمایا: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ اس سے مراد عذابِ قبر ہے۔ اس کے بعد فرمایا: ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ اس سے مراد قیامت کا عذاب ہے۔

صاحب تفسیر کبیر نے نقل کیا ہے کہ زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہم عذابِ قبر کے بارے میں شک کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم نے امام علی علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: یہ آیت عذابِ قبر پر دلیل ہے۔ اس کے بعد مزید کہا: ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم ایک دوسرے پر فخر کرنے والے خیال کرتے ہو۔ اگر تمھارا آخرت پر ایمان ہوتا اور اُسے علم الیقین کے ساتھ جان لیتے تو ہرگز ایسا کام نہ کرتے اور ان باطل مسائل پر فخر و مباہات نہ کرتے۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝

پھر ازراہِ تاکید فرمایا: تم ہر صورت جہنم کو دیکھو گے۔ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝

پھر اس میں داخل ہو کر عین الیقین کے ساتھ اس کا مشاہدہ کرو گے: ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝

یقین کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: ایک مسلمان کے یقین کے صحیح ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا حاصل نہ کرے اور جو کچھ اُسے خدا کی طرف سے نہیں ملا، اس پر لوگوں کو ملامت نہ کرے (کہ ان کی وجہ سے وہ مال سے محروم رہا ہے)۔ اللہ نے اپنے عدل و انصاف کی بنا پر راحت و آرام کو، یقین و رضا میں رکھا ہے اور غم و اندوہ کو، شک اور ناراضی میں رکھ دیا ہے۔

سُورَةُ الْعَصْرِ

سورة العصر مكية آياتها ٣ وركوعاتها ١
"سورۂ عصر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تین آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۂ عصر کے مضامین

اس سورہ میں تمام انسانوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ تمام لوگ خسارے میں ہیں لیکن صرف وہ لوگ اس خسارے سے محفوظ ہیں جو ایمان، عملِ صالح سے مربوط ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جو ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں۔

سورۂ عصر کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے نوافل نماز میں سورۂ عصر پڑھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کا چہرہ نورانی، لب خنداں اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے گا، اس حال میں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں آیا ہے کہ جس نے اس سورہ کی تلاوت کی، اس کا خاتمہ خیر پر ہوگا اور قیامت کے دن اصحابِ حق کے ساتھ محشور ہوگا۔

جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اُس کا خاتمہ خیر پر ہوگا۔

اگر اسے کسی دفینہ یا خزانہ پر پڑھا جائے تو وہ محفوظ رہے گا۔

مصباح کفعمی میں منقول ہے کہ اس سورہ کو صاحبِ بخار پر پڑھا جائے تو اُسے شفا ملے گی۔

اگر اُسے نمازِ عشاء کے بعد لکھ کر اپنے پاس رکھے اور حاکم کے پاس جائے تو وہ امان میں ہوگا۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''قسم ہے عصر کی، کہ تمام انسان خسارے میں ہیں۔ سوائے ان (لوگوں) کے جو ایمان لائے اور انھوں نے صالح اعمال انجام دیے ہیں۔ ایک دوسرے کو حق کی وصیت ونصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر واستقامت کی وصیت کی''۔

تفسیر آیات

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ ''قسم ہے عصر کی''۔

عصر کا لفظ اصل میں نچوڑنے کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ بعدازیں اس کا وقت عصر پر اطلاق ہونے لگا کیونکہ اس میں روزانہ کے کاموں کے پروگراموں کو لپیٹ کر مختصر کردیا جاتا ہے۔ پھر یہ لفظ مطلق زمانہ کے لیے استعمال ہونے لگا۔ مفسرین نے اس لفظ کی متعدد تعبیرات پیش کی ہیں۔

کتاب کمال الدین وتمام النعمۃ میں منقول ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا۔

آپؑ نے فرمایا: عصر سے مراد حضرت قائم علیہ السلام کا زمانہ خروج ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ ''کہ تمام انسان خسارے میں ہیں'' سے مراد ہمارے دشمن ہیں، جو خسارے میں ہیں مگر وہ لوگ خسارے میں نہیں ہیں، جو ایمان لائے ہیں۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ''اور جنھوں نے اعمالِ صالح

بجالائے"۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ "وہ جن لوگوں نے (امامت) کی وصیت کی"۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ "جن لوگوں نے صبر کی وصیت کی"۔

اعمالِ صالحہ

اعمالِ صالحہ کی تین اقسام ہیں:

① وہ جو حقوق اللہ شمار ہوتے ہیں۔

② وہ اعمال جن کا تعلق انسانی نفس سے ہے۔

③ وہ جو حقوق العباد شمار ہوتے ہیں، حقوق العباد کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہے۔ ان کی مختصر تفصیل یہ ہے:

حقوقِ والدین، حقوقِ زوجہ، حقوقِ اولاد، حقوقِ ہمسایہ، حقوقِ سلطان عادل، حقوقِ رعایا، حقوقِ غلام، حقوقِ حیوانات وغیرہ۔ پس ان تمام حقوق میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے مقررہ حدود میں پابندی کرنے میں انسان کے لیے ایک بہت بڑا اجر ہے۔ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنے کو بھی حقوقِ واجبہ میں اہمیت حاصل ہے۔ ایک دوسرے کو مصائب و آلام میں صبر کی تلقین کرنا بھی اعمالِ صالحہ میں شمار ہوتا ہے۔

سُورَةُ الْهُمَزَةِ

سورة الهمزة مكّية آياتها ۹ و ركوعاتها ۱

''سورۂ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی نو آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ ہمزہ کے مضامین

اس سورہ میں انسانوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ جو لوگ مال دنیا کے جمع کرنے کی فکر میں دن رات اور اپنی ساری زندگی لگا دیتے ہیں، اُن کے لیے ہلاکت ابدی ہے۔ پھر ایسے لوگ اپنی دولت کی وجہ سے الٰہی نمائندگان اور ان کے پیروکاروں کی تحقیر کرنے لگتے ہیں۔ ان لوگوں کا انجام عبرت ناک ہے۔

سورۂ ہمزہ کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

جس نے فریضہ نماز میں یہ سورہ پڑھی تو اُس سے فقر و فاقہ دُور ہو جائے گا اور رزق اُس کا رُخ کرے گا اور بُری موت اُس سے دُور ہو جائے گی۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، اُسے ان لوگوں کی تعداد سے جنھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کا مذاق اُڑایا تھا، دس گنا حسنات دیے جائیں گے۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ ﴿۱﴾ الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗۙ ﴿۲﴾ يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ‌ۚ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ‌ۖ ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ ؕ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۙ ﴿۶﴾ الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ؕ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ۙ ﴿۸﴾ فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''ہر طعنہ دینے والے عیب بیان کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے۔ اور جو مال جمع کرتا ہے اور پھر اُسے شمار کرتا رہتا ہے۔ جو خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اُسے ہمیشہ کی زندگی دے دے گا۔ ہرگز نہیں وہ ریزہ ریزہ کرنے والی آگ میں ضرور پھینکا جائے گا اور آپ کو کیا معلوم وہ ریزہ ریزہ کرنے والی آگ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو قلوب تک پہنچ جائے گی۔ بلاشبہ وہ اُن کو گھیر لے گی، لمبے لمبے ستونوں میں''۔

تفسیر آیات

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ ﴿۱﴾ ''ہر طعنہ دینے والے عیب بیان کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے''۔

کتابِ خصال میں روایت ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنو آدم میں سے تیرہ نفر کو مسخ کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا: عقرب آدمی تھا، جو لوگوں کے عیب تلاش کرتا تھا اور ان کی تحقیر کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے مسخ کر دیا اور عقرب بنا دیا۔

کتاب عوالی اللئالی میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں معراج پر گیا تو میں نے اس رات کچھ لوگوں کو دیکھا کہ جو اپنے پہلوؤں سے اپنا گوشت کاٹتے تھے اور پھر اُسے خود کھا جاتے تھے۔ انھیں کہا گیا: تم لوگ اپنا گوشت اس طرح

کھاؤ جس طرح تم اپنے بھائیوں کا گوشت کھاتے تھے۔ اس وقت میں نے جناب جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کی اُمت میں سے ہیں، جو لوگوں کے عیب تلاش کرتے تھے اور پھر لوگوں سے استہزا کرتے تھے اور ان کی تحقیر کرتے تھے۔

الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ ''اور جو مال جمع کرتا ہے اور پھر اُسے شمار کرتا رہتا ہے''۔

کتابِ خصال میں آیا ہے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: مال جمع نہیں ہوسکتا مگر پانچ چیزوں سے، وہ پانچ چیزیں یہ ہیں: ① شدید بخل ② لمبی اُمیدیں ③ انتہا درجے کا حرص ④ قطع رحمی ⑤ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا۔

کتابِ توحید میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک آدمی آیا اور اُس نے کہا: مجھے نصیحت کی جائے تو آپؑ نے فرمایا: اگر حسنات حق ہیں اور ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر مال کا جمع کرنا کس لیے؟ پھر اُسے راہِ خدا میں کیوں نہ خرچ کریں۔ اگر بدلہ دینا اور تلافی کرنا، اللہ کی طرف سے حق ہے تو پھر بخل کس لیے؟

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے: یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ ''جو خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اُسے ہمیشہ کی زندگی دے دے گا''۔ انسان خیال کرتا ہے کہ مال اُسے ہمیشہ کے لیے باقی رکھے گا۔ كَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَةِ ۫﴿۴﴾ ''ہرگز نہیں وہ ریزہ ریزہ کرنے والی آگ میں ضرور پھینکا جائے گا''۔

''الحطمہ'' ایسی آگ ہے جو ہر چیز کو ریزہ ریزہ کردیتی ہے۔ وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ ''اور آپ کو کیا معلوم وہ ریزہ ریزہ کرنے والی آگ کیا ہے۔ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ یہ ایسی آگ ہوگی، جس کے شعلے دلوں سے نکلیں گے''۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد کفار و مشرکین جب جہنم میں جائیں گے تو وہ اہلِ توحید کو بھی جہنم میں پائیں گے۔ وہ انھیں طعنہ دیں گے ہم تو جہنم میں ہیں کہ وحدانیت کے قائل نہ تھے، تم تو توحید پرست تھے، تم جہنم میں کیسے؟ تمھیں توحید پرستی نے کوئی فائدہ نہیں دیا؟ تو اُس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا: تم ان کی شفاعت کرو، پس فرشتے اللہ کی مشیت کے مطابق شفاعت کریں گے۔ پھر اللہ انبیاءؑ سے فرمائے گا: تم سفارش کرو، پس وہ بھی اللہ کی مشیت کے مطابق شفاعت کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں۔ تم سب میری رحمت سے جہنم سے باہر آجاؤ تو اُس وقت تمام توحید والے جہنم سے باہر آجائیں گے۔

سُوۡرَةُ الۡفِیۡلِ

سورۃ الفیل مکیۃ آیاتھا ۵ ورکوعاتھا ۱

”سورۂ فیل مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پانچ آیات اور ایک رکوع ہے“۔

سورۂ فیل کے مضامین

یہ سورہ اپنے نام کی وجہ سے ہی کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔ یہ سورہ ایک مشہور ومعروف تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ مشہور واقعہ پیغمبر اکرم ﷺ کی ولادت کے سال معرض وجود میں آیا تھا۔ اس سورہ میں یہ درس ہے کہ مغرور و متکبر لوگوں کا انجام ابدی ہلاکت ہے۔

سورۂ فیل کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص اس سورہ کو نمازِ واجب میں نہیں پڑھے گا، قیامت کے دن ہر پہاڑ، ہموار زمین اور ہر ڈھیلا اس کی گواہی دے گا کہ وہ نماز گزاروں میں سے ہے اور ایک منادی ندا دے گا کہ تم نے میرے بندے کے بارے میں سچ کہا ہے۔ میں تمھاری گواہی کو اس کے نفع یا نقصان میں قبول کرتا ہوں۔ میرے بندے کو جنت میں بغیر حساب کے داخل کردو۔ کیونکہ وہ ایسا ہے جسے میں دوست رکھتا ہوں اور اُس کے عمل کو بھی دوست رکھتا ہوں۔

مجمع البیان میں روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس سورہ کو پڑھا اللہ تعالیٰ اُسے قذف اور مسخ ہونے سے محفوظ رکھے گا۔

کتاب الخصال میں نقل ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بنوآدم میں جو لوگ مسخ ہوئے وہ تیرہ ہیں۔ ان میں سے ایک ہاتھی ہے۔ یہ چوپاؤں سے وطی کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے مسخ کر کے ہاتھی کی شکل دے دی۔

فقہائے امامیہ کے نزدیک سورۂ فیل اور سورۂ ایلاف قریش ایک سورہ کے حکم میں ہیں۔ اگر اس سورہ کو نماز میں پڑھا جائے تو اس کے بعد سورہ ایلاف کا پڑھنا ضروری ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس سورہ کو کسی مصیبت زدہ پر پڑھا جائے تو اس کا دشمن فوراً بھاگ جائے گا اور اس کا پڑھنا قوتِ قلب کا باعث ہے۔

عمل برائے حفاظت

کتاب اوراد میں یہ عمل موجود ہے اگر ظالم حاکم کے پاس جانا ہو تو کھیعص کو پڑھے اور ہر حرف پر دائیں ہاتھ کی ایک انگلی، انگوٹھے سے شروع کر کے بند کرتا جائے اور آخر میں مٹھی بند کرے پھر حم عسق کو پڑھے اور ہر حرف پر بائیں ہاتھ کی ایک انگلی بند کرتا جائے کہ انگوٹھے پر ختم کرے اور مٹھی بند کرے۔ پس کمرے میں داخل ہو اور حاکم کے سامنے سورۂ فیل کو پڑھے اور لفظ ترمیھم کو دس دفعہ پڑھے کہ ہر دفعہ ایک انگلی کو شروع سے کھولتا جائے۔ جب انگلیاں کھل جائیں تو اس سورہ کو پڑھے پس ان شاء اللہ حاکم کے شر سے محفوظ رہے گا۔

شانِ نزول

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے، حضرت ابوطالب علیہ السلام ہمیشہ اپنی تلوار سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔ ایک دن حضرت ابوطالبؑ نے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا آپ تمام لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں یا صرف اپنی قوم کے لیے بھیجے گئے ہیں؟

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ وہ گورے ہیں یا کالے، عربی ہیں یا عجمی، اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں تمام انسانوں کی ہدایت و رہبری کے لیے آیا ہوں، چاہے وہ پہاڑوں کی چوٹی پر رہتے ہوں یا دریاؤں میں رہتے ہیں اور میں فارس و روم کی تمام زبانوں کو دعوت دینے کے لیے آیا ہوں۔

جب یہ گفتگو قریش تک پہنچی تو اُنھوں نے تعجب کیا۔ انھوں نے آپؑ سے کہا: آپؑ اپنے بھتیجے کی باتوں کو سن رہے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ خدا کی قسم! اگر فارس و روم کے لوگوں نے یہ بات سن لی تو ہمیں ہماری اس سرزمین سے باہر نکال دیں گے اور خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں:

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ (سورۂ قصص: ۵۷)

"انھوں نے کہا: ہم تیرے ساتھ مل کر ہدایت کو قبول کرلیں تو ہمیں ہماری سرزمین سے باہر نکال کر دیں گے۔ کیا ہم نے انھیں امن کے اس حرم میں جس کی طرف ہر طرح کے پھل آتے ہیں جگہ نہیں دی"۔

اور اُن کے اس قول کے بارے میں کہ وہ خانہ کعبہ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے تو سورۂ فیل نازل ہوئی۔

داستانِ اصحابِ فیل

مؤرخین اور مفسرین نے اس داستان کو مختلف صورتوں میں بیان کیا ہے۔ یمن کے بادشاہ ذونواس نے نجران کے عیسائیوں کو جو اس سرزمین کے قریب آباد تھے، انھیں اس لیے تنگ کرنا شروع کردیا تھا کہ وہ اپنا دین چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو سورۂ بروج میں ''اصحاب الاخدود'' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کی ساری تفصیلات سورۂ بروج کی تفسیر میں موجود ہیں۔

جب عیسائیوں پر یہ بھیانک مظالم ڈھائے جارہے تھے۔ ''دَوس'' نامی شخص جان بچا کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور وہ قیصر روم کے پاس پہنچا، جو وہ اس وقت عیسائی تھا۔ اس کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔

روم اور یمن کا درمیانی فاصلہ بہت زیادہ ہے، اس لیے اُس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا کہ وہ ذونواس سے نصاریٰ نجران کا انتقام لے۔ جب نجاشی تک وہ خط پہنچا تو اُس نے ستر ہزار کا لشکر تیار کیا۔ ارياط نامی شخص کی کمان میں اُسے یمن کی طرف روانہ کیا۔ اَبرھہ بھی اس لشکر کے افسروں میں سے تھا۔ جب یہ لشکر یمن پہنچا تو جنگ ہوئی۔ ذونواس کو شکست ہوئی۔ ارياط یمن کا حکمران بن گیا۔ کچھ مدت بعد اَبرھہ نے ارياط کے خلاف بغاوت کردی اور اس کا تختہ اُلٹ دیا اور خود حکمران بن بیٹھا۔

جب اس واقعہ کی اطلاع نجاشی کو ملی تو اس نے اَبرھہ کے خاتمے کا مصمم عزم کرلیا۔ اِدھر جب اَبرھہ کو اطلاع ملی تو اُس نے اپنے سر کے بال منڈوا کر اور یمن کی مٹی نجاشی کی طرف بھیج دی۔ یہ مکمل تسلیم کرنے کی علامت تھی۔ اس علامت کے ساتھ اُس نے اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ نجاشی نے یہ دیکھ کر اُسے معاف کردیا اور اُسے اپنے منصب پر برقرار رکھا۔

اس موقع پر اَبرھہ نے اپنی وفاداری کو ثابت کرنے کے لیے ایک خوبصورت گرجا تعمیر کرایا۔ یہ اُس دور کی اللہ کی زمین پر بے مثل و مثال عمارت تھی۔ اس کے بعد اُس نے جزیرہ عرب کے لوگوں کو خانہ کعبہ کی بجائے اِس گرجے کی طرف دعوت دینے کا پختہ ارادہ کرلیا کہ جزیرہ نما عرب کی مرکزیت اس کے تعمیر کردہ گرجا میں آجائے اور مکہ کی مرکزیت ختم ہوجائے۔

اس مقصد کے لیے اُس نے ہر طرف اپنے مبلغین دوڑائے کہ وہ عرب قبائل کی طرف جائیں، انھیں اس مرکز کی طرف متوجہ کریں۔ اس طرح اُس نے حجاز کی طرف بھی اپنے آدمی بھیجے۔ جب عربوں نے اس امر کو دیکھا تو اپنے مرکز کے لیے خطرہ محسوس کیا۔ کیونکہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آثار سے شدید محبت تھی۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ عربوں کا ایک گروہ یمن کی طرف گیا اور انھوں نے اُن کے گرجا کو آگ لگا دی اور بعض روایات میں ہے کہ اُنھوں نے جا کر وہاں کثافت پھیلائی۔ جب اَبرھہ کو اطلاع ملی تو اُسے شدید غصہ آیا۔ اُس نے خانہ کعبہ کو گرانے کا عزم کیا۔ اُس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اُن میں سے کچھ لوگوں کو اُس نے ہاتھی دیئے جن پر وہ سوار تھے۔ اس کا لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو اُس نے اپنی فوج کے کچھ لوگوں کو مکہ والوں کے اُونٹ اور دوسرے اموال لوٹنے کے لیے بھیجا۔ اس طرح جب انھوں نے اُونٹوں کو پکڑا تو ان اُونٹوں میں حضرت عبدالمطلبؑ کے دو سو اُونٹ بھی تھے۔ اَبرھہ نے اپنے کسی آدمی کو مکہ بھیجا کہ وہ مکہ کے رئیس کے پاس جائے اور اُسے اُس کا پیغام دے کہ اَبرھہ یمن سے آیا ہے، اس کا مقصد جنگ کرنا نہیں، وہ صرف خانہ کعبہ کو ویران کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم مقابلے میں نہ آؤ تو ہمیں تمھارے خون کو گرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اَبرھہ کا ایلچی مکہ میں داخل ہوا اور اُس نے مکہ کے رئیس کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا۔ سب نے حضرت عبدالمطلبؑ کی طرف اس کی رہنمائی کی۔ جب اُس کی جناب عبدالمطلبؑ سے ملاقات ہوئی تو اُس نے اَبرھہ کا پیغام دیا۔

حضرت عبدالمطلبؑ نے اُسے جواب دیا: ہم تم سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ رہی بات خانہ کعبہ کی، اللہ اس کی حفاظت خود کرے گا۔

اَبرھہ کے ایلچی نے کہا: آپ کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ جب حضرت عبدالمطلب اَبرھہ کے دربار میں داخل ہوئے تو وہ آپ کے حُسن و جمال اور رُعب و ہیبت سے سخت متاثر ہوا اور آپ کے احترام میں فوراً کھڑا ہو گیا اور آپ کو اپنے قریب جگہ دی۔ اس کے بعد اُس نے اپنے مترجم سے کہا: اُن سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟

آپؑ نے اس کے مترجم سے کہا: میری حاجت یہ ہے کہ آپ کے لشکر والوں نے میرے دو سو اُونٹ اپنی گرفت میں لے لیے ہیں، وہ واپس کر دیجیے۔

اَبرھہ کو اُن کے اس مطالبہ پر سخت تعجب ہوا اور اُس نے اپنے مترجم سے کہا: ان سے کہو جب میں نے پہلی دفعہ آپ کو دیکھا تھا تو میرے دل میں تمھاری بہت زیادہ عزت پیدا ہوئی تھی لیکن آپ کی اس بات نے آپ کو میری نظروں سے گرا دیا ہے۔ آپؑ اپنے دو سو اُونٹوں کی بات تو کر رہے ہو لیکن کعبہ کے بارے میں جو تمھارے اور تمھارے آباؤ اجداد کا دینی مرکز ہے، اس کی بات نہیں کی، جس کو میں نے گرانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

یہ سن کر جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا:

انا رب الابل وان للبيت ربا سيمنه

"میں اُونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا"۔

جنابِ عبدالمطلبؑ کے یہ الفاظ اَبرھہ پر اس قدر بھاری گزرے کہ وہ کافی دیر تک سوچتا رہ گیا۔

جنابِ عبدالمطلبؑ مکہ واپس آئے اور لوگوں کو اطلاع دی کہ وہ پہاڑوں میں پناہ لیں۔ آپ ایک جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کے پاس آئے اور اللہ کے حضور دعا مانگی:

لاھمّ ان المرء یمنع رحله فامنع رحالك

لا یغلبنّ صلیبھم ومحالھم ابداً محالك

جزوا جمیع بلادھم والفیل کی یسبوا عیالك

وانصر علی ال الصلیب وعابدیه الیوم الك

"اے میرے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ اس طرح کبھی نہ ہو کہ کسی دن اِن کی صلیب اور ان کی حکومت تیری قدرت پر غالب آجائے۔ وہ لوگ اپنے شہروں کی تمام توانائیاں بھی یہاں لے آئے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنی طاقت کے مظاہرے کے لیے ہاتھی بھی ساتھ لائے ہیں تاکہ تیرے حرم کے ساکنین کو اپنا قیدی بنالیں۔

اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر والوں کا دفاع کرتا ہے تو بھی اپنے حرم کے رہنے والوں کا دفاع کر۔ آج ان صلیب والوں کے خلاف اپنے حرم کے ساکنین کی مدد فرما"۔

اس کے بعد جنابِ عبدالمطلب ایک پہاڑی درّہ کی طرف آئے۔ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پناہ لی اور اس دوران اپنے ایک بیٹے کو حکم دیا کہ وہ کوہِ ابوقبیس کے اُوپر جا کر نظارہ کرے کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ کا فرزند پہاڑ پر چڑھا اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ واپس آیا اور کہا: اے بابا جان! سمندر کی طرف سے ایک سیاہ بادل آتا ہوا نظر آرہا ہے۔ یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور لوگوں کو پکار کر کہا: اے گروہِ قریش! اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ کیونکہ نصرتِ خداوندی تمہاری مدد کو پہنچ گئی ہے۔

اللہ کی طرف سے یہ ہو رہا تھا، اُدھر اَبرھہ اپنے مشن کی تکمیل کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ اپنے "محمود" نامی ہاتھی پر سوار ہوا اور اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بہت جلد مکہ پہنچے لیکن اس کا ہاتھی آگے کی طرف بڑھنے سے انکاری تھا۔ اُس نے بڑی کوشش کی لیکن وہ آگے نہ بڑھا۔ جب اُس نے اُس کا رُخ کسی اور سمت کی طرف کیا تو

وہ دوڑنے لگا۔ ابرہہ کو اس واقعہ نے سخت حیران کر دیا۔ ادھر یہ حیرانی و پریشانی میں گرفتار تھے، اُدھر فضا میں اللہ کا لشکر ان کے اُوپر پہنچ گیا۔ غول کے غول، جھنڈ کے جھنڈ چھوٹے پرندے تین تین کنکریوں کے ساتھ آن پہنچے۔ ہر پرندے کی چونچ میں سے ایک کنکری تھی اور دو کنکریاں اُن کے پنجوں میں تھیں۔ یہ کنکریاں تقریباً چنے کے دانے کے برابر تھیں۔ انھوں نے یہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر برسانی شروع کر دیں۔ یہ کنکریاں جس کسی کو لگتی تھیں، اُسے ہلاک کر دیتی تھیں۔

یہ روایت بھی ہے کہ یہ کنکریاں ان کے بدن پر جہاں بھی لگتی تھیں سوراخ کر کے دوسری طرف نکل جاتی تھیں۔ اس وقت ابرہہ کے لشکر پر عذاب برس رہا تھا اور وہ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ اُن پر عجیب وغریب وحشت طاری تھی۔ جو مر گئے مر گئے، جو زندہ بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور واپسی کے لیے یمن کا راستہ پوچھتے تھے۔ جونہی چلتے تو اُن پر پرندوں کا حملہ ہوتا تو گر پڑتے۔ ایک پتھر ابرہہ پر گرا، جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ اس کے فوجی اُسے ملک یمن کے پایۂ تخت صنعاء لے گئے اور وہاں جا کر موت سے ہمکنار ہو گیا۔

اس سورہ کی پہلی آیت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا آپ نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ (اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ①) وہ لوگ اپنی پوری طاقت کے ساتھ آئے تھے تاکہ بیت اللہ کو گرا دیں۔ اللہ نے اپنے لشکر کے ذریعے انھیں تباہ کر دیا۔ بظاہر وہ لشکر معمولی لگتا تھا لیکن طاقت میں سب پر بھاری تھا۔ جنھوں نے ابرہہ کے لشکر کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند بنا دیا۔ (فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤)

○○○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿۱﴾ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿۲﴾ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿۳﴾ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا اُن کے منصوبہ کو ناکام نہیں کر دیا اور ان کے اُوپر گروہ در گروہ پرندے بھیجے جو اُن کے اُوپر چھوٹی چھوٹی کنکریاں پھینک رہے تھے اور اس طرح انھیں کھائے ہوئے بھوسے کی مثل بنا دیا''۔

تفسیر آیات

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴿۱﴾

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے اصحابِ فیل کے ساتھ کیا سلوک کیا''۔

اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ﴿۲﴾

''کیا اُن کی باطل تجویز کو اُس نے بے کار نہیں کر دیا تھا''۔

''تضلیل'' کا معنیٰ گمراہ کرنا ہے۔

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ﴿۳﴾

''اور اُس نے ابابیل بھیج دیئے''۔

ابابیل اس کی واحد اَبول ہے یا اِبالہ ہے۔ ایک پرندے کا نام ہے جو چڑیا سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ یہ پرندے بحر احمر کی

راہ سے اُٹھے تھے اور ہاتھیوں کے لشکر کی طرف آئے تھے۔

تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۝

''جو انھیں سخت سنگریزے مارتے تھے''۔

سجیل: سخت قسم کا پتھر جو عام پتھروں کی نسبت زیادہ سخت ہوتا ہے۔

کعصف: بھوسا یا گھاس کے خشک تنکوں کو کہا جاتا ہے، یعنی جس طرح بھوسہ بیکار زمین پر پھیلا رہتا ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اس طرح ان کی لاشیں بھی زمین پر بکھری پڑی تھیں کہ ان کی کوئی حالت نہ تھی۔

سُورَۃ قُرَیْشٍ

سورۃ قریش مکّیۃ آیاتھا ۴ ورکوعاتھا ۱

”سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چار آیات اور ایک رکوع ہے“۔

سورۂ قریش کے مضامین

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے قریش قوم پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا ہے اور انھیں اپنی بندگی و عبادت کی دعوت دی ہے۔ کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا اور وہ لوگ آپؐ کی مخالفت کر رہے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس امر کی طرف متوجہ فرمایا کہ تم لوگ جس نظام کی مخالفت کر رہے ہو، اُس کے خالق کے تم پر یہ احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن اَبرھہ کا خاتمہ کر کے تمھارے لیے جنوب عرب سے مصر و شام کی طرف تجارت کا راستہ کھول دیا۔ اپنے رب کا شکر ادا کرو۔ یہ سب کچھ اس کی طرف سے ہے۔

سورۂ قریش کی تلاوت کا ثواب

تفسیر مجمع البیان میں حدیث ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سورۂ قریش کو پڑھا تو اُسے اُن لوگوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں دی جائیں گی، جنھوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا ہے یا وہاں اعتکاف میں بیٹھا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اگر اس سورہ کو کھانے پر پڑھا جائے تو اس کے ضرر سے انسان محفوظ ہوسکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس سورہ کو پانی پر پڑھ کر دل کے مریض پر وہ پانی چھڑکا جائے تو وہ تندرست ہوجائے گا۔

مصباح کفعمی میں منقول ہے کہ اگر کوئی بھوکا آدمی اس کو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے روزی کا پہنچنا آسان کردے گا۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

”قریش کی مانوسیت کے لیے، انھیں سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس رکھنے کے لیے چاہیے تھا کہ وہ اس بیت کے پروردگار کی بندگی کریں جس نے انھیں بھوک میں خوراک کھلائی اور خوف سے انھیں امن میں رکھا“۔

تفسیر آیات

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ : ایلاف اُلفت سے ہے اور جار کا جو فعل متعلق ہے وہ محذوف ہے جس کا ربط پہلی سورت سے ہے یعنی ہم نے ابرھہ کی فوج کو قریش کی محبت میں تباہ کر ڈالا۔ اگر ابرھہ کی فوج کو تسلط حاصل ہو جاتا تو قریش کو مکہ چھوڑنا پڑتا۔ پس ہم نے ان کے دشمن کو شکست دے دی تاکہ یہ لوگ باامن ہو کر کعبہ کی مجاورت میں زندگی گزاریں اور یہ اس لیے کہ یہ مقام خاتم الانبیاء کی ولادت کا مقام ہے۔ پس قریش کے لیے مکہ کی رہائش کو دشمن کی پسپائی سے زیادہ قابلِ قبول بنا دیا۔

قریش کا معنیٰ ہے: ”کمانا“۔ چونکہ یہ لوگ تجارت کرتے تھے نہ اُن کے پاس کوئی زراعت کا نظام تھا اور نہ وہ مالداری کرتے تھے۔ یہ لوگ نضر بن کنانہ کی اولاد سے تھے۔ نضر کی اولاد کو ہی قریش کہا جاتا ہے۔ حرم کعبہ کی مجاورت کی وجہ سے پورا عرب ان کا احترام کرتا تھا۔ اگر کہیں کوئی قافلہ ڈاکوؤں کے ہاتھ لگ جاتا اور ان میں کوئی اگر کہہ دیتا کہ وہ حرمِ کعبہ کا مجاور ہے تو ڈاکو اُسے چھوڑ دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے سے بڑا دشمن بھی ان سے لڑنے سے گریز کرتا تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ابرھہ کی فوج کو پرندوں سے مروا دیا تاکہ ان کی عقیدت میں اضافہ ہو اور اُن کی کعبہ سے محبت برقرار و باقی رہے۔ پس انھیں چاہیے کہ اس گھر کے مالک کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

اَیلامهم، یہ پہلے اَیلاف سے بدل ہے۔ قریش سال میں دو سفر کرتے تھے۔ سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف، لیکن بعض مفسرین نے کہا کہ ان کے دونوں سفر شام کی طرف ہوتے تھے۔ البتہ سردیوں میں سمندر کے کنارے سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں بصری واذرعات کے راستے سے جاتے تھے۔ پس یہ اپنے ہاں سے چمڑے کا سامان لے جاتے تھے اور وہاں سے کپڑا اور غلہ اور دیگر سامان لاتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع نہ کرو سوائے سورۂ ضحیٰ و الم نشرح کے اور سورۂ فیل اور سورۂ قریش کے۔

جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ سورۂ فیل اور سورۂ قریش ایک ہی سورہ ہیں۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ﴿۲﴾

"انھیں سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس رکھنے کے لیے"۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ سورہ اور اس کی آیات قریش کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ان کی معاش کا نظام دو سفروں میں مربوط تھا۔ وہ سردیوں کے زمانے میں یمن کا سفر کرتے تھے اور گرمیوں کے زمانے میں شام کا سفر کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اطراف و اکناف سے لوگوں کے وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے لگے۔ علاوہ ازیں حج کے لیے دنیا بھر سے لوگوں کے آنے نے قریش کو ان دونوں سفروں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قریش کو اپنے احسانات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: اس شکریے میں اس کی عبادت کرو۔

فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ﴿۳﴾ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۬

"چاہیے تھا کہ وہ اس بیت کے پروردگار کی بندگی کریں، جس نے انھیں بھوک میں خوراک کھلائی"۔

سُوۡرَةُ الۡمَاعُوۡنِ

سورة الماعون مكية آياتها ٧ وركوعاتها ١

''سورۂ ماعون مکّہ میں نازل ہوئی۔ اس کی سات آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ ماعون کے مضامین

اس سورہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جو یتیموں کو دھکے دیتے ہیں اور غریبوں کو کھانا نہیں کھلاتے۔ نماز میں جو غفلت کرتے ہیں، ان کی مذمت کی گئی ہے۔ اس سورہ میں ان لوگوں کو قابلِ مذمت ٹھہرایا گیا ہے، جو ریاکاری سے کام لیتے ہیں اور برتنے کی چیزیں روکے رکھتے ہیں۔

سورۂ ماعون کی تلاوت کا ثواب

فضائل اعمال میں ہے: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے: جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا تو خدا اس کے نماز و روزہ کو قبول کرے گا اور اس کا محاسبہ نہیں کرے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، اللہ اُسے بخش دے گا بشرطیکہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو۔

فوائد القرآن میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سورۂ ماعون کو ۴۱ مرتبہ پڑھے وہ اور اس کی اولاد کسی کے محتاج نہ ہوں گے۔ سورہ کی تلاوت شروع کرنے سے قبل دس مرتبہ درود شریف پڑھ لینا چاہیے۔ اس سورہ کی روزانہ ۴۱ مرتبہ تلاوت کرنا چاہیے۔

شانِ نزول

اس سورہ کے شانِ نزول میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد عاص بن وائل یا ولید بن مغیرہ یا ابوسفیان ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ہر ہفتے دو اُونٹ ذبح کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے دسترخوان پر ایک یتیم آیا تو اُس نے اُسے لاٹھی کی نوک سے دھکیل کر باہر نکال دیا۔ بہرکیف جو شخص بھی یہ صفات رکھتا ہو وہ ان آیات کا قیامت تک مصداق بن سکتا ہے۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِؕ‏ ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِىۡ يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَۙ‏ ﴿۲﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِؕ‏ ﴿۳﴾ فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَۙ‏ ﴿۴﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَۙ‏ ﴿۵﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَۙ‏ ﴿۶﴾ وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ﴿۷﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا ہے، جو جزا و سزا کی تکذیب کرتا ہے؟ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کا شوق نہیں دلاتا۔ پس ان نماز گزاروں کے لیے ہلاکت ہے، جو اپنی نماز سے غفلت میں رہتے ہیں۔ وہی جو ریاکاری سے کام لیتے ہیں اور (لوگوں) کو معمولی اشیاء بھی دینے سے گریز کرتے ہیں''۔

تفسیر آیات

اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِؕ‏ ﴿۱﴾

''کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو جزا و سزا کی تکذیب کرتا ہے''۔

علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابوجہل اور قریش کے کافروں کے بارے میں نازل ہوئی۔

فَذٰلِكَ الَّذِىۡ يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَۙ‏ ﴿۲﴾ ''یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''۔ یعنی وہ یتیم کو اس کا حق نہیں دیتا۔ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِؕ‏ ﴿۳﴾ ''اور مسکین کو کھانا کھلانے کا شوق نہیں دلاتا''۔ یعنی وہ مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

پھر فرمایا: فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَۙ‏ ﴿۴﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَۙ‏ ﴿۵﴾ ''پس ان نماز گزاروں کے لیے ہلاکت ہے، جو اپنی نماز سے غفلت میں رہتے ہیں''۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو نماز سے غفلت کرتے ہیں یعنی

نماز ترک کرتے ہیں۔

کتاب خصال میں روایت ہے: حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے نزدیک نماز سے زیادہ محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے۔ کہیں تمھارے دنیاوی اُمور تمھیں نماز سے غافل نہ کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے: الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ "جو اپنی نماز سے غفلت میں رہتے ہیں"۔ یعنی وہ لوگ جو نماز سے غفلت برتتے ہیں اور نماز وقت پر ادا نہیں کرتے۔

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

"وہی جو ریاکاری سے کام لیتے ہیں اور (لوگوں) کو معمولی اشیاء بھی دینے سے گریز کرتے ہیں"۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ہر عمل نیت کے ساتھ وابستہ ہے اور ہر شخص کا عمل میں حصّہ اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے لیے کوئی عمل (خیر) کرے گا تو اس کا ثواب لوگوں پر ہی ہوگا۔ اے زرارہ! ہر ریا شرک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: قیامت کے دن ریاکار آدمی کو چار ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا: اے کافر! اے فاجر! اے حیلہ گر! اے خاسر و زیاں کار! تیرا عمل برباد ہوگیا ہے۔ تیرا اجر و ثواب ختم ہوگیا ہے۔ آج تیرے لیے نجات کی کوئی راہ باقی نہیں ہے۔ اپنا اجر و ثواب اُس سے طلب کر جس کے لیے تو کرتا تھا۔

من لایحضرہ الفقیہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے برتنے کی چیزیں اپنے پڑوسی کو اس کے مطالبے پر نہ دیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس سے اپنی خیر روک دے گا۔ خدا اُس کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دے گا اور جسے خدا اس کی اپنی حالت پر چھوڑ دے، اس کا بُرا حال ہوگا۔

تفسیر برہان میں آیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک آدمی نے "ماعون" کی تفسیر پوچھی۔ جب آپؐ نے وضاحت فرمائی تو سائل نے عرض کیا: ہمارا ایک ہمسایہ ہے جو مانگنے پر چیزیں لے جاتا ہے لیکن اُنھیں توڑ دیتا ہے یا ضائع کردیتا ہے تو اس معاملے میں ہم کیا کریں؟

آپؐ نے فرمایا: ایسے شخص کو نہ دینا کوئی گناہ نہیں ہے۔

سُورَۃُ الْكَوْثَرِ

سورۃ الکوثر مکّیۃ آیاتھا ۳ ورکوعاتھا ۱

''سورۂ کوثر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تین آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ کوثر کے مضامین

پیغمبر اسلام ﷺ کو جب ان کے دشمنوں نے ابتر کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ سورہ نازل فرمایا۔
فرمایا: اے رسولؐ! تیرا دشمن ابتر رہے گا۔
رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری دی گئی کہ ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دیا ہے۔ آخر میں نماز اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۂ کوثر کی تلاوت کا ثواب

ثواب الاعمال میں ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے اپنی فریضہ اور نافلہ نمازوں میں اس سورہ کو پڑھا تو اللہ قیامت کے دن اُسے کوثر سے سیراب فرمائے گا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورۂ کوثر کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کی نہروں سے سیراب کرے گا اور اُسے عید کے دن قربانی پیش کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔
جو شخص شب جمعہ ہونے سے قبل اس سورہ کی ایک سو مرتبہ تلاوت کرے گا اُسے پیغمبر اکرم ﷺ کی حالت خواب میں زیارت نصیب ہوگی۔
مصباح کفعمی میں روایت ہے کہ اگر جانور کے پیٹ میں درد ہو تو اس سورہ کو اس کے داہنے کان میں تین مرتبہ پڑھے اور بائیں کان میں بھی تین مرتبہ پڑھے پس پھر اس جانور کے پہلو پر لات مارے تو وہ باذن اللہ ٹھیک ہو جائے گا اور کھڑا ہو جائے گا۔

○○○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔ پس آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں۔ یقیناً آپ کا دشمن ابتر ہے۔

تفسیر آیات

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ ''ہم نے آپ کو کوثر عطا کی''۔

مفسرین نے ''کوثر'' کی تفسیر میں اپنی مختلف آراء پیش کی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور اس سورہ کی تلاوت کی۔ جب آپ منبر سے نیچے تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کے حضور عرض کیا: اللہ نے آپ کو جو کوثر عطا کی ہے، وہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: جنت میں ایک نہر ہے، جو دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ اُس کے دونوں کنارے موتیوں اور یاقوت کے بنے ہوئے ہیں۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گا۔ میری عترت میرے ساتھ ہوگی۔ ہم سب حوضِ کوثر پر ہوں گے، جو ہمارے ساتھ جنت میں رہنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے، ہمارے فرامین پر عمل کرے۔

انس سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام آپ کے اردگرد جمع

تھے۔ اس دوران آپؐ کو اُونگھ آ گئی۔ جب آپؐ کی آنکھ کھلی تو آپ مسکرا دیے اور فرمایا: ابھی میرے اُوپر ایک سورہ نازل ہوا ہے تو اُس وقت آپؐ نے سورۂ کوثر کی تلاوت فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ سب نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جنت میں نہر ہے جس کے کنارے پر آسمانی ستاروں کی تعداد میں پیالے رکھے ہوئے ہیں اور میری اُمت کے لوگ وہاں میرے پاس وارد ہوں گے۔ جب ان لوگوں میں سے بعض لوگوں کو مجھ سے دُور کردیا جارہا ہوگا تو اُس وقت میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اُمتی ہیں تو جواب ملے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات جاری کیں۔

تفسیر برہان میں روایت ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سورۂ کوثر کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

کوثر ایک جنت کی نہر ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ جب امام علی علیہ السلام نے اس کی مزید وضاحت چاہی تو آپؐ نے فرمایا: یہ نہر زیرِعرش جاری ہے، اس کا پانی دودھ سے سفید تر ہے اور مٹھاس میں شہد سے شیریں تر اور مکھن سے زیادہ ملائم ہے۔ اس میں زبرجد، یاقوت اور مرجان کے سنگریزے ہوں گے اور اس کے کناروں کا گھاس زعفران ہوگا اور اس کی مٹی کستوری ہوگی۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے شانوں پر مبارک ہاتھ مار کر فرمایا: یہ نہر میرے لیے، آپؑ کے لیے اور آپؑ کے دوستوں کے لیے ہوگی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے اس کی گہرائی ستر ہزار فرسخ کے برابر ہے۔

مجھے پانچ چیزیں عطا ہوئی ہیں

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے پانچ چیزیں عطا کی ہیں اور علیؑ کو بھی پانچ چیزیں عطا کیں۔ اللہ نے مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے اور علیؑ کو جوامع العلم عطا کیا۔ مجھے اللہ نے نبوت عطا کی، علیؑ کو میرا وصی بنایا۔ مجھے اللہ نے کوثر عطا فرمایا، علیؑ کو سلسبیل عطا فرمایا۔ اللہ نے مجھے وحی عطا کی، علیؑ کو الہام عطا فرمایا۔ مجھے آسمانوں کی سیر کرائی اور علیؑ کے لیے آسمانوں اور حجابوں کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ وہ مجھے دیکھتے رہے اور میں اُنھیں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے: اے ابن عباسؓ! سب سے پہلے جو اللہ نے مجھ سے کلام کیا وہ یہ تھا: فرمایا: اے محمدؐ! اپنی نگاہیں زمین کی طرف کرو، جب میں نے زمین کی طرف دیکھا تو حجاب پھٹ چکے تھے۔ آسمانوں کے دروازے کھل چکے تھے، علیؑ کو میں نے دیکھا تو وہ سر اُٹھا کر میری طرف دیکھ

رہے تھے۔ اس طرح میں نے علیؑ سے باتیں کیں (وہ زمین پر تھے اور میں آسمانوں کے اُوپر تھا)۔

جناب ابن عباسؓ نے آپؑ کے حضور سوال کیا کہ اللہ نے آپؐ سے کیا کلام فرمایا تو حضورﷺ نے جواب دیا: اللہ نے فرمایا:

اے محمدؐ! میں نے علیؑ کو تیرا وصی، وزیر اور خلیفہ بنا دیا ہے اور جب زمین پر جانا تو علیؑ کو بتا دینا حالانکہ وہ اب بھی سن رہے ہیں، پس میں نے اُس وقت علیؑ سے کہہ دیا: جب میں بارگاہِ ربوبیت میں تھا اور علیؑ نے اُس وقت جواب دیا: میں نے یہ عہدہ قبول کرلیا ہے، پس اس وقت اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ علیؑ پر سلام بھیجو۔ چنانچہ تمام ملائکہ نے علیؑ کو سلام کیا اور علیؑ نے سب کے سلام کا جواب دیا۔ اُس وقت میں نے یہ بھی دیکھا کہ ملائکہ ایک دوسرے کو علیؑ کی ولایت و وزارت کی خوشخبری دے رہے تھے۔ پس جب میں ملائکہ کے قریب سے گزرا تو انھوں نے مجھے علیؑ کی ولی عہدی پر مبارک پیش کی اور وہ کہنے لگے: ہمیں اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحقؐ بنایا، تمام ملائکہ کو علیؑ کی خلافت پر خوشی ہوئی ہے اور اُس وقت میں نے حاملینِ عرش کو دیکھا۔ وہ بھی زمین کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس دوران جبرئیلؑ نے مجھے کہا کہ باقی ملائکہ نے امام علیؑ کی زیارت کی ہوئی ہے لیکن حاملین عرش کو اب اجازت ملی ہے، اس لیے وہ اب اپنی گردنیں جھکا کر علیؑ کی زیارت کر رہے ہیں۔

آپﷺ نے فرمایا: جب میں زمین پر واپس آیا تو میں نے علیؑ کو معراج کا قصہ سنایا اور علیؑ نے مجھے معراج کی ساری داستان سنا دی۔ پس میں جان گیا کہ میں نے جہاں جہاں قدم رکھا، علیؑ کی مجھ پر نگاہ رہی۔

ابن عباسؓ نے عرض کیا: آپؐ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: میں تجھے علیؑ کی محبت کی وصیت کرتا ہوں اور مجھے اُس ذات کی قسم! جس نے مجھے نبی برحق بنایا ہے اللہ اس وقت کسی کی کوئی نیکی قبول نہیں کرے گا جب تک وہ علیؑ کی ولایت و محبت کا اقرار نہ کرے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی بنایا ہے، جن لوگوں نے خدا کی طرف اولاد کی نسبت دی ہے، دوزخ کی آگ اُن سے بھی زیادہ علیؑ کے دشمنوں کو مقامِ غضب قرار دے گی۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے آپﷺ سے دریافت کیا: کیا کوئی علیؑ سے بغض رکھتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں، وہ لوگ جن کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنایا، اللہ نے مجھ سے بہتر کوئی نبی پیدا نہیں کیا اور علیؑ سے بہتر کوئی وصی نہیں بنایا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی مکمل تعمیل کی۔ جب وقتِ وصال میں بارگاہِ نبوت میں پہنچا تو آپؐ نے فرمایا: اے ابن عباسؓ! علیؑ کے مخالف کا مخالف بن کر رہنا اور اس سے تعاون نہ کرنا۔

میں نے عرض کیا: آپ لوگوں کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے تو آپؐ نے رُو دیا اور بہت دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: اگر تو اللہ کی رضا چاہتا ہے تو علیؑ کے طریقہ کو نہ چھوڑنا، بس اُدھر جانا جدھر علیؑ جائیں اور انھیں اپنا امام ماننا اور اُن کے دشمن کو دشمن سمجھنا اور اُن کے دوست کو دوست سمجھنا۔ جب کسی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جوامع الکلم کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: وہ قرآنِ مجید ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ فضیلتیں عطا کی ہیں اور علیؑ کو بھی پانچ فضیلتیں عطا کی ہیں۔ مجھے اس نے کوثر عطا کی اور علیؑ کو سلسبیل۔

کتاب احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان مکالمہ ہوا۔ انھوں نے آپؐ کے حضور کہا: حضرت نوحؑ آپؐ سے افضل ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کیسے؟

انھوں نے کہا: وہ سفینہ پر سوار ہوئے تھے۔ پس وہ چلتا ہوا آخر کو وہ جودی پر آیا اور یہاں ٹھہر گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب کچھ جو اُنھیں ملا، مجھے اُس سے افضل حاصل ہوا ہے۔

انھوں نے کہا: وہ کیسے؟

آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمان میں ایک نہر عطا کی ہے جو عرش کے نیچے سے جاری ہوتی ہے۔ اُس کے کناروں پر یاقوت اور موتیوں کے ہزاروں محل ہیں۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں نقل ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے بیٹے جنابِ ابراہیمؑ کے عوض عطا کی۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ "پس آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیں اور قربانی دیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایک سخی آدمی آسمانوں میں بھی محبوب ہے اور زمین میں بھی محبوب ہے۔ اس کی تخلیق میٹھی مٹی اور کوثر کے پانی سے

ہوئی ہے۔ اور بخیل آسمانوں میں بھی مبغوض ہے اور زمین میں بھی مبغوض ہے۔ اس کی تخلیق شور والی مٹی سے ہوئی ہے اور اس کا گارا کھاری پانی سے بنا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وانحر'' سے مراد رفع یدین کرنا ہے۔ نماز کی ابتدا میں دونوں ہاتھوں کو چہرے کے برابر تک لانا۔

ایک حدیث میں آیا ہے: جس وقت یہ سورہ نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ نحیرہ کیا ہے جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے؟

جنابِ جبرئیلؑ نے کہا: یہ ''نحیرہ'' نہیں ہے بلکہ اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ جس وقت نماز میں داخل ہوں تو تکبیر کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو بلند کریں اور اس طرح جب رکوع کریں یا رکوع سے سر اُٹھائیں یا سجدہ کریں۔ کیونکہ ہماری اور سات آسمانوں کے فرشتوں کی نماز اِسی طرح کی ہے۔ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت ہاتھوں کو بلند کرنا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ''وانحر'' کی جب تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے آغاز میں ہاتھوں کو اس طرح بلند کرو کہ ان کی ہتھیلیاں رُوبقبلہ ہوں۔

هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ یعنی تیرا دشمن خیر سے محروم ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت کا مصداق عاص بن وائل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتر کہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید میں فرمایا کہ اے رسولؐ! آپ کو اللہ نے اولادِ کثیر عطا کی ہے۔ تیرا دین، تیری نسل اور تیری اُمت قیامت تک رہے گی اور تیرا دشمن ابتر رہے گا۔

عاص بن وائل اولاد سے محروم رہا، جو اولاد اس کی طرف منسوب تھی وہ درحقیقت کسی اور کا نطفہ تھی۔

اس سورہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ عکاظ کے میلے میں کسی مسلمان نے یہ سورہ لکھ کر نمایاں مقام پر چسپاں کردی تو اُس دور کے فصیح ترین خطیب کو اس کے نیچے لکھنا پڑا:

ما هذا كلام البشر، ''یعنی یہ انسان کا کلام نہیں ہے''۔

سُورَۃُ الْکٰفِرُوْنَ

سورۃ الکافرون مکیۃ آیاتھا ۶ و رکوعاتھا ۱

''سورۂ کافرون مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھے آیات اور ایک رکوع ہے''۔

تو آپؐ نے کفار کی بھری مجلس میں پہنچ کر انھیں یہ آیات سنا دیں جسے سنتے ہی کفار غصے سے تلملا اُٹھے پھر وہ آپؐ کے پہلے سے زیادہ درپے ایذا ہو گئے۔

وجہِ تکرار

وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کفار نے اپنا نظریہ تکرار سے پیش کیا تھا، لہٰذا اُن کے جواب میں بھی تکرار نازل ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار کے انکار شدید کے جواب میں تاکید مزید کے لیے کیا گیا ہے تاکہ انھیں اپنی غلط فہمی کا احساس ہو جائے۔

سُوۡرَۃُ الۡکٰفِرُوۡنَ

سورۃ الکافرون مکّیۃ آیاتھا ۶ ورکوعاتھا ۱

''سورۂ کافرون مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھے آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ کافرون کے مضامین

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پروگرام دیا ہے کہ آپ ان لوگوں سے صاف صاف بات کہہ دیں کہ تمھاری راہیں، ہماری راہوں سے جدا جدا ہیں۔ یہ بات تمام عالمِ اسلام کے لیے نمونہ عمل ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے بارے میں دشمن کے ساتھ کسی حالت میں کوئی مصالحت نہ کریں۔

سورۂ کافرون کی تلاوت کی فضیلت

کتاب ثواب الاعمال میں ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے فریضہ نماز میں سورۂ کافرون اور سورۂ توحید کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اُسے اس کے والدین اور اُسی کی اولاد کو بخش دے گا، چاہے وہ شقی کیوں نہ ہو۔ اس کا نام اشقیاء کے رجسٹر سے مٹا دیا جاتا ہے اور سعداء کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے، جب تک وہ زندہ رہے گا تو سعادت کے ساتھ رہے گا۔ جب اُس پر موت آئے گی تو شہید مرے گا۔ جب قیامت کے دن مبعوث ہوگا تو شہید مبعوث ہوگا۔

مجمع البیان میں روایت ہے جو شخص سورۂ کافرون کو پڑھے گا تو ایسا ہے، جیسے اُس نے ۱/۴ قرآن پڑھا ہے۔ سرکش شیاطین اُس سے دُور رہیں گے اور وہ شرک سے پاک ہو جائے گا اور قیامت کے روز ہر قسم کے خوف سے امان میں رہے گا۔

جُبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے جُبیر! جب تو سفر پر نکلے تو تو اپنے ساتھیوں سے ہر طرح نمایاں محسوس ہو اور زادِراہ کے اعتبار سے بھی ان پر بھاری ہو جائے۔ کیا تو اس عمل کو پسند کرے گا۔

اُس نے عرض کیا: جی ہاں! یارسولؐ اللہ! میرے والدین آپؐ پر قربان جائیں۔

آپؐ نے فرمایا: ان پانچ سورتوں کو پڑھتے رہا کریں: ① سورۂ الکافرون ② سورۂ نصر ③ سورۂ توحید ④ سورۂ فلق ⑤ سورۂ ناس۔ ان تمام سورتوں کو بسم اللہ کے ساتھ پڑھنا۔

جُبیر کہتے ہیں: میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا تو کثیر المال ہو گیا حالانکہ میری حالت مالی اعتبار سے اچھی نہ تھی۔ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: مجھے تعلیم کیجیے، جب میں سونے لگوں تو اُسے پڑھ لوں؟

آپؐ نے فرمایا: جب تو بستر پر جائے تو سورۂ کافرون کو پڑھ، اس کے بعد سو جا، کیونکہ اس سورہ میں شرک سے بیزاری کا اعلان ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''کہہ دو! اے کافرو! جن کی تم لوگ پوجا کرتے ہو، مَیں اُن کی عبادت نہیں کرتا۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی میں کرتا ہوں۔ اور نہ ہی میں ان کی عبادت کروں گا، جن کی تم کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمھارا دین تمھارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے''۔

شانِ نزول

امالی شیخ الطائفہ میں روایت ہے کہ یہ سورہ مشرکین کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوا۔ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، حارث بن قیس اور اُمیہ بن خلف وغیرہ نے آپؐ سے یہ کہا تھا:

اے محمدؐ! آیئے آپ ہمارے دین کی پیروی کریں اور ہم بھی آپؐ کے دین کی پیروی کرلیتے ہیں۔ ہم تمھیں اپنے تمام امتیازات میں شریک کرلیتے ہیں۔ ایک سال آپؐ ہمارے خداؤں کی عبادت کریں اور دوسرے سال ہم آپؐ کے خدا کی عبادت کریں گے۔ اگر تمھارا دین بہتر ہے تو ہم اس میں شریک ہوجائیں گے۔ اس طرح ہم اُس سے اپنا حصّہ لے لیں گے۔ اگر ہمارا دین بہتر ہوا تو آپؐ ہمارے دین میں شریک ہوجائیں گے اور آپؐ اس میں سے حصّہ لے لیں گے۔ تو اس وقت یہ سورہ نازل ہوئی۔

تو آپؐ نے کفار کی بھری مجلس میں پہنچ کر انھیں یہ آیات سنا دیں جسے سنتے ہی کفار غصے سے تلملا اُٹھے پھر وہ آپؐ کے پہلے سے زیادہ درپے ایذا ہو گئے۔

وجہِ تکرار

وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کفار نے اپنا نظریہ تکرار سے پیش کیا تھا، لہٰذا اُن کے جواب میں بھی تکرار نازل ہوئی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار کے انکار شدید کے جواب میں تاکید مزید کے لیے کیا گیا ہے تا کہ انھیں اپنی غلط فہمی کا احساس ہو جائے۔

سُورَۃُ النَّصۡرِ

سورۃ النصر مدینۃ آیاتھا ۳ ورکوعاتھا ۱

''سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی تین آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ نصر کے مطالب ومضامین

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی فتح کا اعلان فرمایا ہے کہ اب اسلام کفروشرک پر غالب آ گیا ہے۔ اب لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہوں گے۔ اس فتح ونصرت پر اپنے رب کی حمدوثنا بیان کرو۔

تلاوت کا ثواب

کتاب فضائل اعمال میں ہے، حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص اپنی نمازِ فریضہ یا نافلہ میں اس سورہ کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے اس کے دشمنوں پر فتح عطا کرے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں قبر سے باہر آئے گا کہ اس کے پاس جہنّم اوراس کی حرارت وغیرہ سے اس کے لیے امان نامہ ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوشخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، اُسے اس قدر ثواب ملے گا گویا وہ فتح مکہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔

کتاب ثواب الاعمال میں روایت ہے: جوشخص سورۂ نصر واجب یا نافلہ نماز میں پڑھے گا، خدا اُسے اُس کے تمام دشمنوں پر فتح یاب کرے گا اور قیامت کے دن اس حالت میں محشر میں وارد ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک عہدنامہ ہوگا، جوگفتگو کرے گا۔ خدا نے اُسے اس کی قبر کے اندر سے باہر بھیجا ہے اور وہ جہنّم کی آگ سے امان نامہ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے، جس نے اس سورہ کی تلاوت کی گویا کہ وہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔

روایات میں آیا ہے جب یہ سورہ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت کے ساتھ ان کلمات کو اپنی زبان پر جاری کیا۔ (سبحانك اللھم اغفرلی انك انت التواب الرحیم) "اے اللہ! تیری ذات پاک وپاکیزہ ہے تو مجھے بخش دے کیونکہ تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو سنائی تو سب شاداں و فرحاں ہو گئے لیکن آپؐ کے چچا حضرت عباس رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے چچا! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپؐ اس دنیا سے رحلت کرنے والے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: جی ہاں! آپ درست فرما رہے ہیں لیکن آپ بعد ازیں دو سال تک اس دنیا میں رہے۔ اس سورہ کا نام سورۂ "تودیع" بھی ہے۔

کافی میں روایت ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سب سے پہلے وحی جو آپؐ پر نازل ہوئی وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اقراء باسم ربك...... نازل ہوئی۔ جو آخری وحی نازل ہوئی وہ یہی سورۂ نصر ہے۔

فتح مکہ اسلام کی عظیم الشان فتح

صاحب تفسیر مجمع البیان اور دوسرے مفسرین و مؤرخین نے فتح مکہ کے بارے میں جو تفصیلات پیش کی ہیں، اُن کا خلاصہ یہ ہے: حدیبیہ کے مقام میں جو مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا مشرکین مکہ نے اس صلح نامہ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ انھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض حلیفوں کے ساتھ زیادتی کی۔ آپؐ کے حلیفوں نے آپؐ سے شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان حلیفوں کی مدد کرنے کا ارادہ کیا۔

فتح مکہ کے اسباب میں سے یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب موتہ کی طرف اپنی مہم روانہ کی تو اس دوران جمادی الاخر اور رجب میں مدینہ میں مقیم رہے۔ اِدھر بنی بکر بن منات بن کنانہ نے قبیلہ بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان جھگڑے کی بنیاد قبیلہ حضرمی کا ایک شخص مالک بن عباد تھا۔ یہ آدمی ایک تجارتی سفر پر تھا۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے اُسے قتل کر دیا۔ صلح حدیبیہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان شرائط طے پائی تھیں۔ اُن میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اب جو چاہے وہ قریش کے عہد میں داخل ہو جائے یا جو چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ بنی بکر قریش کے ساتھ تھے اور بنوخزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

اس صلح کے زمانے کو بنوبکر کے بنودیل نے اپنے ہم قوم اسود بن رزن کا بنوخزاعہ سے انتقام لینے کا اچھا موقع خیال کیا۔ اس غرض سے نوفل بن معاویہ الدیلی بنی دیل کے ساتھ جن کا وہ رئیس تھا۔ اگرچہ تمام بنوبکر اس کے تابع فرمان نہ تھے، برآمد ہوئے اور انھوں نے بنوخزاعہ پر جب وہ وتیر نامی چشمہ سے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، شب خون مارا اور ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ان کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ اس موقع پر قریش نے بنی بکر کی مدد کی۔ آخر کار بنوخزاعہ

کو حرم میں پناہ لینا پڑی۔ واقدی نے لکھا ہے: صفوان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سُہیل بن عمرو نے بھیس بدل کر اس شب خون میں بنوبکر کی مدد کی تھی۔ جب بنوخزاعہ نے حرم میں پناہ لی تو بنوبکر نے پھر ان پر حملہ کر دیا۔ بنوخزاعہ کے ایک فرد عمرو بن سالم نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس واقعہ پر فریاد کی۔ یہ آدمی مدینہ آیا جب وہ مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوا تو اس وقت رسولِ اللہ ﷺ اپنے تمام صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اُس نے آپؐ کے سامنے اپنا سارا حال اشعار میں پیش کیا اور یہی واقعہ فتح مکہ کا باعث ہوا۔

لاھم انی ناشدٌ محمداً حلف ابینا وابیه الا تلدا

ان قریشا اخلفوك الموعدا ونقضوا میثاقك الموكدا

وقتلونا رکعا وسجدا

"اے میرے اللہ! میں محمد (ﷺ) کو اپنے باپ اور اُن کے باپ کی قدیم دوستی یاد دلاتا ہوں اور اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ بے شک قریش نے آپؐ سے وعدہ خلافی کی اور آپؐ کے مستحکم عہد کو توڑ ڈالا ہے اور انھوں نے اس طرح ہمیں حالت رکوع و سجود میں قتل کیا ہے"۔

بعدازیں اُس نے کہا: ہم اسلام لا چکے ہیں، انھوں نے ہمیں قتل کیا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو بن سالم! اطمینان رکھو ہم تمھاری مدد کے لیے تیار ہیں۔

بدیل بن ورقاء خزاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ آیا اور اُس نے رسول اللہ ﷺ کو شب خون کا سارا واقعہ سنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اب ابوسفیان اس معاہدہ کی تجدید کے لیے ہمارے پاس آئے گا۔

بدیل بن ورقاء مدینہ سے واپس اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے، جب مقامِ عسفان میں پہنچے تو ان کی ابوسفیان سے ملاقات ہوگئی۔ اُس وقت معاہدہ کی تجدید کے لیے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ تھا۔ ابوسفیان نے جب بدیل کو دیکھا تو اُس نے اندازہ لگایا کہ یہ ضرور رسولؐ اللہ سے مل کر آ رہا ہے۔

جب ابوسفیان نے اُس سے پوچھا تو اُس نے کہا: وہ ساحلِ سمندر پر اپنی قوم کے افراد سے ملنے گیا تھا۔

ابوسفیان نے کہا: کیا تم محمد (ﷺ) کے پاس نہیں گئے تھے؟ اُس نے جواب دیا: نہیں۔

جب بدیل مکہ کی طرف روانہ ہوا تو ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر وہ مدینہ گیا ہے تو وہاں ضرور اس کی اُونٹنی

نے چھوہارے کی گٹھلی کھائی ہوگی۔ وہ اس کی ناقہ کی جگہ پر گیا اور اس کی مینگنی کو اُٹھا کر توڑا تو اس میں چھوہارے کی گٹھلی نظر آئی۔ ابوسفیان نے کہا: میں حلفاً کہتا ہوں کہ بدیل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے ہو کر آ رہا ہے۔

ابوسفیان مدینہ میں

ابوسفیان مدینہ آیا اور اپنی بیٹی اُم حبیبہ کے پاس پہنچا اور جناب اُم حبیبہ کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو اس خاتون نے بستر کو لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا: اے میری بیٹی! تم نے اس بستر کو میرے شایانِ شان نہ سمجھا، یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھا، بات کیا ہے؟

جناب اُم حبیبہ نے فرمایا: یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے اور تم ایک مشرک ہو، اور نجس ہو۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسولؐ کے بستر پر بیٹھو۔ اس لیے میں نے اُسے لپیٹ دیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اے بیٹی! تم مجھ سے دُور رہ رہی ہو اس لیے اب تم میں میرا احترام نہیں رہا۔

ابوسفیان وہاں سے اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلا آیا اور اپنا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھا لیکن آپؐ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پاس آیا۔ انھوں نے بھی اسے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس وقت ان کے پاس حضرت فاطمہؑ بھی تشریف فرما تھیں۔ حسنین شریفین جو بہت ہی کم سن تھے وہ بھی ان کے ساتھ تھے جو آپس میں کھیل رہے تھے۔

ابوسفیان نے آپؑ سے کہا: آپؑ کے ساتھ میرے تعلقات خوشگوار تھے اور قرابت میں آپؑ میرے قریبی عزیز ہیں۔ میں ایک حاجت کے ساتھ آپؑ کے پاس آیا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میں خالی ہاتھ واپس جاؤں۔ آپؑ رسولؐ اللہ کو سفارش کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوسفیان! رسولؐ اللہ جس کام کا ارادہ فرما چکے ہوں بخدا ہماری مجال نہیں کہ ہم ان کے سامنے کچھ کہہ سکیں۔

ابوسفیان حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے کہا: اے محمدؐ کی بیٹی! کیا آپؑ میرا یہ کام نہیں کر سکتیں کہ آپؑ اپنے اس بیٹے سے کہیں کہ وہ سب کے درمیان مجھے پناہ دے اور اس طرح ہمیشہ کے لیے عرب کے سیّد ہو جائیں؟

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: بخدا میرا یہ بچہ ابھی اس عمر کو نہیں پہنچا کہ وہ سب لوگوں میں تمھیں پناہ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

ابوسفیان نے حضرت امام علی علیہ السلام سے کہا: میں سخت مشکل میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ مجھے مشورہ دو کہ اب میں کیا کروں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میری سمجھ میں کوئی ایسی تدبیر نہیں جس سے تجھے چھٹکارا مل سکے۔ ہاں تم اپنی قوم کے سردار ہو، مجمع عام میں کھڑے ہو کر اپنے آپ کو سب کی حفاظت میں دے دو اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔

ابوسفیان نے کہا: کیا واقعی یہ بات میرے لیے مفید رہے گی؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے بھی تمھیں کوئی فائدہ نہ ہوگا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر ہے ہی نہیں۔ ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر سب کے سامنے کہا: اے لوگو! میں اپنے آپ کو سب کی پناہ میں دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے اُونٹ پر سوار ہو کر چل پڑا۔ جب وہ واپس مکہ پہنچا اور قریش سے ملا۔ اُنھوں نے اُس سے پوچھا: کیا کر آئے ہو؟ اُس نے جواب دیا: میں نے محمدؐ سے ملاقات کی اور اُن سے گفتگو کی۔ انھوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے ملا۔ انھوں نے بھی مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں حضرت علیؑ سے ملا، انھوں نے مجھے یہ تجویز دی ہے کہ میں مجمع عام میں کھڑے ہو کر کہوں کہ میں آپ سب کی پناہ میں ہوں۔ میں اُن کے سامنے گیا اور اس طرح میں نے کیا۔

قریش نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے قبول کیا ہے؟ اور تمھیں اجازت دی؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں! قریش نے کہا: پھر تو علیؑ نے تیرے ساتھ مذاق کیا ہے۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: اس کے علاوہ مجھ سے اور کچھ نہیں ہو سکا۔

رسولؐ اللہ مکہ کی طرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ اپنے گھر والوں سے کہا: وہ سامانِ سفر درست کریں۔ لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جب تک ہم مکہ پہنچ نہ جائیں قریش مکہ کو ہمارا پتہ نہ چلے۔ اس موقع پر حسان بن ثابت نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب و تشویق کے لیے اشعار پڑھے۔

حاطب بن بلتعہ کی جاسوسی

جب اِدھر رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیاری مکمل ہو گئی تو حاطب بن بلتعہ نے قریش کی طرف خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھاری طرف مقابلہ کے لیے آ رہے ہیں۔ اس نے خط ایک عورت کے حوالے کیا۔ یہ عورت قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتی تھی جس کا نام "سارہ" بتایا گیا ہے۔ اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا دیا تھا۔ یہ عورت مکہ کی طرف روانہ

ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی ہوئی کہ حاطب نے اس طرح ایک عورت کو خط دے دیا ہے اور وہ مکہ کی طرف روانہ ہے۔ آپ نے حضرت علیؑ اور حضرت زبیر بن عوام کو بلایا اور وحی کی خبر دی اور انھیں حکم دیا کہ جاؤ اس عورت کو پکڑ لو۔ یہ حضرات پوری تیزی کے ساتھ چلے اور اُسے راستے میں جالیا۔ اس کے کجاوے کی تلاشی لی مگر اُس سے کوئی چیز نہ نکلی۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: بخدا نہ ہمیں جھوٹ کہا گیا ہے اور نہ ہم جھوٹے ہیں۔ یا تو تو خط دے دے یا تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ اُس عورت نے وہ خط اپنے سر کے بالوں سے نکالا اور اِن حضرات کے حوالے کر دیا۔ خط لے کر واپس مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے حوالے کیا۔

آپ نے حاطب کو بلایا اور اُس سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟

اُس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میرے ایمان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے اہل وعیال وہاں ہیں، میں نے اُن کے لیے ایسا کیا ہے کہ وہاں کے لوگ میری وجہ سے ان سے اچھا سلوک کریں۔ رسولؐ اللہ نے اُسے معاف کر دیا۔

روانگی مکہ

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے، جب آپ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو رمضان المبارک کی دس تاریخ تھی اور آپ روزے سے تھے۔ دوسرے مسلمان بھی روزے سے تھے۔ مقامِ کدید پر جو عسفان اور امج کے درمیان ہے، آپ نے روزہ افطار کیا۔ پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے۔ آپ نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مرالظہران پر قیام فرمایا۔ بنوسلیم اور بنومزینہ بھی آپ کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ قریش کو رسول اللہ ﷺ کی آمد کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ انھیں کچھ معلوم نہ تھا کہ کیا ہورہا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔ لیکن جب رات ہوئی تو ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اس رات مکہ سے باہر نکلے کہ پتہ لگائیں کہیں رسولؐ اللہ ان کی طرف آ تو نہیں رہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب اثنائے راہ میں رسول اللہ ﷺ سے کسی مقام پر مل گئے تھے۔ اِدھر ابوسفیان الحارث، عبداللہ بن اُمیہ بن مغیرہ نے بھی آپ سے ملنے کے لیے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کی۔

جناب اُم سلمہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ کا چچازاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی اور خسر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے جو میرے ساتھ سلوک کیا، وہ خود جانتے ہیں۔ اس وقت اس ابوسفیان کے ساتھ اس کا کم سن بیٹا بھی تھا۔

اس نے کہا: بخدایا تو وہ مجھے اپنے پاس آنے دیں ورنہ میں اپنے بچے کو لے کر اس وسیع و عریض زمین میں غائب ہو جاتا ہوں۔ بھوک و پیاس سے اپنی جانوں کو ہلاک کر دیتا ہوں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا۔ آپؐ نے اُسے معاف کر دیا۔ اُس نے اپنی معذرت اشعار کی صورت میں پیش کی۔

رسولؐ اللہ نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: تو نے مجھے ہر جگہ ستایا اور میری بھرپور مخالفت کی تھی۔

حضرت عباس اور ابوسفیان کی ملاقات

جناب ابن عباسؓ کی روایت ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرالظہران پہنچے تو جناب عباس بن عبدالمطلب نے اپنے دل میں سوچا اب رسولؐ اللہ مدینہ سے چل چکے ہیں۔ اب قریش کی خیر نہیں۔ اگر آپؐ مکہ میں بزور شمشیر داخل ہوئے تو قریش ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو جائیں گے۔

جناب عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر سوار ہوئے اور کہا: میں "اراک" جاتا ہوں، شاید یہاں مجھے کوئی لکڑہار وغیرہ مل جائے اور میں اُسے کہوں کہ وہ قریش سے ملے اور اُنھیں کہے کہ وہ فلاں مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل لیں اور اُن سے امان حاصل کر لیں۔

جناب عباس کہتے ہیں: میں اس ارادے سے اِدھر اُدھر کسی کو تلاش کر رہا تھا کہ میں نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنی۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر لینے نکلے ہوئے تھے۔ میں نے اس وقت ابوسفیان کو کہتے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا:

بخدا میں نے آج تک آگ کے ایسے الاؤ جو دکھائی دے رہے ہیں، پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

بدیل نے کہا: یہ بنی خزاعہ کے الاؤ ہیں، جو لڑائی کے لیے روشن کیے گئے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا: بنوخزاعہ تو بخیل لوگ ہیں، وہ اتنے چولہے کہاں جلا سکتے ہیں۔

جناب عباس کہتے ہیں: میں نے ان کی آوازوں کو پہچان لیا تھا۔ اس وقت میں نے اُسے ابوحنظلہ کے نام کی آواز دی۔

اُس نے جواب میں کہا: ابوالفضل ہو؟

میں نے کہا: ہاں!

ابوسفیان نے کہا: خوب ہوا کہ ملاقات ہوگئی ہے۔

اُس نے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان کوئی نئی تازہ خبر ہے؟

میں نے کہا: سامنے جو آگ جل رہی ہے، یہ آگ رسول اللہ ﷺ کی فرودگاہ کی آگ ہے۔ ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ اُس نے تم پر چڑھائی کی ہے جس کی تم تاب نہیں لا سکتے۔ دس ہزار مسلمان اُن کے ساتھ ہیں۔

ابوسفیان اور حضرت عباسؓ

ابوسفیان نے کہا: اب تمھارا میرے لیے کیا مشورہ ہوسکتا ہے؟ جناب عباسؓ نے کہا: تم میرے پیچھے اس خچر پر بیٹھ جاؤ تاکہ میں رسول اللہ ﷺ سے تیرے لیے امان لے لوں۔ ابوسفیان حضرت عباس کے پیچھے سوار ہوگیا۔ ہم تیزی کے ساتھ اسلامی لشکر کے قریب آئے۔ جب ہم مسلمانوں کے کسی آگ کے الاؤ سے گزرتے تو وہ کہتے:

یہ رسولؐ اللہ کے چچا جان جا رہے ہیں۔ آخرکار ہم رسولؐ اللہ تک پہنچ گئے اور میں نے رسولؐ اللہ کو ابوسفیان کے لیے سفارش کی۔ آخر آپ میری بات مان گئے۔ اسی موقع پر ابوسفیان نے کلمۂ اسلام پڑھا۔

جناب عباس کہتے ہیں: میں آپؐ سے اُٹھ کر چلا آیا اور میں نے ابوسفیان کو اپنے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہرا لیا۔ اسلامی لشکر اس وقت گزر رہا تھا۔ ایک قبیلہ آتا تھا، وہ گزر جاتا تھا اور پیچھے دوسرا قبیلہ آ جاتا۔ ابوسفیان دیکھ رہا تھا اور میں اُسے بتا رہا تھا، یہ قبیلہ کون سا ہے اور وہ کون سا ہے؟

اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کی سواری نمودار ہوئی۔ ان کے اردگرد مہاجرین و انصار کی ایک جماعت تھی جو فولاد و آہن میں ڈوبے ہوئے تھے۔ صرف ان کی آنکھوں کے حلقے دکھائی دیتے تھے۔

ابوسفیان نے مجھ سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان نے کہا: اے ابوالفضل! بخدا اب تو تمھارے بھتیجے کی طاقت اور شان و شوکت بڑھ گئی ہے۔ میں نے کہا: یہ کوئی دنیاوی حکومت نہیں یہ نبوت ہے۔ میں نے ابوسفیان سے کہا: اب تم اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ اور انھیں خبردار کرو کہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف آرہے ہیں۔

ابوسفیان تیزی کے ساتھ مکہ پہنچا اور اُس نے مسجد میں چلا کر کہا: اے قریش! آگاہ ہو جاؤ محمد (ﷺ) ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ تمھاری طرف آرہے ہیں۔ تم میں تابِ مقاومت نہیں کہ اس کا مقابلہ کرسکو۔

قریش نے کہا: اب کیا کرنا چاہیے؟ ابوسفیان نے کہا: جو میرے گھر آجائے گا، وہ محفوظ ہوگا۔ قریش نے کہا: تیرے

گھر میں اتنے آدمی کیسے آسکتے ہیں۔ اس نے کہا: تو پھر جو مسجد میں آجائے تو وہ بھی محفوظ ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ بھی مامون ہے۔

جب ابوسفیان اور اُس کے ساتھی مکہ جانے لگے تو اُس وقت آپؐ نے زبیر کو روانہ کیا اور اپنا علم دیا اور انھیں مہاجرین وانصار کے رسالہ کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا: اس علم کو مکہ کے بالائی حصہ حجونؔ پر نصب کردیا جائے۔ آپؐ نے انھیں یہ بھی فرمایا: جہاں میں نے تمھیں علم نصب کرنے کا حکم دیا ہے جب تک میں تمھارے پاس خود نہ آجاؤں تم نے وہاں سے نہیں ہٹنا اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ اس طرح آپؐ نے خالد بن ولید کو قضاعہ اور بنی سلیم اور دوسرے ان مسلمانوں کا جو تھوڑا عرصہ پہلے اسلام لائے تھے امیر مقرر کردیا تھا اور انھیں مکہ کے زیریں حصے سے مکہ میں داخل ہونے کی ہدایت فرمائی۔ اس سمت بنوبکر تھے، جن کو قریش نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا اور بنوحارث بن عبد مناۃ وہاں موجود تھے۔ خالد مکہ کے زیریں طرف سے مکہ کی طرف بڑھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد اور زبیر دونوں کو ہدایت کردی تھی۔ جس وقت لوگ تم سے نہ لڑیں تم کسی سے نہ لڑنا مگر جب خالد نے بنوبکر وغیرہ کو دیکھا تو اُن کا اُس نے قتال شروع کردیا۔ فتح مکہ کے موقع پر صرف یہی خونریزی ہوئی۔ اس کے علاوہ کوئی اور لڑائی نہیں ہوئی۔

اس کے علاوہ ایک اور واقعہ ہوا کہ دو مسلمانوں کو راستے میں اس وقت شہید کردیا گیا جب وہ اس راستے سے نہ آئے تھے، جس راستے سے رسولؐ اللہ نے زبیر کو کہا تھا۔ اس طرح یہ قریش کے ایک دستہ فوج کے مقابل میں آگئے تھے۔ ان دونوں کو شہید کردیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کرز بن جابر اور دوسرے ابن الاشعث تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو مکہ والے آپؐ کے حضور حاضر ہوئے۔ انھوں نے آپؐ کی بیعت کی اور اسلام لے آئے۔

اس کے علاوہ ایک اور روایت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجون پر آئے تو وہاں غسل فرمایا، جنگی لباس زیب تن کیا اور اسلحہ لگایا اور اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ سورۂ فتح کی قرأت کرتے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور آواز تکبیر بلند کی۔ لشکرِ اسلام نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا تو اس سے سارے جبل و دشت گونج اُٹھے۔ اس وقت آپ کعبہ میں پہنچ گئے اور اپنی سواری سے اُترے اور بتوں کو توڑنے کے لیے خانہ کعبہ کے قریب آئے۔ آپؐ بتوں کو یکے بعد دیگرے سرنگوں کرتے جارہے تھے اور فرماتے جارہے تھے:

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً "حق آگیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل ہے ہی مٹنے والا"۔

کچھ بڑے بڑے بت کعبہ کے اُوپر نصب تھے۔ آپؐ نے امام علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کے مبارک کندھوں پر سوار ہو کر اُوپر چڑھ جائیں اور ان بتوں کو زمین پر گرا کر توڑ ڈالیں۔ امام علی علیہ السلام نے آپؐ کے حکم کی اطاعت کی۔ اس کے بعد آپؐ نے خانہ کعبہ کی کلید لی اور دروازہ کھولا اور انبیاءؑ کی اُن تصویروں کو جو خانہ کعبہ کے اندر دیواروں پر بنی ہوئی تھیں اُنھیں صاف کرا دیا۔

اس عظیم الشان قربانی کے موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ میں ہاتھ ڈالا اور وہاں پر موجود اہلِ مکہ کی طرف رُخِ انور کیا اور فرمایا:

اب بتلاؤ تم کیا کہو گے اور تمھارا کیا خیال ہے؟ کہ میں تمھارے بارے میں کیا حکم دوں گا؟ انھوں نے آپؐ کے حضور عرض کیا:

ہم آپؐ سے نیکی اور بھلائی کے سوا کسی اور چیز کی توقع نہیں رکھتے۔ آپؐ ہمارے بزرگوار بھائی اور ہمارے بزرگوار بھائی کے بیٹے ہو۔ آج آپؐ کو حکومت مل گئی ہے، ہمیں معاف کر دیجیے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور مکہ کے لوگ بھی بلند آواز سے رونے لگے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں تمھارے بارے میں وہی بات کہتا ہوں، جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہی تھی کہ آج تمھارے اُوپر کسی قسم کی کوئی سرزنش اور ملامت نہیں ہے۔ خدا تمھیں بخش دے گا، وہ ارحم الراحمین ہے۔ اس طرح آپؐ نے اُن سب کو معاف کر دیا کہ اب تم سب آزاد ہو، جہاں چاہو جا سکتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے چھے آدمیوں کو معاف نہیں کیا تھا کیونکہ یہ سب لوگ خطرناک اور گستاخ تھے۔ جب سعد بن عبادہ نے انتقام کا نعرہ بلند کیا: الیوم یوم الملحمة، "آج انتقام کا دن ہے" تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: جلدی سے جا کر اس سے علَم لے لو اور اس سے علَم لے کر یہ نعرہ لگاؤ: الیوم یوم المرحمة، "آج رحمت و بخشش کا دن ہے"۔

بعض روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ آپؐ نے بیت اللہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا:

لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ وحدہٗ، انجز وعدہ ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ، الا ان کل مال او مأثرة او دم قدعی فھو تحت قدمی ھاتین

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا و یگانہ ہے۔ اُس نے اپنے وعدہ کو پورا فرما دیا اور اپنے بندہ کی نصرت فرمائی۔ اُس نے اکیلے ہی تمام گروہوں کو شکست دی۔ جان لو کہ ہر مال، ہر امتیاز اور ہر وہ خون جس کا تعلق ماضی اور زمانہ جاہلیت سے ہے، سب کے سب میرے ان قدموں کے نیچے ہیں، وہ اموال جو لوٹے گئے تھے اور اس طرح تمام گذشتہ انتقامی محاسبے بند ہو گئے ہیں"۔

تفسیر آیات

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ، اے محمدؐ! جب اللہ کی نصرت آپؐ کے دشمنوں کے خلاف آپ کے پاس آگئی اور آپؐ کے دشمن، یہ قریش ہیں۔

وَ الْفَتْحُ ۝، فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور اس میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو فتح مکہ کی بشارت دی۔

وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝

"اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں"۔

یعنی گروہ در گروہ، جماعت در جماعت، دین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور وہ دین خداوندی کے احکام کو اپنے اُوپر نافذ کر رہے ہیں۔

'دین اللہ' سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ۚ

"پس اپنے پروردگار کے حمد کی تسبیح کرو اور اس سے بخشش طلب کرو"۔

اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا کہ اپنے اُمور کو ہر قسم کے نقائص سے پاک و پاکیزہ کریں۔ اگر ان میں کوئی کمی ہے تو دُور کریں کیونکہ اللہ نے اپنی نصرت اور فتح عنایت کر دی ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اب نعمت کا تقاضا ہے کہ منعم کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی تعظیم کی جائے اور اُس کے اوامر کی تعمیل کی جائے اور معاصی سے دُوری اختیار کی جائے۔

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

"کیونکہ وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے"۔

سُوۡرَةُ اللَّهَبِ

سورة اللهب مكّية آياتها ٥ و ركوعاتها ١

"سورۂ اللہب مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پانچ آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۂ لہب کے مضامین

اس سورہ میں دشمن خدا اور دشمن رسولؐ پر عتاب کا ذکر ہے، جو رشتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا تھا لیکن آپؐ کا بدترین دشمن تھا۔ اس کی بیوی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتی تھی اور آپؐ کو اذیتیں دیتی تھی۔ اُسے اُس کے بُرے انجام کی خبر دی گئی ہے۔

سورۂ لہب کی تلاوت کا ثواب

فضائل الاعمال میں ہے حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: جب بھی سورۂ لہب کی تلاوت کرو تو ابولہب کے خلاف بددعا کرو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے لائے ہوئے دین کو جھٹلاتا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اُسے ابولہب کے ساتھ جہنم میں نہیں رکھے گا۔

خواص القرآن میں روایت ہے کہ اگر پیٹ میں تکلیف ہو تو اس سورہ کے پڑھنے سے تکلیف دُور ہو جاتی ہے۔ اگر سوتے وقت اسے پڑھ لیا جائے تو امن کا باعث ہے۔

ooo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ؕ﴿۱﴾ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ ؕ﴿۲﴾ سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ۚۖ﴿۳﴾ وَّ امۡرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ٪﴿۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود تباہ ہو جائے۔ نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کے کمائے ہوئے مال نے اس کا ساتھ دیا۔ وہ عنقریب بھڑکتی آگ سے جلے گا اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے اور اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسّی ہے"۔

شانِ نزول

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس وقت آیہ وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوئی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں کو اِنذار کرنے اور اسلام کی دعوت دینے پر مامور ہوئے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہِ صفا پر آئے اور یہاں آواز دی: یاصباحاہ۔ (یہ آواز اس کلمہ کی اس وقت عرب لگاتے تھے، جب ان پر دشمن کی طرف سے غفلت کی وجہ سے حملہ ہو جاتا تھا، تاکہ اس سے سب کو باخبر کردیں اور وہ مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جائیں)۔

مکہ کے لوگوں نے جب اس آواز کو سنا تو انھوں نے کہا: یہ آواز کون دے رہا ہے؟ انھیں کہا گیا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

کچھ لوگ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے قبائل عرب کو ان کے نام کے ساتھ پکارا۔ آپؐ کی آواز پر سب جمع ہو گئے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر میں تمھیں خبر دوں کہ دشمن کے سوار اس پہاڑ کے پیچھے موجود ہیں اور تم پر حملہ کرنے والے ہیں، کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟

انھوں نے آپؐ کو جواب دیا: ہم نے آپؐ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا، آپؐ نے فرمایا: میں تمھیں خدا کے شدید عذاب سے ڈراتا ہوں۔ جب ابولہب نے یہ بات سنی تو اُس نے کہا: تبالك اما جمعتنا الا لھذا ''تو ہلاک ہو جائے کیا تو نے ہمیں صرف اس بات کے لیے جمع کیا ہے؟ اس موقع پر یہ سورہ نازل ہوا۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب ابولہب کی بیوی اُم جمیل نے یہ خبر سنی کہ یہ سورہ اس کے اور اس کے شوہر کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور وہ کہہ رہی تھی کہ میں نے سنا ہے کہ محمد ﷺ نے اس کی ہجو کی ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھے مل گیا تو میں یہ پتھر اس کے منہ پر ماروں گی۔ جب وہ رسولؐ اللہ کے پاس آئی تو وہ آپ کو دیکھ نہ سکی۔

اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے بارے میں فرمایا: اس کا مال و دولت اس کے کسی کام نہ آیا اور نہ اُسے وہ عذابِ الٰہی سے بچائے گا (مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ؕ﴿۲﴾ ''نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کے کمائے ہوئے مال نے اس کا ساتھ دیا'')۔ بعد والی آیت میں ہے کہ وہ بہت جلد آگ میں داخل ہوگا جس کے شعلے بھڑکنے والے ہیں (سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ﴿۳﴾ ''وہ عنقریب بھڑکتی آگ سے جھلسے گا'')۔

اس کی بیوی اُم جمیل جو ابوسفیان کی بہن تھی اس کا انجام بھی بھیانک ہے۔ اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا: وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۠﴿۵﴾ ''اس کی بیوی جو ایندھن اُٹھانے والی ہے اور اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسّی ہے''۔

نہج البلاغہ میں ایک مکتوب موجود ہے، جو جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے معاویہ کے جواب میں لکھا تھا کہ سیدہ نساء العالمین ہم سے ہے، حَمَّالَةَ الْحَطَبِ تم میں سے ہے۔

تفسیر آیات

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ﴿۱﴾

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں''۔

تبت یدا، تب اور تباب کا معنی ہے: خسران۔ جو ہلاکت تک پہنچا دے اور یہاں اس سے مراد ہلاکت لی گئی ہے۔ یا تو یہ ''انشاء'' اور بددُعا کے معنی میں ہے اور یا یہ خبر ہے، یعنی اس کے ہاتھ بھی تباہ ہو جائیں اور خود بھی تباہ ہو جائے اور آخر وہ تباہ ہوا اور جہنم کا ایندھن بنا۔ ہاتھوں کا نام اس لیے لیا گیا کہ انسان عمل ہاتھ سے کرتا ہے۔

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا چونکہ وہ بہت حسین وخوبصورت تھا اور اُس کے رخسارے آگ کے شعلوں کی طرح سرخ تھے اس لیے اس کی کنیت ابولہب ہوگئی۔

حضور ﷺ کا چچا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ وَّامْرَاَتُهٗ، یعنی اس کی زوجہ اس کے کفروشرک میں برابر کی شریک تھی۔ مَّسَدٍ، لیف خرما کے رسّے کو کہا جاتا ہے۔ یہ الفاظ اس کی توہین وتذلیل کے لیے کہے گئے ہیں، یعنی قیامت کے دن اس کی گردن میں رسیاں ہوں گی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جہنم کی خاردار آتشی زنجیریں اس کی گردن میں ہوں گی۔

ابولہب کا انجام

روایات میں آیا ہے کہ جنگِ بدر کی سخت شکست کے بعد ابولہب جو خود جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا، ابوسفیان کے پاس آیا اور اُس سے جنگ کی داستان سنی۔ ابوسفیان نے اپنے لشکر کی شکست کی داستان اُسے سنائی۔ اُس نے کہا: خدا کی قسم! ہم نے اس جنگ میں آسمان وزمین کے درمیان ایسے سوار دیکھے ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی نصرت کے لیے آئے تھے۔ اس موقع پر "عباس" کے ایک غلام ابورافع نے کہا: میں وہاں بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور کہا: وہ آسمانی فرشتے تھے۔

یہ سن کر ابولہب بھڑک اُٹھا اور اُس نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر دے مارا اور مجھے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور مجھے بُری طرح سے پیٹنے لگا۔ وہاں عباس کی بیوی اُم الفضل بھی موجود تھی۔ اُس نے ایک چھڑی اُٹھائی اور ابولہب کے سر پر دے ماری اور کہا: کیا تو نے اس کمزور کو اکیلا سمجھ رکھا ہے؟

ابولہب کا سر پھٹ گیا اور اُس سے خون بہنے لگا۔ سات دن کے بعد اس کے بدن میں بدبو پیدا ہوگئی اور اس کی جلد میں طاعون کی شکل کے دانے نکل آئے اور وہ اس بیماری سے واصلِ جہنم ہوگیا۔

اُس کے بدن سے اتنی بدبو آرہی تھی کہ لوگ اس کے قریب نہیں جاسکتے تھے۔ وہ اُسے مکہ سے باہر لے گئے اور دُور سے اُس پر پانی ڈالا اور اُس کے بعد اس کے اُوپر پتھر پھینکے یہاں تک کہ اُس کا بدن پتھروں اور مٹی میں دب گیا۔

اس کی بیوی اُم جمیل، قیامت کے دن بہت سے لوگوں کے گناہوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوگی۔

"جید" بروزن "وید" گردن کے معنی میں ہے اور اس کی جمع "اجیاد" ہے۔ بعض اہلِ لغت کا کہنا ہے کہ "جید" و "عنق" اور "رقبہ" تینوں کا معنی ایک ہے۔

سُورَةُ الإِخْلاَص

سورۃ الاخلاص مکیۃ آیاتھا ۴ و رکوعاتھا ۱

''سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چار آیات اور ایک رکوع ہے''۔

سورۂ اخلاص کے مضامین

اس مختصر سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور یکتائی کا پیام دیا ہے کہ وہ ذات اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اس کی مخلوق کو اس کی ضرورت ہے۔

اس سورہ کی تلاوت کا ثواب

کتاب ثواب الاعمال میں ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جس نے ایک دن کی نمازیں پڑھیں اور کسی نماز میں سورۂ توحید نہ پڑھی تو اُسے ندا دی جاتی ہے: اے اللہ کے بندے! تو نمازیوں میں سے نہیں ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جس نے سورۂ توحید کو پڑھا لیا ہے، جیسے اُس نے قرآن مجید کی ایک تہائی کی تلاوت کی ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تعداد میں سے ہر ایک کے برابر دس نیکیاں عطا کرے گا جو اللہ، اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جنگ بدر کی رات، میں نے خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور ان سے کہا: مجھے کوئی چیز بتائیں، جس کی مدد سے میں دشمنوں پر کامیاب ہو جاؤں۔ انھوں نے مجھ سے کہا: آپ ورد کریں: یامن لا ھُو الا ھو۔

جب صبح ہوئی میں نے اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا تو آپ نے فرمایا: اے علیؑ! آپ کو اسم اعظم کی تعلیم دی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: بدر کے دن یہ ورد میری زبان پر رہا۔

راوی کہتا ہے: جب امیر المومنین سورۂ توحید پڑھتے اور اس سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

یاھو یا من لا ھو الا ھو اغفرلی وانصرنی علی القوم الکافرین

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ پر نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے فرمایا:

ستر ہزار فرشتوں نے جن میں جبرئیل امینؑ بھی تھے، نے اس کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے جبرئیلؑ سے اس شرکت کی وجہ پوچھی کہ وہ کس بنا پر ملائکہ کی نماز پڑھنے کا مستحق ہوا ہے۔

جبرئیلؑ نے کہا: سعد اُٹھتے بیٹھتے، پیدل چلتے یا سوار ہوتے اور چلتے پھرتے سورۂ توحید کا ورد کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جس نے سورۂ توحید پڑھی گویا اُس نے ایک تہائی قرآن ایک تہائی تورات اور ایک تہائی انجیل اور ایک تہائی زبور کی تلاوت کی۔

حضرت امیرالمومنین امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب کوئی آدمی اپنے بستر پر جائے اور سورۂ توحید کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس کی حفاظت کے لیے بھیج دیتا ہے، جو رات بھر اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو آدمی قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورۂ توحید پڑھے تو ایسے آدمی کو ان مُردوں کی تعداد کے مقابل ثواب ملتا ہے۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں حدیث ہے، امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص چاہتا ہے کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو اور وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو اور اس طرح ہو، جس طرح خالص سونا ہوتا ہے اور اُس سے قیامت کے دن کسی مظلمہ کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے تو اُسے چاہیے کہ پنجگانہ نماز کے بعد بارہ مرتبہ سورۂ توحید پڑھے اور اپنے ہاتھوں کو کھول کر دعا مانگے۔

اللھم انی اسئلک باسمک المکنون المخزون الطھر الطاھر المبارک واسئلک باسمک العظیم وسلطانک القدیم ان تصلی علٰی محمد وآلِ محمد یاواھب العطایا یامطلق الاساری یافکاک الرقاب من النار اسئلک ان تصلی علٰی محمد وآل محمد وان تعتق رقبتی من النار وان تخرجنی من الدنیا اسنا وان تدخلنی الجنۃ سالما وان تجعل دعائی اولہ فلاحا واوسطہ نجاحا وآخرہ صلاحا انک انت علام الغیوب

”اے میرے اللہ! میں تیرے مخفی و پوشیدہ، پاک و پاکیزہ اور بابرکت اسم شریف کے ذریعے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں۔ اور میں تیری عظمت والے نام کے ساتھ اور تیری ازلی و ابدی حکومت

کے ذریعے دعا مانگتا ہوں کہ تو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیج۔ اے اپنی رحمت سے سائلین کو عطا کرنے والے! اے اسیروں کو اسیری سے نجات دلانے والے! اے جہنم سے آزادی دلانے والے! تو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود و سلام بھیج اور مجھے جہنم سے نجات عطا فرما۔ تو مجھے جب اس دنیا سے رخصت کرے تو امن وامان سے رخصت کرنا اور جب تو مجھے جنت میں داخل کرنا تو سلامتی کے ساتھ داخل کرنا۔ میری دعا کے اوّل میں فلاح، میرا مقدر بنا اور اس کے وسط میں کامیابی اور اس کے آخری میں بہتری بنا دے، تو ہی غیب کا جاننے والا ہے"۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ دعا مخفی خزانوں میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مجھے یہ دعا تعلیم کی تو مجھے حکم دیا کہ میں حسنین شریفین کو اس کی تعلیم کروں۔

مصباح کفعمی میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حالتِ نماز میں تھے تو بچھو نے آپؐ کو کاٹ لیا تھا۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: اللہ بچھو پر لعنت کرے، یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی اور کو۔ آپؐ نے اپنا مبارک جوتا اُٹھایا اور اپنے جوتے سے اسے مار ڈالا۔ پھر آپؐ نے پانی اور نمک طلب کیا اور ان کو آپس میں ملا کر متاثرہ جگہ پر رکھا یا مَس کیا اور سورۂ توحید اور معوذتین کی تلاوت کی۔

طب الائمہ میں روایت ہے، ابوبصیرؓ نے کہا: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حضور شکایت کی کہ رات میری داڑھ میں درد پیدا ہوا جس نے مجھے رات بھر سونے نہیں دیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوبصیرؓ! جب کبھی تیرے دانت یا داڑھ میں درد پیدا ہو تو اس پر اپنا ہاتھ رکھ اور سورۂ حمد، سورۂ توحید پڑھ، پھر پڑھ: وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (سورۂ نمل:۸۸) ("اور آپ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ ایک جگہ ساکن ہیں، جب کہ اس وقت یہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ سب اللہ کی صنعت ہے، جس نے ہر چیز کو پختگی سے بنایا ہے، وہ تمہارے اعمال سے یقیناً خوب باخبر ہے") جب تو ایسا کرے گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔

سھل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اپنے فقر و فاقہ و مشکلات کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا: جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، تو سلام کر۔ بعدازیں ایک مرتبہ سورۂ توحید کی تلاوت کر۔ اس آدمی نے جب ایسا کام کیا، اللہ تعالیٰ نے اُسے مالا مال کر دیا۔ اس کے ہمسایوں کو بھی

مالا مال کر دیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے لوگوں نے سورۂ توحید کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں ایسی اقوام آئیں گی، جو مسائل میں تعمق اور غور و فکر کرنے والی ہوں گی۔ اس لیے اُس ذات نے اپنی معرفت کے لیے سورۂ توحید اور سورۂ حدید کی ابتدائی آیات علیم بذات الصدور تک نازل فرمائیں، جو شخص اس سے زیادہ کو طلب کرے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔

احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ ابن صوریا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: آپؐ مجھے اپنے رب کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ تو اس وقت سورۂ توحید نازل ہوئی۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے سنائی تو اُس نے کہا: اے محمدؐ! تیرا خدا اس طرح ہے، جس طرح آپؐ نے فرمایا ہے۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٪﴿۴﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

''کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور کوئی بھی اس کا مدمقابل نہیں ہے''۔

تفسیر آیات

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾

''کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے''۔

ایک حدیث میں جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

اللہ کا معنیٰ ایک ایسا معبود ہے جس میں مخلوق حیران ہے اور وہ اس سے عشق رکھتی ہے۔ اللہ وہی ذات ہے، جو آنکھوں کے ادراک سے پوشیدہ اور مخلوق کے افکار وعقول سے بھی مستور ہے۔

ایک حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''احد'' یگانہ فرد کو کہا جاتا ہے۔ احد اور واحد کا مفہوم ایک ہے اور وہ ایک ایسی منفرد ذات ہے، جس کا کوئی مثل ونظیر نہیں۔ توحید اس کی یگانگت، وحدت اور انفرادیت کا اقرار ہے۔

اسی حدیث کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے:

''واحد'' عدد نہیں ہے بلکہ واحد اعداد کی بنیاد ہے۔ عدد کا آغاز دو سے ہوتا ہے۔ اس بنا پر اللہ احد ہے۔ یعنی وہ معبود جس کی ذات کے ادراک سے انسان عاجز ہیں اور جس کی کیفیت کا احاطہ کرنے سے وہ عاجز ہیں، کا معنی یہ ہے کہ وہ

جلد نہم

نے خود "صمد" کی تفسیر بیان فرمائی ہے:

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

"نہ اُسے کسی نے جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس کی مانند کوئی ہے"۔

نہ اس کی کوئی مثل ہے اور نہ نظیر ہے۔ ہاں خداوند تعالیٰ صمد ہے۔ وہ کسی چیز سے وجود میں نہیں آیا اور نہ ہی وہ کسی چیز کے اندر موجود ہے اور نہ کسی چیز کے اُوپر قرار پایا ہے۔ وہ تمام چیزوں کا خالق ہے۔ تمام اشیاء کو اُس نے اپنی قدرت سے وجود دیا جن چیزوں کو اُس نے فنا کے لیے پیدا کیا ہے وہ اس کے ارادہ سے متلاشی ہو جائیں گی اور جسے بقا کے لیے پیدا کیا ہے، وہ اس کے علم سے باقی رہے گی۔ یہ ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۳﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٪﴿۴﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

''کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور کوئی بھی اس کا مدمقابل نہیں ہے''۔

تفسیر آیات

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾

''کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے''۔

ایک حدیث میں جناب امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا:

اللہ کا معنیٰ ایک ایسا معبود ہے جس میں مخلوق حیران ہے اور وہ اس سے عشق رکھتی ہے۔ اللہ وہی ذات ہے، جو آنکھوں کے ادراک سے پوشیدہ اور مخلوق کے افکار وعقول سے بھی مستور ہے۔

ایک حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''احد'' یگانہ فرد کو کہا جاتا ہے۔ احد اور واحد کا مفہوم ایک ہے اور وہ ایک ایسی منفرد ذات ہے، جس کا کوئی مثل ونظیر نہیں۔ توحید اس کی یگانگت، وحدت اور انفرادیت کا اقرار ہے۔

اسی حدیث کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے:

''واحد'' عدد نہیں ہے بلکہ واحد اعداد کی بنیاد ہے۔ عدد کا آغاز دو سے ہوتا ہے۔ اس بنا پر اللہ احد ہے۔ یعنی وہ معبود جس کی ذات کے ادراک سے انسان عاجز ہیں اور جس کی کیفیت کا احاطہ کرنے سے وہ عاجز ہیں، کا معنی یہ ہے کہ وہ

اُلوہیت میں فرد ہے اور مخلوقات کی صفات سے برتر ہے۔

توحید صدوق میں روایت ہے کہ جنگِ جمل میں ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ خدا واحد ہے تو واحد کا معنٰی کیا ہے؟

لوگوں نے اس پر ہر طرف سے حملہ کر دیا اور کہنے لگے: اے اعرابی! یہ کوئی سوال ہے کیا تو دیکھ نہیں رہا ہے کہ امیرالمومنینؑ جنگ کے مسائل کے حل میں معروف ہیں۔ یہ ایسے سوالات کا مقام نہیں ہے۔

لیکن جناب امیرالمومنین امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے کیونکہ جو کچھ وہ چاہتا ہے، وہ چیز ہم اپنے دشمن سے چاہتے ہیں۔ وہ توحید کے بارے میں پوچھ رہا ہے، ہم بھی اپنے مخالفین کو کلمۂ توحید کی دعوت دے رہے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: اے اعرابی! جو یہ کہتے ہیں کہ خدا واحد ہے تو اس کے چار معنی ہو سکتے ہیں: جن میں سے دو معانی خدا کے لیے صحیح نہیں ہیں، اور اس کے دو معانی صحیح ہیں۔

ان میں سے جو صحیح نہیں ہیں، ان میں سے ایک وحدت عددی ہے۔ یہ خدا کے لیے جائز نہیں ہے، یعنی ہم یہ کہیں کہ وہ ایک ہے، دو نہیں ہیں۔ کیونکہ اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے لیے دوسرے کا تصور ہو سکتا ہے لیکن وہ موجود نہیں ہے حالانکہ یہ بات مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی ذات کے لیے دوسرے کا تصور ناممکن ہے کیونکہ جس کا کوئی ثانی ہی نہیں ہے وہ اعداد کے باب میں داخل نہیں ہوتا۔ کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ خدا نے ان لوگوں کی جنھوں نے یہ کہا تھا: ان اللہ ثالث ثلثة، ''خدا تین میں سے تیسرا ہے'' کی تکفیر کی ہے۔

واحد کا دوسرا معنٰی جو خدا کے لیے صحیح نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ وہ واحد نوعی کے معنٰی میں ہو، مثلاً ہم یہ کہیں کہ فلاں آدمی لوگوں میں سے ایک ہے، یہ بھی خدا کے لیے درست نہیں ہے کیونکہ اللہ کی کوئی جنس اور نوع نہیں ہے۔ اس بات کا مفہوم تشبیہ ہے اور خدا ہر قسم کی تشبیہ اور نظیر سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اب رہے وہ دو مفہوم جو خدا کے بارے میں صحیح ہیں، ان میں سے پہلا یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ خدا واحد ہے، یعنی کائنات میں اس کی کوئی شبیہ نہیں ہے۔ ہاں ہمارا پروردگار ایسا ہی ہے۔ دوسرے یہ کہ کہا جائے کہ ہمارا پروردگار احد المعنٰی ہے، یعنی اس کی ذات ناقابلِ تقسیم ہے۔ نہ تو خارج میں، نہ عقل میں اور نہ ہی وہم میں، ہاں خدائے بزرگ ایسا ہی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ خدا واحد و اَحد ہے، وہ یکتا و یگانہ ہے۔ وہ واحد عددی یا نوعی یا جنسی کے معنٰی میں نہیں ہے بلکہ

وحدت ذاتی کے معنیٰ میں ہے، اس کا کوئی مثل ونظیر نہیں ہے۔

شانِ صمدیت

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ "اللہ بے نیاز ہے"۔

ایک حدیث میں ہے جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے "صمد" کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا:

صمد کی تاویل یہ ہے کہ وہ نہ اسم ہے اور نہ جسم ہے۔ نہ اس کا کوئی مثل ہے، نہ نظیر ہے، نہ صورت ہے، نہ تمثال ہے، نہ حد ہے، نہ حدود ہے۔ نہ محل ہے نہ مکان ہے، نہ حال ہے نہ یہ ہے، نہ یہاں ہے، نہ وہاں ہے، نہ پُر ہے، نہ خالی ہے، نہ کھڑا ہے، نہ بیٹھا ہے۔ نہ ساکن ہے، نہ متحرک ہے، نہ ظلماتی ہے نہ نورانی ہے، نہ نفسانی ہے۔ باوجود اس کے کہ اس سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور کسی مکان میں نہ اس کی گنجائش ہے۔ وہ نہ رنگ رکھتا ہے نہ انسان کے دل میں سما سکتا ہے۔ نہ ہی اس کی کوئی بو ہے۔ یہ تمام صفات اس کی ذات والاصفات سے دُور ہیں اور بہت دُور ہیں۔

جب امام زین العابدین علیہ السلام سے "صمد" کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا:

"صمد" اس ذات کا نام ہے، جس کا کوئی شریک نہ ہو۔ کسی چیز کی حفاظت کرنا، اس کے لیے مشکل نہ ہو اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہتی۔

ایک اور مقام پر آپؑ نے فرمایا: صمد وہ ذات ہے، جب وہ ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے: کن، ہو جا، فیکون تو وہ شے ہو جاتی ہے۔ صمد کا معنیٰ ہے جو اشیاء کو ایجاد کرے۔ پس اُس نے اضداد اشیاء کو تخلیق کیا اور مختلف اشکال کو تشکیل دیا۔ اشیاء کو جوڑوں کی شکل میں بنایا۔ وہ اپنی وحدانیت میں بے مثل و بے مثال ہے۔ نہ اس کی کوئی ضد ہے، نہ اس کی کوئی مثل ہے اور نہ کوئی اس کا کوئی ہم سر ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، اہل بصرہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھا، جس میں صمد کی تفسیر کے بارے میں لکھا۔ آپؑ نے اُن کے جواب میں یہ لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... امابعد!

قرآن مجید پر جب تک تمھیں عبور حاصل نہ ہو، اس وقت اس میں بحث وگفتگو مت کرو کیونکہ میں نے اپنے نانا بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا: جو شخص علم کے بغیر بات کرے گا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے خود "صمد" کی تفسیر بیان فرمائی ہے:

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

"نہ اُسے کسی نے جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس کی مانند کوئی ہے"۔

نہ اس کی کوئی مثل ہے اور نہ نظیر ہے۔ ہاں خداوند تعالیٰ صمد ہے۔ وہ کسی چیز سے وجود میں نہیں آیا اور نہ ہی وہ کسی چیز کے اندر موجود ہے اور نہ کسی چیز کے اُوپر قرار پایا ہے۔ وہ تمام چیزوں کا خالق ہے۔ تمام اشیاء کو اُس نے اپنی قدرت سے وجود دیا جن چیزوں کو اُس نے فنا کے لیے پیدا کیا ہے وہ اس کے ارادہ سے متلاشی ہو جائیں گی اور جسے بقا کے لیے پیدا کیا ہے، وہ اس کے علم سے باقی رہے گی۔ یہ ہے اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝

سُورَةُ الْفَلَقِ

سورۃ الفلق مکیۃ آیاتها ۵ ورکوعاتها ۱

"سورۂ فلق مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی پانچ آیات اور ایک رکوع ہے"۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے مضامین

ان دونوں سورتوں میں انسان کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی امان میں دے دے۔ جب بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی امان میں دے دیتا ہے تو وہ اس ذات کی پناہ میں آجاتا ہے جو پوری کائنات کی خالق اور مالک ہے۔

سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی تلاوت کا ثواب

کتاب فضائل اعمال میں ہے: جو شخص اپنی نماز وتر میں سورۂ فلق اور سورۂ ناس اور سورۂ توحید کی تلاوت کرتا ہے تو اُس سے کہا جاتا ہے: اے عبد خدا! اللہ نے تیری نماز وتر قبول کرلی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص سورۂ فلق و ناس کی تلاوت کرے گا تو گویا اُس نے تمام آسمانی کتابوں کو پڑھا ہے، جو اللہ نے انبیاء پر نازل فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے، جس میں آپؐ نے فرمایا: ان جیسی آیات مجھ پر پہلی بار نازل ہوئی ہیں، یعنی المعوذتان۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ایسی دو سورتوں کی تعلیم دوں، جو قرآن کی سورتوں میں سب سے زیادہ افضل و برتر ہیں؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؐ نے اُسے معوذتین کی تعلیم دی۔ اس کے بعد آپ نے ان دونوں کی نماز صبح میں قرأت کی اور اُس سے فرمایا: جب تو بیدار ہو یا سونے لگو تو ان کو پڑھ لیا کرو۔

○○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٪﴿۵﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن ورحیم ہے

"(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں، ہر اُس چیز کے شر سے، جو اُس نے خلق فرمائی ہے اور رات کی تاریکی کے شر سے، جب وہ چھا جائے اور اُن کے شر سے، جو گرہوں پر پھونکے مارتی ہیں اور حاسد کے شر سے، جب وہ حسد کرے"۔

تفسیر آیات

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾

"(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں"۔

روایات میں آیا ہے: "سجین" جہنم کے ایک کھلے ہوئے کنوئیں کا نام ہے اور "فلق" جہنم میں ایک ایسے کنوئیں کا نام ہے، جس کا منہ بند ہے۔ یہ روایت ابوہریرہ سے مروی ہے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں ہے، حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگوں کو بیت المقدس کے پاس ایک چٹان ہے، وہاں محشور کیا جائے گا اور صاحبانِ تقویٰ کو جنت کے قریب لایا جائے گا۔ اہلِ جہنم کو اس چٹان کے بائیں طرف محشور کیا جائے گا، جو ساتویں زمین کے مرکز میں ہے۔ اسی میں فلق اور سجین ہے۔

کتاب ثواب الاعمال میں ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قیامت کے دن سات آدمی بدترین عذاب میں ہوں گے، ان میں سے ایک قابیل ہے، جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا۔ دوسرا نمرود ہے، جس نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت کی تھی۔ دو آدمی بنواسرائیل میں سے ہیں، جنھوں نے اپنی قوم کو یہودی بنایا اور فرعون جس نے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگایا تھا، اور دو اسی اُمت محمدیہ میں سے ہیں۔ وہ فلق کے نیچے آگ کے سمندر میں ہوں گے۔

کتاب معانی الاخبار میں روایت ہے: معاویہ بن وہب کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھے۔ کسی نے آپؑ کے حضور سورۂ فلق کی تلاوت کی تو اُس آدمی نے امام علیہ السلام کے حضور سوال کیا: "فلق" کا معنیٰ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جہنم میں ایک دراڑ ہے، اس میں ستر ہزار گھر ہیں۔ ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہیں۔ ہر کمرے میں ستر ہزار اژدھا ہیں، ہر اژدھا کے پیٹ میں زہر کے ستر ہزار مختلف اجزاء ہیں۔ جہنمیوں کو اس عذاب سے معذب ہونا ہوگا۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝

"اور رات کی تاریکی کے شر سے، جب وہ چھا جائے"۔

کتاب توحید میں روایت ہے: عبداللہ بن سلام کہتے ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: کیا خداوند تعالیٰ اپنی مخلوق کو اتمامِ حجت کے بغیر عذاب دے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کی پناہ! اس طرح نہیں ہوگا۔

میں نے عرض کیا: مشرکین کے وہ بچے جو بلوغ سے پہلے فوت ہوگئے، وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خود بہتر جانتا ہے کہ اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے لیے تمام مخلوق کو جمع کرے گا۔ اس دوران مشرکین کے چھوٹے بچے وہ حساب و کتاب کے لیے لائے جائیں گے۔ وہ اس وقت بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوں گے:

"اے ہمارے پروردگارا تو نے ہمیں پیدا کیا، ہم نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا۔ تم نے ہی ہمیں موت دی، ہم نے اپنے آپ کو موت نہیں دی۔ نہ تو تو نے ہمیں بلوغ کی منزل تک جانے کی اجازت دی ہے کہ ہم اپنے کانوں اور زبان کو استعمال کرتے کہ ہم سے ایسے افعال سرزد ہوتے جو معصیت کا سبب بنتے، نہ تو ہم تک تیری کتاب پہنچی ہے، جس کو ہم پڑھتے اور نہ تیرا رسول ہم تک

پہنچا ہے کہ ہم جس کی اتباع کرتے۔ جو کچھ تو نے ہمیں تعلیم کیا ہے، ہم صرف وہی جانتے ہیں۔اس وقت خداوند تعالیٰ اُن سے خطاب فرمائے گا: اے میرے بندو! اور میری کنیزو! اگر میں تمھیں حکم دوں تو تم اُسے بجالاؤ گے؟ وہ جواب دیں گے: اے پروردگار! ہم سراپا اطاعت ہیں"۔

راوی کہتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس وقت اللہ تعالیٰ آگ کو حکم دے گا، جس کا نام "فلق" ہے، جو جہنم کے عذاب میں سے ایک شدید ترین عذاب ہے۔ وہ انتہائی تیرہ و تاریک مقام سے زنجیروں اور طوقوں کے ساتھ نمودار ہوگی۔ پس اُس وقت اللہ اُسے حکم دے گا کہ وہ مخلوق کی طرف پھونک مارے۔ جب وہ پھونک مارے گی تو آسمان ریزہ ریزہ ہوکر رہ جائے گا۔ ستارے گر پڑیں گے، سمندر برف بن جائیں گے۔ پہاڑ گرد و غبار میں بدل جائیں گے، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے گا۔ حاملہ عورتوں کے حمل گر پڑیں گے، بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

جوامع الجامع میں روایت ہے: مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ سے مراد "رات" ہے جب اُس کا اندھیرا ہر طرف چھا جائے۔ سورج جب غروب کرتا ہے تو اس کے لیے عرب بولتے ہیں: وقبت الشمس "سورج غائب ہوگیا"۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

"اور حاسد کے شر سے، جب وہ حسد کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

كاد الفقر ان يكون كفراً و كاد الحسد ان يغلب القدر

"قریب ہے کہ فقر کفر میں بدل جائے اور قریب ہے کہ حسد قدر پر غالب آجائے"۔

کتاب خصال میں روایت ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جناب لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! ہر چیز کی علامت ہے، جو اس پر دال ہوتی ہے۔ حاسد کی تین نشانیاں ہیں:

① جب کوئی غیر حاضر ہو تو اس کی غیبت کرنا شروع کر دیتا ہے،

② جب کوئی حاضر ہو تو خوشامد کرتا ہے،

③ جب کسی پر مصیبت آئے تو خوش ہوتا ہے اور شماتت کرتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ آدمی مومن ہو ہی نہیں سکتا جو بخیل ہو، حاسد ہو اور بزدل ہو۔ مومن نہ تو بزدل ہوتا ہے، نہ بخیل اور نہ حریص ہوتا ہے۔

حضرت زید بن علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: لوگ مجھ سے بہت زیادہ حسد کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ اس بات پر خوش نہیں ہیں، جو چار سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اُن میں سے ایک مَیں ہوں، دوسرے آپؑ ہیں اور ہماری ذُرّیت ہیں۔ بعدازیں ہمارے پیروکار ہمارے دائیں بائیں اور پیچھے ہمارے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے: تین خصلتوں کو تین گروہوں سے لیا گیا ہے: صبر جناب ایوب علیہ السلام سے، شکر جنابِ نوح علیہ السلام سے اور حسد اولادِ یعقوب علیہ السلام سے لیا گیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفر پر تھے۔ ان کا ایک حواری اُن کے ہمراہ تھا۔ وہ کوتاہ قد کا مالک تھا۔ جب دورانِ سفر وہ ایک ندی پر آئے۔ اُنھیں اس ندی کو پار کرنا تھا۔ اس پر کوئی پُل بنی ہوئی نہ تھی اور نہ کوئی کشتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا نام لیا اور پانی سے پار ہو گئے۔ جب اُس حواری نے دیکھا تو اُس نے بھی اللہ کا نام لیا اور پانی کے اُوپر چلنے لگا۔ اس دوران اس کے دل میں خیال آیا کہ اُس کے اور جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ اللہ کا نام لے کر پانی پر چل سکتے ہیں، اس طرح مَیں بھی چل رہا ہوں۔ جونہی اُسے یہ خیال آیا وہ پانی میں ڈوب گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُسے پانی سے باہر نکالا اور فرمایا: بتاؤ تیرے دل میں کیا خیال آیا تھا۔ تو اُس نے اپنا جرم بیان کیا۔ پس آپ نے اُسے توبہ کی تلقین کی۔ چنانچہ اُس نے توبہ کی تو اُسے دوبارہ اپنا مقام مل گیا۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے سے بلند مراتب کے مرتبہ کی خواہش کرنا یا ان پر حسد کرنا جرم ہے۔

سُورَةُ النَّاسِ

سورۃ الناس مکیۃ آیاتھا ۶ ورکوعاتھا ۱

''سورۂ ناس مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی چھ آیات اور ایک رکوع ہے''۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

سہارا اللہ تعالیٰ کے نام کا جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

"(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں، سب لوگوں کے بادشاہ کی، سب لوگوں کے حاکم و معبود کی۔ بار بار وسوسہ ڈالنے، بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے"۔

تفسیر آیات

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾

"(اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجیے کہ میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں سب لوگوں کے بادشاہ کی"۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں منقول ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کوئی ایسا قلب نہیں ہے کہ جس کے دو کان نہ ہوں: ایک کان پر ایک ہدایت کرنے والا فرشتہ مقرر ہے اور دوسرے پر ہدایت سے روکنے والا شیطان بیٹھا ہے۔ یہ حکم کرتا ہے اور وہ منع کرتا ہے۔ یہی حال لوگوں کا ہے۔ اُن میں شیطان اپنی کارروائی کرتا ہے، لوگوں کو گناہ کی طرف اس طرح متوجہ کرتا ہے، جس طرح شیطان جنوں کو گناہ کی دعوت دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر مومن کے دل میں دو کان ہوتے ہیں: ایک کان میں فرشتہ پھونک مارتا ہے اور دوسرے کان میں وسواس خناس پھونک مارتا ہے، پس خدا مومن کی فرشتے کے ذریعے تائید کرتا ہے اور فرماتا ہے: وایدہ بروح منہ۔

ایک دل ہلا دینے والی حدیث شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی امالی میں نقل کی ہے:

جب یہ آیت وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (وہ لوگ جب کبھی کوئی بُرا کام انجام دیتے ہیں یا خود اپنے اُوپر ظلم کرتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ آل عمران:۱۳۵) نازل ہوئی تو ابلیس مکہ میں ایک پہاڑ کے اُوپر چڑھ گیا اور بلند آواز کے ساتھ چیخا اور اپنے لشکر کے سرداروں کو جمع کیا۔

جب وہ سارے جمع ہوگئے تو انھوں نے کہا: اے ہمارے آقا! بات کیا ہے؟ کیا ہوگیا ہے، جو تو نے ہمیں بلایا ہے۔

اُس نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس آیت نے میری کمر میں لرزہ پیدا کردیا ہے۔ اس آیت کے ذریعے تمام بشر جہنم سے بچ جائیں گے۔ تم میں سے کون ہے، جو اِس کا مقابلہ کرے؟

ان شیطانی سرداروں میں سے ایک بڑے سردار نے کہا: میں اس کے خلاف منصوبہ بندی کرسکتا ہوں۔ اس نے اپنے منصوبہ کی تفصیلات بتائیں لیکن ابلیس نے اُسے ناپسند کیا۔ تو دوسرا کھڑا ہوگیا اور اُس نے اپنا منصوبہ پیش کیا لیکن ابلیس نے اُسے بھی رد کیا۔

اس موقع پر وسواس خناس کھڑا ہوگیا۔ اُس نے کہا: میں اسے انجام دوں گا۔

ابلیس نے کہا: وہ کیسے؟

اس نے کہا: میں انھیں وعدوں اور آرزوؤں میں مصروف رکھوں گا یہاں تک کہ وہ گناہ کے ساتھ آلودہ ہوجائیں گے۔ جب وہ گناہ کرلیں گے تو میں انھیں توبہ کرنا بھلا دوں گا۔

ابلیس نے اُسے داد دی اور کہا: تو یہ کام کرسکتا ہے۔ یہ شعبہ ابلیس نے قیامت تک خناس کے حوالے کردیا۔

کتاب خصال میں منقول ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا: چار چیزیں وسواس خناس کی طرف سے ہیں:

① مٹی کھانا ② ڈھیلے بکھیرنا ③ دانتوں سے ناخن کاٹنا ④ داڑھی چبانا۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اے علیؑ! ریشم کے صحیفے میں میرے بستر پر قرآن مجید موجود ہے۔ اُسے اُٹھالو اور جمع کرلو۔ جس طرح یہودیوں نے اپنی کتاب کو ضائع کردیا۔ تم سب لوگ اُسے ضائع نہ کردینا۔

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے قرآن مجید کو زرد رنگ کے کپڑے میں جمع کیا۔ آپؑ نے فرمایا: میں اس وقت تک چادر اپنے کندھوں پر نہ ڈالوں گا، جب تک قرآن مجید کو جمع نہ کرلوں۔ آپؑ نے اس طرح قرآن کو جمع کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس طرح قرآن مجید نازل ہوا ہے، اس طرح قرآن کی لوگ تلاوت کرتے تو کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔

تفسیر نور الثقلین کی آخری جلد اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اپنے اختتام پر پہنچی۔ یہ کتاب اپنے تکمیلی مراحل طے کرتے ہوئے ۲۵ صفر ۱۳۸۵ھ کو اللہ کے ایک گناہ گار بندے السید ہاشم بن السید حسین الحسینی رسولی محلاتی عفی عنہ کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔

والحمد للہ رب العالمین